قاضی حاجی حافظ محمد جلیل الدین حسن صاحب حافظ وکیل

دآنریری مجسٹریٹ رئیس پیلی بھیت کا

پانچواں نعتیہ دیوان

موسوم بہ اسم تاریخی

ریاضِ نعت

۱۳۳۳ھ

باہتمام

نظام الدین حسین پرنٹر

نظامی پریس بدایوں میں چھپا

باراول ۱۰۰۰ جلد — قیمت فی جلد عمر

حضرت حافظ پیلی بھیتی کے دوسرے دیوان

دیوان اول نعت مقبول خدا ختم ہو گیا جلد چھپنے کی امید ہے۔

خمخانہ حجاز قیمت ۱۲ر

آئینہ پیغمبر مع رباعیات قیمت عہ ر

بیاض نعت۔ مع رباعیات قیمت عہ

حافظ پیلی بھیتی کا نعتیہ کلام اسقدر مقبول عام ہوا کہ کئی کئی ایڈیشن چھپکر فروخت ہو چکے ہیں آپ کا کلام تمام عیوب شاعری سے پاک ہے اور آپ اس قدر قادر الکلام ہیں کہ مشکل سے مشکل مضامین کو روزمرہ کی بول چال میں ادا کر دیتے ہیں غرض کہ آپ کا کلام باعث برکت بھی ہے اور باعث استفادہ بھی ؛

ملنے کا پتہ

نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں یو۔پی
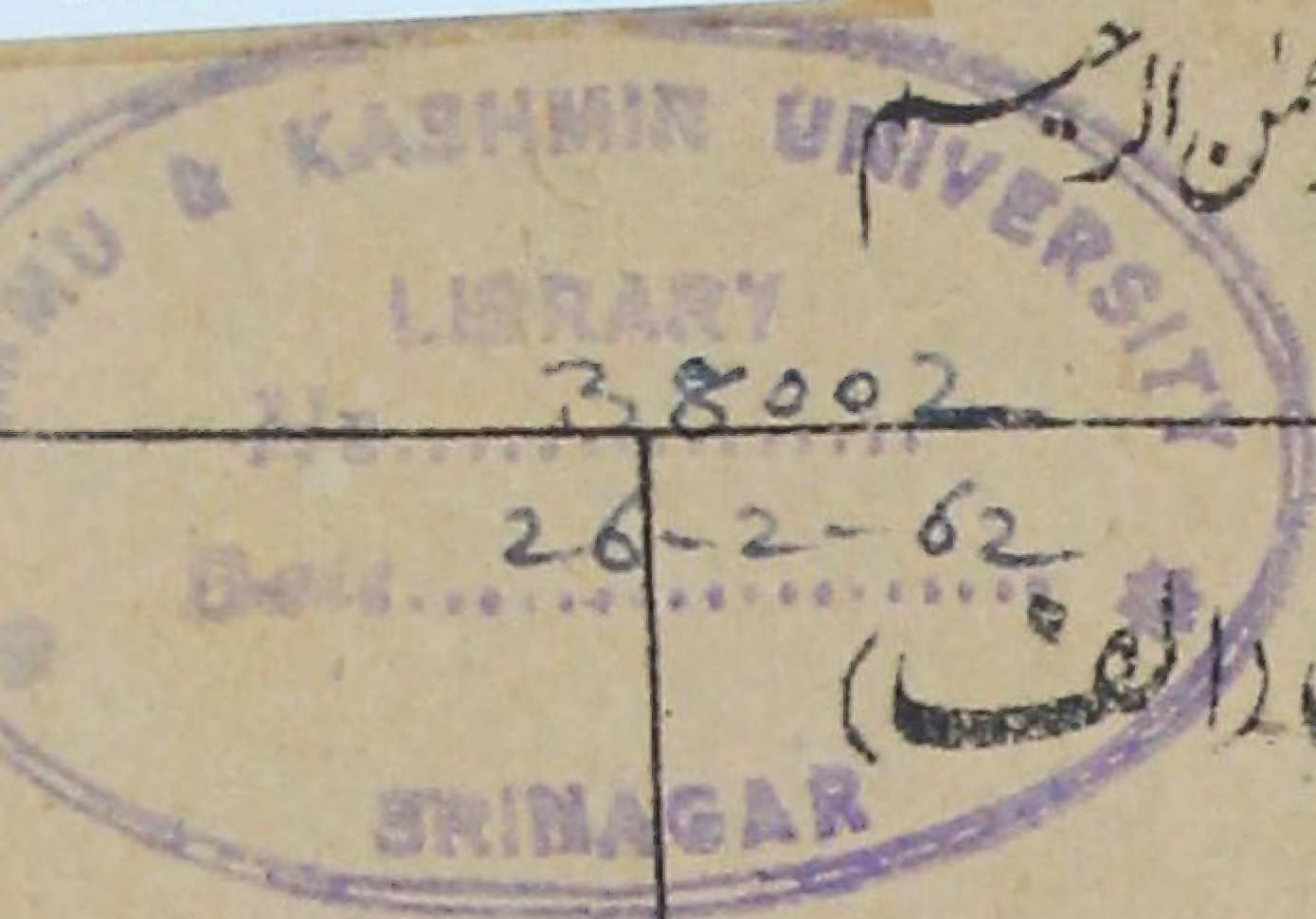
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف (الف)

چمن میں نام ہی ہر برگ پہ لکھا ہوا تیرا
گلوں کی پتی پتی دفترِ حمد و ثنا تیرا

ہو تیری راہ کا سالک مقدس قافلہ تیرا
گروہِ انبیا تیرا گروہِ اولیا تیرا

ذرا سا شاہرگ سے ملگیا ڈورا لگا تیرا
جب اس ڈورے سے ناپا کچھ نہ نکلا فاصلہ تیرا

ثنا و حمد لکھنے کے لیے درکار ہی دفتر
ثنا و حمد تیری، دفترِ حمد و ثنا تیرا

مرا کیا منھ ہی جو حمد و ثنا کا میں کروں دعویٰ
کہ منھ تک تک کے رہ جاتے ہیں خود! حمد و ثنا تیرا

مری آنکھوں میں تیرا نور، دل میں روشنی تیری
چراغ ایمان کا جو جل رہا ہی وہ دیا تیرا

ترے اپنے ہیں جتنے سب بیگانوں سے ہیں بیگانے
ہی عالم آشنا تو، اور عالم آشنا تیرا

کوئی جانے نہ جانے کوئی پہچانے نہ پہچانے
تجھی کو جانتا پہچانتا ہی آشنا تیرا

اگر آنکھوں کے پردوں سے حجاب اٹھ جائیں غفلت کے
تو پھر ممکن نہیں پردہ نظر آئے گرا تیرا

ہمارا سینہ آئینہ ہی مرغِ دل ہی اک طوطی
یہ طوطی جب کبھی بولا تو بس کلمہ پڑھا تیرا

عیاں من کان للہ ہی تو ہو کان اللہ لہ بھی ہے
یہ مطلب ہے کہ تو اوسکا ہوا جو ہو گیا تی

احد تو ہی صمد تو لم یلد تو اور لم یولد
یگانہ تو ہی یکتا تو نہیں ہے دوسرا تی

ہر اک سجدہ ترے در کا ہے نقش لوح پیشانی
لکھا میرے مقدر کا۔ مقدر میں لکھا تی

نظر ہے سات پردوں میں ترے پردے میں گنتی
نظر تو کیا۔ اگر پردہ کوئی اوٹھا گرا تی

جبیں سجدوں سے گھس کر لے نشاں ہی کیوں مٹ جائے
کیے جاؤنگا ہر سجدے میں شکرانہ ادا تی

عدم کو عزت دیدار کے مہمان جاتے ہیں
ترے گھر جاکے اوتریگا یہ بھوکا قافلہ تی

یہ دل میں جوش رقت ہے کہ تیری پاک رحمت ہے
وفور اشک یا چشمہ ہے اک بہتا ہوا تی

جمیل آئینے میں دیکھا ہی کرتے ہیں جمال اپنا
جمال مصطفےٰ صلّ علیٰ ہے آئنہ تی

سخن کو تو گہر کردے، گہر کو دیدے آب اتنی
کہ کرتا جائے گلّی حافظ ناپارسا تیرا

جدھر دیکھو ادھر ہی ایک طوطی بولتا تیرا
ترانہ گا رہے ہیں طائران خوش نوا

ہے علم غیب کا عالم حبیب مجتبےٰ تیرا
ہے برحق عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ

یہ بے مقدار کیا لکھے کہ تیری حمد بیحد ہے
یہ قطرہ پار کیا اوترے کہ ہے دریا چڑ

مجھے کیا غم، دیا ہے درد تو نے صبر بھی تو نے
دل درد آشنا تیرا، ہے غم صبر آزما

زبانِ نوکِ نشتر بھیجدے امداد کو یارب
رگِ جاں سے فقط ہی پوچھنا باقی پتا تیرا

مجھے معلوم ہی - جو کچھ کلیم اللہ پر گزری
تجلّیٰ دیکھتے ہی گر پڑے، دھوکا ہوا تیرا

ازل پیدا کیا تو نے، ابد پیدا کیا تو نے
جب اونکا گھر نہیں ملتا، کہاں ڈھونڈیں پتا تیرا

بتا دے تو ہی، یہ پردہ ہی یا بے پردگی تیری
کہ آنکھیں منھ تکیں، دل میں رہے جلوہ بھرا تیرا

جو اپنے آپ کو جانے، وہ تجھکو جانے پہچانے
نہیں وہ آشنا اپنا جو ہی نا آشنا تیرا

خراب و خستہ دل کو دے درستی و صفا یارب
کہ یہ منزل ہی تیری، گھر ہی تیرا، آئنہ تیرا

تری توحید خالص ہی، ترا کلمہ ہی ٹکسالی
خدائی بھر میں سکّہ ایک ہی چلتا ہوا تیرا

یہ میری شامتِ اعمال کیوں لکھوائی جاتی ہی
لکھا میرا - لکھا میرا ہی یا لکّھا ہوا تیرا

ہیں ایسی کس کی آنکھیں، کون تجھکو دیکھ سکتا ہی
چھپا بیٹھا ہی کیوں پردے میں حسنِ خود نما تیرا

کھُلی ہی دل کی قسمت، بند ہیں آنکھوں کے دروازے
خدایا خود بخود بند ھکر تصور رہگیا تیرا

وہی تو میرا مولےٰ ہی، وہی تو میرا آقا ہی
جو نبیوں میں ہی چیدہ برگزیدہ مصطفےٰ تیرا

خدا سے اور محبوبِ خدا سے دل لگا حافظ
تجھے کیا غم، خدا تیرا ہی، محبوبِ خدا تیرا

محمد نام ہی تیرا، لقب ہی مصطفےٰ تیرا
لقب نامِ خدا یہ، نام وہ صلِّ علےٰ تیرا

ذرا دیکھے تو پہلے دفترِ مدح و ثنا تیرا
کہے جو مجھسے پیش آئیگا محشر میں لکھا تیرا

خدائی میں زمانے میں، خدائی کارخانے میں
ہوا قائم کیا تیرا، رہا دائم کہا تیرا

خدا تجھسے خدا سے تو ہی واصل، یہ نہیں ممکن
جدا تو ہو خدا سے، یا جدا ہو تجھسے خدا تیرا

کہیں در سے نہ خالی پھیرنا، صدقہ کریمی کا
نوا سنجِ گدائی ہی گدائے بے نوا تیرا

قدم آگے نہ رکھنا دیدۂ تر ڈبڈبانے سے
نگاہوں سے گریگا تو، اگر آنسو گرا تیرا

گدائے در کا سر ٹھوکر سے ہو محروم۔ کیا معنی
گدائے در کا سر تیرا ہی - در تیرا - گدا تیرا

پتا دل کا نہ سینے میں کہاں، اک داغ ہی دل کا
مگر اُس داغ میں بھی درد باقی رہ گیا تیرا

بنا کر فخر اپنا تو نے عزت فقر کو بخشی
عجب کیا ہی اگر موجیں اوڑائے بوریا تیرا

دلِ بیمار اچھے ہاتھ رکھیں وہ تو کیا کہنا
وہ تیرا حال خود پوچھیں تو پھر کیا پوچھنا تیرا

حیات و موت دونوں ہیں نگاہوں کے اشاروں میں
جِلانا مارنا ہی رات دن کا مشغلہ تیرا

ہی صورت کس کی صورت کی، یہ صورت آفریں جانے
مگر ہی خُلق تو اللہ سے ملتا ہوا تیرا

یہ دوری اور پھر ٹھنڈی ہیں آنکھیں مرنے والوں کی
پھرا کرتا ہی نظروں میں دیارِ جاں فزا تیرا

خدا کے نیک بندوں میں کوئی بندہ نہیں تجھسا
خدا کا نیک بندہ ہی وہ جو بندہ ہوا تیرا

بدن میں جان تیرا ہی تو کلمہ پڑھتی آئی تھی
بدن سے جان جب نکلی تو کلمہ پڑھ لیا تیرا

یہ منت ہی - کرینگی دونوں آنکھیں تجھ گا ملکر
اگر دیدار سوتے میں کسی دن ہو گیا تیرا

گڑھے میں گور کے بھی گر کے حافظ یہ صدا دیگا
سہارا مجھکو تیرا، بل ہی تیرا، آسرا تیرا

کیا اس مرتبہ اونچا خدا نے مرتبہ تیرا
کہ نبیوں میں لقب ٹھہرا نبی الانبیا تیرا

رہیگا قید ہی میں قیدیِ زلفِ دوتا تیرا
نہ چھوٹا ہی نہ چھوٹیگا گرفتارِ بلا تیرا

درود اللہ بھی بھیجے، فرشتوں سے بھی بھجوائے
عجب ہی مرتبہ صلِّ علےٰ صلِّ علےٰ تیرا

ہمیں کچھ خوف - کچھ خطرہ نہیں طوفانِ محشر کا
ہماری ناؤ تو ہی، ناخدا تو ہی، خدا تیرا

خدا جو چاہتا ہی یا نبیؐ! وہ چاہتا ہی تو
خدا نے بھی وہی چاہا جو تھا چاہا ہوا تیرا

ہی مجھ میں بوجھ ہی کتنا، مدینہ دور ہی کیا ہی
ہی تنکے کو تو کافی ایک جھونکا ای صبا تیرا

خدا معبود میرا، میں ترا مملوک ہوں مولے
میں کس کا کون ہوں، بندہ خدا کا ہوں میں یا تیرا

گنہگارانِ امت آگئے شیطان کی زد پر
کہیں رستے میں تیرے لٹ نہ جائے قافلہ تیرا

حدیثِ مَن رَاٰنی قد رَاَی الحق سے ہوا ثابت
جمالِ حق دکھاتا ہی جمالِ حق نما تیرا

عسےٰ ان یبعثک ربک ہی تیری شان والا میں
کھلیگا اولین و آخریں پر مرتبہ تیرا

بشر کا دل اگر ہو سخت پھر بھی دل بشر کا ہی
حجر کے دل میں کیسا جمکے بیٹھا نقشِ پا تیرا

مرادِ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہی بیشک
جدِ امجد مرا صدیق یارِ با صفا تیرا

ہی سایہ کیا بلا، شیطان بھاگے جس کے سایے سے
عمر فاروقِ اعظمؓ ہی خلیفہ دوسرا

ہی عثمانؓ ابنِ عفانؓ دینِ ایماں جامعِ قرآں
وہ ذوالنورین، جنت میں رفیقِ باحیا

خدا کا ہاتھ، تیرا زورِ بازو ہی ترا بھائی
علیؓ شیرِ خدا صاحب لوا خیبر کشا

جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوں، شہادت نہ سے پائے
حسنؓ تیرا جگر پارہ نواسا لاڈلا

کرے یوں نذر شانِ بے نیازی سر کو سجدے میں
حسینؓ ابنِ علی وہ ناز کا پالا ہوا

میں تیرے ہی گروہِ اولیا کا نام لیوا ہوں
کہ تیرا نام لیوا ہی گروہِ اولیا

زدستِ من نیاید نظمِ نعت و منقبت حافظ
برآرم دست و برخوانم درودے را صلاتے را

حاصل جو بوسۂ درِ جانانہ ہو گیا
ہاتھا نیازِ سجدۂ شکرانہ

گھر اک نگاہ کا دلِ ویرانہ ہو گیا
بجلی کی نذر اپنا سیہ خانہ

آنسو پڑے گرا کریں اب شرم سے نظر
لبریز اب تو عمر کا پیمانہ

تقدیر دل کے شیش محل کی جو کھل گئی
صورت وہ آ رہی کہ پریخانہ

تیرا پیالہ پیکے یہ رسوا ہوا فقیر
خرقہ حریفِ کسوتِ رندانہ

اللہ! جان تیری امانت ہی، کیا کروں
دل تو تیرے حبیب کا نذرانہ ہوگیا

نزعِ جسم کی صدا تھی کہ دیکھا تھا کوئی خواب
وہ جاگنا جگانا اب افسانہ ہوگیا

اک مر مٹنے کا شہرہ اوڑا دور دور تک
قصہ ہوا تمام تو افسانہ ہوگیا

کعبے سے بُت نکالکے پھینکے گئے تو کیا
دل جسکا نام کعبہ تھا، بتخانہ ہوگیا

مجنوں! ہی بن مرا وہ جنوں خیز، الاماں
جسکو ہوا بھی لگ گئی، دیوانہ ہوگیا

آنکھوں کو یاد بھی نہیں اب شکل خواب کی
بھولا ہوا سا خواب کا افسانہ ہوگیا

جلتے ہیں لاکھوں شمعِ حرم کے فراق میں
پہلا گئے جسے، وہی پروانہ ہوگیا

ٹھنڈک پڑی کلیجے ہیں نورِ جمال سے
گوشہ مزار کا مجھے تہ خانہ ہوگیا

آنکھوں میں خواب، خواب میں آنا حضور کا
آیا گیا وہ خواب کا افسانہ ہوگیا

دیوانے تھے، جو عقل کے پیچھے پڑے رہے
جس کو ذرا بھی عقل تھی، دیوانہ ہوگیا

حافظ شکستِ دل سے عبث ہو شکستہ دل
شیشہ تھا، ٹوٹ پھوٹ کے پیمانہ ہوگیا

سب سے رتبہ سوا ہوا تیرا
سب سے درجہ بڑھا ہوا تیرا

دل کا ڈورا لگا رہے تجھسے
دل سے ڈورا لگا ہوا تیرا

بیٹھ ہی جاتے ٹوٹے پھوٹے دل
ہی سہارا لگا ہوا تیرا

دل میں ہیں دفن حسرتیں تیری — نام دل پر کھُدا ہوا تیر

تونے جو کہدیا وہ ہوکے رہا — جب ہوا تو کہا ہوا تیر

دل کی آنکھیں کھُلی ہیں، سر کی مُندی — ہی تصور بندھا ہوا تیر

جوشِ رقت سے اُمڈے ہیں آنسو — ہی یہ دریا چڑھا ہوا تیر

عقل پر ہیں پڑے ہوے پردے — کب ہی پردہ گرا ہوا تیر

چادرِ نور میں چھپا ہی دل — دل میں جلوہ چھپا ہوا تیر

شاہرگ کو گلے لگاے رہوں — کہ ہی ڈورا لگا ہوا تیر

تونے سب کچھ کھُلے خزانے دیا — ہی خزانہ کھُلا ہوا تیر

دونوں آنکھیں بھی دونوں لب بھی ہیں بند — دھیان اک ہی بندھا ہوا تیر

رتبے والے گھٹے ہوے تجھسے — سب سے رتبہ بڑھا ہوا تیر

تجھسے آگے ہی بس خدا کا نام — نام سب سے بڑھا ہوا تیر

ہاتھ بھر دل بڑھا ہوا میرا — ہاتھ دل پر دھرا ہوا تیر

دل میں ہی درد، تو دوا اوسکی — درد تیرا ہ دیا ہوا تیر

جان رب کی ہی، تیری دلوائی — دین تیرا ہ دیا ہوا تیر

پھر ہی تن پر وبال حافظ کو

بہرِ سے جب در جدا ہوا تیرا

نعت گوئی کا وہ پیارا مشغلہ جاتا رہا
ایک بہلاوا ہمارے جی کا تھا جاتا رہا

ابتو مضموں آفرینی کو کیا کرتے ہیں یاد
حافظہ جاتا رہا، ذہنِ رسا جاتا رہا

اونکے روضے سے پلٹ کر ہم جیے تو کیا جیے
نام جینے کا ہے، جینے کا مزہ جاتا رہا

مُنھ کہاں میرا کہ پھر ہوتا شرفیابِ حضور
سب کا مُنھ تکتا رہا ہیں، قافلہ جاتا رہا

غم تو اسکا ہے کہ دل میں جلوہ فرما تھے حضور
دل کا ایسا غم نہیں، جاتا رہا جاتا رہا

ہوش ہوتا مجھ میں کچھ باقی تو کچھ دیتا جواب
ہوش اوڑا کر پوچھتے ہیں مجھسے، کیا جاتا رہا

میرے کام آیا، کیا جو خرچ اونکی راہ میں
خرچ کرنے سے جو باقی رہگیا، جاتا رہا

کھو گیا دل، جسکو رہتی تھی طلب دیدار کی
تھا بغل میں بھیک کا اک ٹھیکرا، جاتا رہا

وردِ لب یٰسین ہے یٰسین کے بیمار کو
ہاتھ اوٹھا ای چارہ گر! وقتِ دوا جاتا رہا

پوچھنے والو! اب آگے بھید کہنے کا نہیں
تم نے پوچھا کیا ہوا دل، کہدیا جاتا رہا

عشق سے جو بیخبر ہیں اونکی اولٹی ہے سمجھ
آگیا جب دل تو دنیا نے کہا جاتا رہا

عشق میں کیا گت ہوی دل کی، نہ پوچھو سرگزشت
لُٹ گیا، جل بھنک گیا، کھویا گیا، جاتا رہا

جتنے مُنھ ہیں اوتنی باتیں، دیتے کس کس کو جواب
چُپکے ہم سنتے رہے جو کچھ کہا جاتا رہا

کام کی خاطر، بڑا مارا کرے اب ہاتھ پاؤں

کام سے جب حافظِ بیدست و پا جاتا رہا

اور پھر کس کام کا خورشیدِ محشر رہ گیا
کوئی گوشہ میرے دامن کا اگر تر رہ گیا

منہ سے میں مانگوں دعا، تم ہاتھ اوٹھاؤ دوستو
درد سے اک ہاتھ دل پر اک جگر پہ رہ گیا

بیخودی اب آپ میں آنے نہیں دیتی مجھے
آپ سے باہر ہوا ایسا کہ باہر رہ گیا

مدتوں کے بعد مجھپر عشق کا جوہر کھلا
گھلتے گھلتے جب کہ میں جوہر ہی جوہر رہ گیا

پھانس سی غم کی کھٹکتی ہی مگر ہی بے نشاں
ٹوٹ کر رگ رگ میں یارب کوئی نشتر رہ گیا

ضعف میں نالہ بھی آخر دے گیا مجھکو جواب
تھا جواب ایسا کہ میں خاموش ہوکر رہ گیا

راستے میں دیر سے بچکر پڑا مجھکو حرم
چلتے چلتے اور کھائی ایک ٹھوکر رہ گیا

ایک ٹھنڈی آہ کی اللہ! کتنی تھی بساط
چرخ کانپا، عرشِ اعظم تھرتھرا کر رہ گیا

ضعف کچھ مانع ہوا، کچھ سدِ رہ مُہرِ سکوت
دل سے جو نالہ چلا وہ لب تک آ کر رہ گیا

شام آیا، صبح تڑکے ہو گیا رخصت شباب
یہ مسافر میرے گھر مہمان شب بھر رہ گیا

اونکے سودائی ہیں لاکھوں، اونکے سودے بیشمار
اور سب سودوں کو چھٹ کر اک مرا سر رہ گیا

قسمت اس سر کی جو برسوں ٹھوکریں کھاتا گیا
حسرت اوس سر پہ جو کھا کر ایک ٹھوکر رہ گیا

تھا شکستِ دل کو پاس ایسا شرابِ عشق کا
شیشہ اس صورت سے ٹوٹا بنکے ساغر رہ گیا

[illegible]
[illegible] رہ گیا

جا کے روضے میں خبر حافظ کی یوں دینا صبا
آپ پر جو مر رہا تھا آج مر کر رہگیا

کون بھوکا دید کا روضے کے باہر رہگیا
آپ کا پروردہ بندہ بندہ پرور رہگیا

صاحبِ معراج دل میں آکے شب بھر رہگیا
میہمان اللہ کا اللہ کے گھر رہگیا

ہاں تفِ محشر! پسینا بھی نہ مجھے آیا تو کیا
عمر بھر کا دامنِ تر خشک ہو کر رہگیا

اٹھتے اونکی راہ میں تھک کر رہے جاتے ہیں پاوں
اونکی چوکھٹ تک پہنچکر دیکھنا سر رہگیا

میری آنکھیں کیا، مرا دل کیا، جگر کیا، سینہ کیا
شوق اونکی رونق افروزی کا گھر گھر رہگیا

اونکے در کی خاک سے پتھر سے جب الفت نہیں
دل میں پھر ایمان ہی کیا خاک پتھر رہگیا

طورِ موسیٰ سے بنگیا ایک لخت سُرمے کا پہاڑ
سنگِ موسےٰ! تو وہی پتھر کا پتھر رہگیا

جیتے جی غفلت کا پردہ تھا جو آنکھوں پہ پڑا
مر گئے پر پوٹ کی بنکر وہ چادر رہگیا

گرمیاں آہوں نے کچھ ایسی دکھائیں سوز روز
رفتہ رفتہ خشک ہوکر دامنِ تر رہگیا

جسکا عرض و طول کعبے سے بڑا ہے، وہ غلاف
اسقدر سمٹا مری آنکھوں میں تِل بھر رہگیا

ہاے۔ سر کیساتھ رخصت ہو کے آیا در بھی
سر سے جب چھوٹا وہ در، میں سر پٹک کر رہگیا

شکل ہی روزِ قیامت کی تھی کچھ ایسی مہیب
میں کسیکے دامنِ رحمت میں چھپکر رہگیا

اوسکو بھی رکھینگے وقفِ جلوۂ دیدار ہم
گھٹتے گھٹتے نور اگر آنکھوں میں تِل بھر رہگیا

پاؤں رعبِ قرب سے تھرائے، سر کی بن پڑی
میں گرا سجدے میں، جب وہ در قدم بھر رہ گیا

میں موں اے حافظ اکیلا۔ مدحِ مولے بیحساب
تھک گیا خامہ مگر دفتر کا دفتر رہ گیا

صبر جب تنہا چلا، دل صبر کے ہمرہ گیا
دور رفیقوں کا رہے سینے میں ماتم رہ گیا

دل مدینے میں ہی سینے میں دھڑکنے کی صدا
دل کہاں، دل کی جگہ اب دل کا ماتم رہ گیا

شامِ ظلمت دیکھنے دیگی نہ روضہ دور سے
دور ابھی منزل بہت ہے، دن بہت کم رہ گیا

شوق مجھسے آگے آگے جا رہا ہے سو قدم
شوق حد سے بڑھ گیا، جب فاصلہ کم رہ گیا

فرش سے اوٹھے تو گزرے عرش و کرسی سے حضور
چرخِ چارم تک پہنچکر ابنِ مریم رہ گیا

سب نہا دھو جاکر، سب نے جی بھر کر پیا
آہ اک میں تشنہ کامِ آبِ زمزم رہ گیا

بھر گیا جب جامِ جم کا، جم عدم کو چلدیا
اور خالی نامِ جم یا ساغرِ جم رہ گیا

دیکھنے کو کب ملا روضے کا قبۂ سبز سبز
جبکہ وقفہ زندگی کا ایک دو دم رہ گیا

دل کو رو بیٹھا ہوں لیکن خیر دم کی بھی نہیں
ایک ماتم کر چکا ہوں، ایک ماتم رہ گیا

ابنِ مریم! زندہ باشی کیا سنائی ہے خبر
میرے بعد آنے کو اک نبیوں کا خاتم رہ گیا

زخم کو ہی دل سے الفت، دل کو الفت زخم سے
زخم جو دل میں پڑا، خود ہوکے مرہم رہ گیا

ہوگیا تو مفت ای ابلیس شیطانِ رجیم
اور آدم تو وہی آدم کا آدم رہگیا

اُس نے دیکھا آئنہ جسکا ہی عالم حیرتی
آئینے پر دیر تک حیرت کا عالم رہگیا

کیا کروں حافظ وطن میں پڑگیا قحطِ سخن
فاتحے کرنے کے لیے بس اک مرا دم رہگیا

کچھ اگر کہیے تو کوئی سننے والا بھی نہیں
ایک مارہرے کا سید جانِ عالم رہگیا

اب کیا خبر کہاں کو وہ تیرِ نظر گیا
نکلا تھا دل کے پار تو سوے جگر گیا

جھونکا نسیمِ روضہ کا آکر گزر گیا
بگڑا ہوا مریض کسی کا سنور گیا

نکلا اگر قلم سے کوئی حرفِ مدعا
وہ حرف پہلے اونکی نظر سے گزر گیا

جب بندگانِ خاص کے نقشے بھرے گئے
لکھنے سے پیشتر مرا چہرہ اوتر گیا

یا وَیلَتیٰ کہ دل کو نہیں ایک دم قرار
واحسرتا وہ صبر کہ بے موت مر گیا

رونا پڑا مجھے سرِ شوریدہ پھوڑ کر
دردا کہ سر کے ساتھ مرا درد سر گیا

عہدِ الست یاد نہیں کچھ، خطا معاف
مجھکو ہی سہو، اوسکو زمانہ گزر گیا

نکلیگا اب جو نالہ تو مار یگا تیر کیا
نالے سے پہلے نالے کا دل سے اثر گیا

جیتا تھا اونکو دیکھکے جو دل ہزار حیف
مرجانے کی جگہ ہی، وہ جینے سے بھر گیا

اک زلزلہ پڑا تھا دلِ بیقرار میں
ٹھہرا جو آکے اونکا تصور، ٹھہر گیا

آ مرگِ ناگہاں! کہ ہی تیرا ہی انتظار
رخصت ہو زندگی! کہ یہاں دل ہی مر گیا

اب تک ہیں دورِ مہر سے ذرّے نگاہ کے
میدان طے ہوا نہیں۔ عرصہ گزر گیا

اونکے خرامِ ناز کا آیا جو تذکرہ
آ کر زمینِ شعر کو پامال کر گیا

ایما ہو موت کو کہ کرے اور گھر تلاش
تم پر جو مر رہا تھا وہ بے موت مر گیا

حافظ کے بعد کاش وہ یوں دیں سخن کی داد
کیا نام کر گیا کوئی، کیا کام کر گیا

ہے اجل کی نیند میٹھی بڑی خوشگوار سو جا
نہ ہو بار بار سونا فقط ایک بار سو جا

کہیں جاگ اوٹھے مقدر نہ دکھا دیں رُوئے انور
ارے چشمِ شوق بس کر نہ کر انتظار سو جا

نہ رہا دل اب شکستہ نہ یہ غم کدھر ہے رستہ
نہ چل آگے پائے خستہ یہ ہی کوئے یار سو جا

مری قبر میں فرشتے جو جگا کے پوچھیں مذہب
تو مرا جواب سنکر کہیں کس کے پیار سو جا

رہے سوتے جاگتے میں اوسی نام کا وظیفہ
یونہیں بار بار جاگ اوٹھ یونہیں بار بار سو جا

دلِ غافل! ایسی غفلت ترا فتنہ ہے قیامت
مرے سوتے! ہوش میں آ۔ مرے ہو ہوشیار سو جا

غمِ ہجرِ مصطفےٰ میں نہ مجھے بیقرار پا کر
شبِ ہجر خود پکاری مرے زندہ دار سو جا

عبث اوٹھکے شب کو زاہد یہ عبادتِ ریائی
ترے ایسے جاگنے پر ہو خدا کی مار سو جا

ہو قضائے فجر کا ڈر تو قیامِ شب ہی بہتر
دمِ صبح جاگنے کا جو ہوا اعتبار سو جا

جو امیدِ دید رویا کبھی بھولی بھٹکی آئی
یہ تھپک تھپک کے بولی مرے بیقرار سو جا

مرے بختِ خفتہ کو بھی ترس آ گیا جو مجھپر
تو کہا کہ مجھسے لے لے ابھی نیند ادھار سو جا

شبِ ہجر تیرے آگے ہوا وس گر کے پانی
مرے پیارے دیدۂ تر ہوا اشکبار سو جا

مجھے یاد آ گئے بولی شبِ غم اذانِ کعبہ
کہ چھُری گلے پہ پنہچے لیے دم مرے جاں نثار سو جا

ہے زیارتِ نبی کی تجھے آرزو جو حافظ
تو درود پڑھ کے منہ کر طرفِ مزار سو جا

حسرتوں سے خالی اونکے آتے ہی دل ہوگیا
اور سے کچھ اور ہی اب رنگِ محفل ہوگیا

کچھ سے کچھ دل ہوگیا جب اونکی منزل ہوگیا
خانۂ دل کا لقب کاشانۂ دل ہوگیا

شکر ہے مرتے ہی میں جنت میں داخل ہوگیا
جی بہلنا پھر بھی بے روضے کے مشکل ہوگیا

فیضِ پیری اس قدر قسمت سے حاصل ہوگیا
میں بڑھاپے کی بدولت شیخِ کامل ہوگیا

چھاتے چھاتے چھا گئی ایسی محبت آپکی
رفتہ رفتہ میرا ہر عضوِ بدن دل ہوگیا

رہ کے روضے سے جدا جینا مجھے دشوار تھا
مل گیا روضہ تو مرنا اور مشکل ہوگیا

جیتے جی روضے میں تھا ہر وقت مرنے کا خطر
مرتے ہی جنت میں جینا سخت مشکل ہوگیا

ہو نہ جاتی کیوں نہ امت کو جدائی آپ سے
ہو چکا اتمامِ نعمت - دین کامل ہوگیا

یوں بھی طیبہ منزلوں ہی، منزل اک دن کی ہی راہ
ضعف سے اک اک قدم ایک ایک منزل ہو گیا

مرغِ دل کو ذبح کر ڈالا اذانِ کعبہ نے
سُن لیا اللہُ اکبرُ اور بسمل ہو گیا

غیر کوئی ہی مرے او نکے بیچ میں حاجب نہ تھا
میں خود اک پردہ تھا غفلت کا کہ حائل ہو گیا

نور ہی چھایا ہوا نورِ خدا کے نام کا
گھرِ دل نام خدا اب نور منزل ہو گیا

آئے جسکی اوٹ میں مکّے مدینے کے پہاڑ
وہ مرے دل کا سویدا - آنکھ کا تل ہو گیا

کیا کہوں کتنی ہی اونکے دل کو میرے دل سے راہ
صاف تو یہ ہی کہ دل کا آئینہ دل ہو گیا

اولجھنوں سے اور لذت عشق کی بڑھتی گئی
دل میں جو عقدہ پڑا وہ اک نیا دل ہو گیا

خواب میں لیے پردہ بے کھٹکے چلے آئیں حضور
دونوں آنکھیں بند ہیں میں غرب غافل ہو گیا

معترض کہتے ہیں سب کچھ - تم نہیں دیتے جواب
میں تو اے حافظ تمھاری چُپ کا قائل ہو گیا

پیری سے پیشتر جو کبھی تھا شباب سا
اب یاد رہ گیا ہی وہ پیری میں خواب سا

جب ہی مزہ محبتِ حسنِ برشتہ کا
سینہ جلا بُھنا ہوا، جگر ہو کباب سا

کس دل میں بود و باش پسند آئی آپ کو
گھر ہی شکستہ ریختہ خستہ خراب سا

لکھنا یہ ہی کہ سایۂ قد کا پتا نہیں
سادہ اوٹھا لیا ہی ورق آفتاب سا

ہی ظلِ حق نبی میں تو ظلِ نبی ہی نور
حق آفتاب سا ہی۔ نبی ماہتاب سا

پانی نہ جب شبیہ تو نہ چار کہہ دیا ۔ چہرہ تو پھول سا ہے پسینا گلاب سا

پردے نبی نے یوں شب معراج طے کیے ۔ کچھ شرم۔ کچھ حیا۔ کچھ ادب۔ کچھ حجاب سا

صدیقؓ سا رفیق ہے موسیٰ کا یار غار ۔ بھائی اگر ملا تو ملا بو ترابؓ سا

خوف و رجا مقابلے پر ہیں تلے ہوے ۔ دل میں پڑا ہوا ہے جو ایک انقلاب سا

کچھ حیرت جمال تھی کچھ ہیبت جلال ۔ ان کے حضور دل کو جو تھا انقلاب سا

ہیں لاکھ سے بھی لاکھ زیادہ نبی تو کیا ۔ کوئی نہیں جناب رسالت مآب سا

بے پردہ انکو دیکھ کے غش کر گیا ہوں میں ۔ پیش نظر ہیں اب بھی۔ غش آیا ہے خواب سا

سب کچھ ملا مجھے۔ کبھی پایا نہیں جواب ۔ جو کچھ کیا سوال وہ تھا لاجواب سا

رحمت نے بے حساب کیا پاک سب حساب ۔ تھا نامۂ عمل میں بہت کچھ حساب سا

دل کے پیالے میں ہے لبالب بھرا ہوا ۔ جی بھر کے رند پیتے ہیں جو خون ناب سا

متوالے ہیں کسی کے۔ ہماری نہ پوچھیے ۔ غش سا ہمارا خواب ہے مرنا ہے خواب سا

حافظ ہے اوسکا نام۔ بڑا پارسا ہے وہ ۔ دیکھا ہو میکدے میں جو رند خراب سا

جس نے مرے محبوب کا جلوہ نہیں دیکھا ۔ کیا کہیے اوسے جس نے وہ روضہ نہیں دیکھا

اللہ کی قدرت کا تماشا نہیں دیکھا ۔ تھا دیکھنے کا ایک تماشا۔ نہیں دیکھا

آنکھوں کو یہ حسرت ہے کہ روضہ نہیں دیکھا
جس پردے میں رہتے ہو وہ پردہ نہیں دیکھا

خورشید کو کیا خاک ملا چوتھے فلک پہ
تجھکو نہیں دیکھا۔ ترا سایہ نہیں دیکھا

دن رات رہے شمس و قمر اس تگ و دو میں
تجھسا کہیں دیکھا۔ نہیں دیکھا۔ نہیں دیکھا

دیکھیں اوہیں دیکھ آئے ہیں جو ذاتِ الٰہی
موسے نے بجز نورِ تجلّا نہیں دیکھا

اک دیکھنے والے کا یہ ارمان ہے باقی
اللہ ترا دیکھنے والا نہیں دیکھا

جاں بخشیِ اموات تو کرتے ہیں مسیحا
تم کو مگر اے جانِ مسیحا نہیں دیکھا

موسے! یدِ بیضا تو اونھیں کا ہے تصدق
جن کی کفِ پا کا یدِ بیضا نہیں دیکھا

خورشید ہے بے پردہ مگر چہرہ تمھارا
پردے میں بھی دیکھا نہیں جاتا نہیں دیکھا

ہم راہ پڑے دیکھتے ہیں حکمِ طلب کی
کیا ہم نے ترے دیس کا رستا نہیں دیکھا

قطرہ بھی ہوں۔ ناچیز بھی دریا سے جدا بھی
کب قطرۂ ناچیز نے دریا نہیں دیکھا

بیکس ہیں۔ قیامت میں ہیں جتنے کس و ناکس
سب کے ہو تمھیں۔ کوئی کسی کا نہیں دیکھا

برسوں ہوئے اک دیکھنے والے نے تمھارے
وہ روضہ وہ منبر وہ مصلا نہیں دیکھا

حافظ پڑے سنتے ہو مزے بیخودیوں کے
باہر ہی کبھی آپ سے کیوں جا نہیں دیکھا

دیکھنے والوں سے چھپتے ہو، یہ چھپنا کیسا
ہم تو اپنے ہیں پھر اپنوں سے یہ پردہ کیسا

اگلے پچھلوں سے تو پوچھو کہ ہے میلا کیسا — سب ہیں مشتاق کہ محشر کا ہے دولھا کیسا

بےزبانی نے کیا خلق میں رسوا کیسا — جب نہ ہو بات کی کچھ اصل تو چرچا کیسا

جانتا ہے اسے ایک ایک مرا طفلِ سرشک — کہ رلایا ہے ترے ہجر نے کیسا کیسا

دردِ دل۔ دردِ جگر۔ ایک نہیں دو ہیں گواہ — منھ کو آتا ہے ترے غم سے کلیجا کیسا

ایک نیچی نظر اوپر کو اوٹھا دی کس نے — ایک عالم کا ہے عالم تہ و بالا کیسا

کسی ہمسایہ نے اتنا بھی نہ پوچھا آکر — کہ پڑا ہے ترے غمخانے میں رونا کیسا

تیرہ بختانِ شبِ ہجر بھی کیا جانیں — کہ سحر ہوتی ہے کب۔ نور کا تڑکا کیسا

آتشیں آہ سے پوچھو مرے دل سے پوچھو — میں نے گھر پھونک کے دیکھا ہے تماشا کیسا

نظر آتے ہیں برے طور خدا خیر کرے — آج اشکوں میں کلیجے کا ہے ٹکڑا کیسا

اونکی پلکوں سے تصور میں کھٹکتا ہوں میں — تم سلامت ہو۔ مجھے حشر کا کھٹکا کیسا

وہی عاشق ہیں جو کہلاتے ہیں مرنے والے — ڈرے مرنے سے تو پھر عشق کا دعوےٰ کیسا

امتی تیرے برے ہو کے بھی اچھے ٹھہرے — برے اچھے ہیں تو ہوگا کوئی اچھا کیسا

ہند کو جو چلے آئے ہیں عرب کے بن سے — کچھ خلل اون کے دماغوں میں ہے۔ سودا کیسا

رات اوس بزم کے اک گوشے میں بیٹھا تھا ذکا بھی — کچھ سنا بھی کہ ہوا زمزمہ پیرا کیسا

[illegible] ک پر تڑپ کے ترا مبتلا گرا
اوٹھ کر گرا اوٹھا۔ کبھی گر کر اوٹھا گرا

مفلس غنی ہو [illegible] پیادہ۔ قوی ضعیف
جو گور کے گڑھے میں گرا وہ مرا گرا

[illegible] علاج آپ کی ہے اک نگاہِ لطف
چہرہ تو زرد زرد ہے۔ دل ہو گیا گرا

کیا اصل اور میکے سامنے غم کے پہاڑ کی
[illegible] غم نہیں ایسا پڑا اگرا

عزت کی آن بان شہری کی دھری رہی
ٹھوکر لگی ہے قعرِ مذلت میں جا گرا

کہتا ہے مستِ عشق کی تم کو خبر بھی ہے
بیخود پکارتا ہے کہ لینا گرا گرا

وقت [illegible] ہے لغزشِ پا! دوڑ جلد تو
یہ دور ہی تو ہے۔ نہیں مجھکو گرا گرا

غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ناتوان پر
جزوِ ضعیف دیکھ کے نزلہ بھی آ گرا

[illegible] اب قدم نہیں اوٹھتے ہیں پا
تو بھی نہیں مگر سرِ شوریدہ! آ گر آ

اف خونِ ریختہ کا بدل ضعف و بیدلی
کمبخت دل کا خون گرا خونبہا گرا

ہو گا وہ دردِ ہجر میں بھاری زمین پر
آنکھوں سے کوئی قطرہ اگر خون کا گرا

دربان کے ہاتھ سے کبھی دربان کے پاؤں پر
تیرا گرا پڑا یہ ہیں اکثر ادھا گرا

ٹھوکر لگی کوئی تو کہا منہ سے یا علی
پستی گرا ہوا میں تو نعرہ سما گرا

ہو ضعف کا برا کہ مدینے کی راہ میں
گر گر گئے بار ہا میں اٹھا بار ہا گرا

حافظ وہ گر کے دامنِ شہ پر مچل گیا

آنکھوں سے طفلِ اشک جو روتا ہوا گرا

وقتِ دعا جو اشکِ ندامت مرا گرا
وہ شرم کے پسینے میں ڈوبا ہوا گرا

دنیا سے چل کے جا نہ سکے اپنی گور تک
تیرا گرا پڑا نہیں ایسا پڑا گرا

روضے کے اشتیاق میں روضے کے ہجر سے
پستی گرا فلک سے ہیں - زمیں میں سما گرا

آنکھوں کو رنج کا - مجھے رونا ہی ضعف کا
پھر مثلِ اشک اوٹھ نہ سکا جب گرا گرا

خود رحم کھا کے آئیں وہ - دامن کی دیں ہوا
نعمت بڑی ملی مجھے غش کھا کے کیا گرا

کیا وجہ - کیوں نبی کی ولادت سے پیشتر
کسرے کے قصر کا نہ کوئی کنگرہ گرا

دیکھا کیے حضور تجلّائے ذات کو
بیخود گرے کلیم - جو اک صاعقہ گرا

آنکھیں جھپک جھپک گئیں - آئی نہ تابِ دید
روضے کا پردہ سامنے اگر اوٹھا گرا

لوٹے پڑے پڑے بڑے آرام کے مزے
بے سایہ کی گلی میں ہیں سایہ سا جا گرا

بازو میں طیبہ کا کوئی نامہ بندھا نہ ہو
پر توڑتا ہوا کوئی مرغِ ہوا گرا

ٹپکا نہ تھا جب اشک تو موتی کی آب تھی
ٹپکا جب آنکھ سے تو نظر سے رہا گرا

در پر نبی کے - رشک کی حالت نہ پوچھیے
میں سامنے کھڑا تھا کہ سایہ مرا گرا

خستہ سا دل کا گوش محل قصرِ تن میں ہے
کیسی نہ ہل ہوئی یہ ابھی دھم سے کیا گرا

عارف سے ملتے - بھائی بھتیجے سے ملتے ہم
افسوس پہلی بھینٹ سے ہی دور آ گرا

محبوب کی نظر میں تو حافظ وہی ہوں میں
مخلوق کی نظر سے گرا بھی تو کیا گرا

۲۲۔ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ عرسِ شریف گنج مراد آباد کے موقع پر

دلِ پروردہ ہے پالا ہوا کس ناز و نعمت کا
دروداویں پہ بلاؤں کا، نزول اس پہ مصیبت کا

ترے ایذا طلب کو ہو گئی ایذا کی خو ایسی
کہ اب احساس بھی ہوتا نہیں دل کو اذیت کا

مرے سر کے بل چلتے ہیں جنکے پاؤں ٹوٹے ہیں
تمھاری راہ میں ہی ایک رتبہ رنج و راحت کا

نہ بھولا زندگی بھر وہ قیامت تک نہ بھولیگا
مزہ چکھا ہے جس نے آپ کے دردِ محبت کا

کبھی کروٹ ادھر بدلی، کبھی کروٹ ادھر بدلی
نہ پایا رات بھر فرقت میں پہلو کوئی راحت کا

مصیبت جب ہو کوئی تو دل آفت کرے برپا
مصیبت یہ ہے پھر بھی سامنا ہے اک مصیبت کا

اگر کلفت سے الفت ہو تو پھر کلفت نہیں کلفت
اگر کلفت ہو کلفت سے تو کیوں لے نام الفت کا

مری تردامنی پر پھوٹ کر روئیں مری آنکھیں
مرے سر سے جو گزرا وہ پسینا تھا ندامت کا

وہاں وعدہ قیامت کا، یہاں شب بھر یہ رونا ہے
کٹیگی کب شبِ غم، کب وہ دن آئیگا قیامت کا

کہا تھا میں نے آہوں سے جلا دو پھونک دو دل کو
ادب نے دی صدا ہاں ہاں یہ گھر ہے خود بدولت کا

خدا کا گھر خدا کے دوست کا گھر بے تکلف ہے
مرے دل میں رہا کرتی ہے گھر ہے تیری الفت کا

مرا دل غیر سے خالی ہے، تم خلوت نشیں ٹھہرے
مرے دل میں رہو آ کر کہ یہ گوشہ ہے خلوت کا

طلب کی جب سُنی آواز جاگ اُٹھی مری قسمت
لپیٹا آ کے بیچا بی نے بسترِ خوابِ راحت کا

اُٹھا جب آب و دانہ، عذرِ معذوری کا کیا چلتا
مراد آباد کا تھا دانہ پانی میری قسمت کا

کٹی سو کوس کی منزل کشش ہے کچھ ادھر کی تھی
کہ میں ڈنکے کی چوٹ آیا بجا جب کوس رحلت کا

غبارِ راہ لائے ہو تو ہوں، ہیں اُوٹھا اُدھکے کہتا ہوں
کہ اک چھینٹا بھی کافی ہے مجھے بارانِ رحمت کا

کلیجے میں جگہ زائر نے دی ہے دل میں رکھا ہے
چُبھا ہے پاؤں میں جب کوئی کانٹا راہِ غربت کا

ترے غصے کے صدقے میں حضوری کا شرف پایا
تری چینِ جبیں لائے بل نکالا میری قسمت کا

جدھر چاہو ادھر کھینچو، جہاں چاہو وہاں باندھو
غلاموں کا گلا ہے اور اک رشتہ اطاعت کا

کہیں لائے ہو! نہ یوں کہہ کر مجھے آزاد کر دینا
کہ یہ بندہ نکمّا ہے، نہیں ہے کام خدمت کا

دوا خود ایک علّت ہے بڑھینگی علّتیں **حافظ**
علیل اچھے ہو، دیکھو اگر نہ جائے حرفِ علّت کا

جمیلوں سے پتا چلتا ہے تیرے حسنِ صنعت کا
بنایا ہے بشر کو تو نے یا رب کس کی صورت کا

بھلے کو آسرا تھا فضلِ حق کی زیارت کا
نہیں تو مر چکا ہوتا کوئی مہجور مدت کا

بلا میری کبھی عامل سے تعویذوں کی طالب ہو
بلائیں ٹالتا ہے ایک تعویذ اونکی تربت کا

مزار پاک پر نالہ بڑی مشکل سے روکا ہی — نکلتے ہی مخل ہوگا کسی کے خوابِ راحت کا

اگر پھر لے نہیں دیتے مجھے گرد اپنے روضے کے — تو پروانہ بنا دو مجھکو اپنی شمعِ تربت کا

کہاں وہ شان وحدت کی ہمارا رنگِ دوئی لیکن — دوئی رنگِ خاک ہیں بھرا ہی رنگ وحدت کا

تمہارے عہد میں بے وحدتوں کا رنگ پھیکا ہی — دوئی ہی لیکن اُس پہ بھی چڑھا ہی رنگ وحدت کا

جسے بھی ملنے والی معرفت ہو اوس نے لیا آ کر — سبق تم سے شریعت کا طریقت کا حقیقت کا

تمہارے بزمِ اقدس کا ہی ایسا فیض یا مولے — کہ اک ساعت کی صحبت اجر ہی صد سالہ طاعت کا

بشر کیسا۔ اگر جن بھی تری مجلس میں آ بیٹھے — تری صحبت کے صدقے میں ہو پتلا آدمیت کا

بچھی ہی آپ کے حجرے میں اک کملی فقیری کی — جما ہی آپ کے دروازہ پر بستر کرامت کا

اگر لکھی ہی مٹی ہند ہی کی میری قسمت میں — مراد آباد میں دیدو ٹھکانا ایک تربت کا

مراد آباد کے باہر جو گاڑا مجھ تڑپنے کو — تڑپنے سے اولٹ جائے نہ تختہ میری تربت کا

جمیل اللہ خود ہی اور پیارا ہی جمال اوسکو — جمالِ فضلِ رحمٰں ہی نمونہ شانِ قدرت کا

یہ دیدار کیا دیکھا تھا کوئی خواب دیکھا تھا — پلک تک بھی نہ جھپکی تھی کہ آیا وقت رخصت کا

پلا کر گھونٹ بھر ہمکو نکالا بزم سے ساقی — شرابِ وصل میں بھی کیا گھلا تھا زہر فرقت کا

کسی دن جاں پڑینگے ناتواں دیوار کے نیچے — مزہ لوٹینگے سایہ بنکے اوس کوچے کی رحمت کا

وہ کوچہ ہی جہاں بے عزتی کا نام عزت ہی — وہ کوچہ ہی جہاں بے عزتی ہی نام عزت کا

گنہگار انِ امت کو نظر ہی فضلِ رحمٰن پر
سہارا ہی تو احمد کا، بھروسا ہی تو رحمت کا

ہرے احمد میاں کا چہرہ انور ہی آئینہ
اس آئینے میں نقشہ دیکھ لو مرشد کی صورت کا

بصیرت کی نظر پڑتی ہی جب اس پاک چہرے پر
نظر آتا ہی جلوہ فضلِ رحمٰن کی شباہت کا

خدا رکھے ہمارے رحمت اللہ نعمت اللہ کو
کہ مجموعہ ہی یہ گھر اون سے رحمت اور نعمت کا

مدد کرتے ہو تم اوسکی جو پڑتا ہی مصیبت میں
نصیبوں سے پڑا ہی وقت حافظ پر مصیبت کا

نظم جو بارھویں سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں بتاریخ ۲۵ جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ پڑھی گئی

سوتے ہیں سب جو دم یہ ہوئی گوش زد ندا
حَیُّوا عَلَی الصَّلٰوۃ کہ ہی عام یہ صلا

غفلت میں تو ہی، ذکر میں چڑیاں ہیں نرم نرم
مردِ خدا! خدا کے لیے کہہ خدا خدا

کیا شمع کیلئے پتنگے پڑے ہیں جلے بجھے
بچنا جو نار سے ہی تو مالک سے لو لگا

پائی جو تو نے روح، وہ اللہ کی ہی دین
کھاتا ہی تو جو رزق، وہ اللہ کا دیا

یاد اوسکی تجھ سے ہو نہیں سکتی ہی پانچ وقت
جس نے حواس خمسہ کیے ہیں تجھے عطا

یہ سُنکے نیند اوڑ گئی، کافور ہوگئی
دیکھا کہ چل رہی ہی ادا سے ابھی نسیم
پہلے لیا پیالۂ لبریز ہاتھ میں
ما در پیالہ عکسِ رُخ یار دیدہ ایم
پینے کی ہی قسم تمھیں ای زاہدانِ خشک
یعنی شرابِ عشق کہ جس میں نشہ نہیں
کیا جانو تم کہ رند کسے کہتے ہیں شراب
کیا جانو تم کہ پاک ہی کیسی شرابِ عشق
تم جانتے ہو عشق اوسی نامراد کو
تمکو تو یہ خبر بھی نہیں، چیز کیا ہی عشق
تم تو یہی کہوگے کہ ہم لیکے کیا کریں
کس کام کا وہ عشق جو اک لادوا ہی درد
جب میں نے ایسے پھبکے یہ رکھے تو نے جواب
ایسی بڑی خطا تو کوئی میں نے کی نہ تھی
مجھکو تو اس میں بھی جو ملا لطف کیا کہوں

اوٹھکر وضو کے بعد فریضہ ادا کیا
چاہا کہ چکھیے پھر مئے بیرنگ کا مزہ
پھر یوں زبانِ حافظِ شیراز سے کہا
ای بے خبر ز لذّتِ شُربِ مدامِ ما
تر دامنوں کو ہی یہ روا، تمکو نا روا
لیکن جو اس پینے سے رہتے نہیں بچا
کیا جانو تم کہ عشق میں موتا ہی کیا مزہ
چھو جائے جس کے بیکو وہ ہو جا پارسا
جسکا ہی ایک نام ہوس، دوسرا ہوا
اوسکا مرض ہی نام، دوا اوسکی ہی قضا
آئی ہو جسکی موت، وہ لے نام عشق کا
جو درد موت ہی وہ ہی کس درد کی دوا
دل میں کہا کہ ہائے میں کیوں انکے مُنھ لگا
دل دُکھ رہا تھا، اور بھی اوسکو دُکھا دیا
دو اوئی عشق کو کہ یہ صدقہ ہی عشق کا

ای عشق آفریں تجھے، ای عشق آفریں — جتنا تھا درد، میرے ہی اک دل میں بھر دیا

بیدرد کر رہے ہیں دوا دل کے درد کی — دل کی دعا یہ ہی کہ ہو درد اور بھی سوا

ہاں درد اوٹھ کہ سینے سے تجھکو لگاؤں میں — ہاں عشق آ کہ مجھکو ہی تو جان سے سوا

آئے جو ٹیس درد کی اوٹھنے کو اس طرف — نالے کے بدلے دل سے اوٹھے شور مرحبا

جس دن مصیبت آتی نہیں آسمان سے — کہتا ہی دل کہ یَا اَسفا. وَا مُصِیبَتَا

القصہ کہتے کہتے یہ افسانۂ الم — تھا میرے ہاتھ میں جو پیالہ وہ پی لیا

پینا تھا وہ پیالہ کہ آنکھیں سی کھل گئیں — دیکھا کہ میں جہاں ہوں وہ ہی ملک دوسرا

اوس ملک کا احاطۂ پنجاب نام ہی — شاداب، سبزہ زار ہی، دلکش ہی، دلکشا

پنجاب کے احاطے میں ضلعِ سیالکوٹ — ضلعِ سیالکوٹ میں قصبے ہیں جا بجا

قصبے ہیں جتنے، سب ہیں قصبے بیش زیب و زین — قصبوں میں ایک قصبہ ہی پسرور خوشنما

پسرور کے نواح میں قریے ہیں بیشمار — ہر قریہ دلفریب، دلاویز، دلربا

قریوں میں ایک قریہ علی پور سیّداں — عشاق کی نگاہ میں ہی سیّدُ القُریٰ

نامِ علی کا ہی یہ علی پور میں اثر — مشکل کشا ہی، عقدہ کشا، بندِ دل کشا

پہنچا میں جس محل میں وہ اک خانقاہ ہی — رتبے میں شان میں ہی فلک سا، فلک نما

اوس قصر میں ہجومِ خلائق ہی بیشمار — کچھ اون میں اتقیا ہیں کچھ اون میں ہیں اولیا

پوچھا کسی سے میں نے یہ کیسا ہجوم ہی
چُپکے سے اوس نے جھک کے مرے کان میں کہا

خدّامِ صوفیہ کی ہی یہ پاک انجمن
ظاہر میں خاکسار ہیں، باطن میں ہی صفا

ارکان اسکے رکنِ رکینِ دینِ پاک کے
اعیان اُسکے عینِ یقیں، عینِ اتقا

بوے ریا نہیں ہی، ریاضت میں ہی خلوص
فرش اونکا بوریا ہی مگر سب ہیں بے ریا

پیوندِ خرقہ میں ہیں خوارق چھپے ہوے
سب پارسا نہاد ہیں، سب جامہ پارسا

ہی نقشبندیوں میں بس اک نقشِ سادگی
گیسو بڑھے ہوے ہیں، نہ جامہ ہی گیروا

ہستی مٹی تو ہستیِ بے نیست مل گئی
ہی پردۂ فنا میں نہاں دائمی بقا

آج اوس گلی سے اوٹھ نہیں سکتا جو ناتواں
کل دیکھنا کہ خلد میں جائیگا وہ کھڑا

سُن لیتے ہیں جو شاہ جماعت علی کا نام
کہتے ہیں جاں نثار کہ روحی لہُ الفدا

ہاتھوں سے دل کو تھامے کوئی کھنچتا ہی یوں
لینا خدا کے واسطے، دل ہاتھ سے چلا

شرطِ نجات پیر کی الفت کو جو کہے
اس پیاری شرط کی اوسے اللہ دے جزا

جو عاملِ اسمِ پیر کے ہیں اون کو کیا خطر
آسیب کون بھوت ہی، سایہ ہی کیا بلا

ایمان دستبرد سے محفوظ کیوں نہ ہو
دو پاسبان جسکے ہیں، اک خوف اک رجا

ڈوبے ہوے گناہوں کے! رحمت کی تو سنو
جو شرم کے پسینے میں ڈوبا، اوبھر چلا

لاکھوں، دیارِ دوست کے ہیں شیفتہ مگر
جس جس کا آب و دانہ اوٹھا، گھر سے چل دیا

غیبت کو چھوڑ حافظ! لکھ مدحتِ حضور
قسمت سے آج وقت ملا ہی حضور کا

مطلع ہوں اوتنے، حرف ہیں جتنے حضور میں
سنتے ہی اہلِ بزم کہیں دل سے واہ وا

مطلع ہوں ایک وزن کے، مطلب الگ الگ
صورت میں ایک سے ہوں، مزہ ہو جدا جدا

مطلع

دنیا کے غم کا غم ہو ترے غمزدوں کو کیا
تیرے بلاکشوں کو بلائیں ہیں کیا بلا

مطلع ۲

اچھا، برے بھلے مجھے کہ لیں برا بھلا
تیرا تو ہوں بھلے کو، بھلا ہوں کہ ہوں برا

مطلع ۳

ننگے کا پردہ دار ترا دامنِ حیا
مجرم کی عیب پوش تری فقر کی ردا

مطلع ۴

تجھ میں فنا مرید، تو اللہ میں فنا
جو تجھ سے آملا ہی وہ اللہ سے جا ملا

کیوں شہرِ ہست و شو کریں دریا کی جستجو
تر دامنوں کو بس ہی تری موجِ بوریا

تو شاہ ہی وہ شاہ کہ شاہوں کا شاہ ہی
تیرا گدا ہیں، تیرے گداؤں کا میں گدا

دیوانے پر ترے کوئی صدمہ نہیں گراں
بھاری سا بھاری سنگ بھی ہلکا ہی پھول سا

منجدھار میں ہی ناو تو ہو، کس کو غم یہاں
پیارے ہو تم خدا کے، ہمارے ہو ناخدا

مجھکو عطا ہو بزم میں خلوت در انجمن
دل کو خلا ملا ہیں۔ خدا سے خلا ملا

اونکا ہی سبق ہی جو ہیں مبتدی مرید
جنت خبر ہی، آپ کی بیعت ہی مبتدا

صدقے میں درد ہی کے ملو کاش مجھکو تم
میں دردمند، تم ہو مرے درد کی دوا

جو دُکھ ہو لا علاج، تم اوسکا علاج ہو
جو درد لا دوا ہو، تم اوس درد کی دوا

میرا ہی درد سیکڑوں دردوں کا ایک درد
تیری دعا ہزار دواؤں کی اک دوا

لاکھوں بلاؤں کی ہی بلا اک بلا مری
لاکھوں علاجوں کا ہی علاج اک تری دعا

کیا سرگزشت اپنی کہوں، اپنے رفت رفت
کیا ماجرا میں عرض کروں ماجراے جراے

چوکھٹ تمھارے در کی، فقیروں کی تکیہ گاہ
کُرسی تمھارے گھر کی۔ امیروں کا مُتکا

کیا تیرے خوشہ چینوں کا اونچا دماغ ہی
پہنچا ثرے سے رکھیں ثریا کا مرتبہ

بیخود بنا دو مجھکو پلاکر شرابِ عشق
نکلوں میں باہر آپ سے مانندِ مدعا

جامع ہو تم تو ظاہر و باطن کے علم کے
کردو ہمارے ظاہر و باطن کو ایک سا

گوش و زباں سے ہم نے خدا کے کیے قصور
کہ سُنکے بخشوا دو ہمارا کہا سُنا

ہم سبز باغ دیکھ چکے اب دکھایئے
قبّہ وہ سبز سبز، وہ روضہ ہرا بھرا

لائی ہواے دل تو علی پور تک مجھے
اب لیچلے نجف کو علی پور کی ہوا

ظلّ ہما سے ہوتے ہیں شاہ اور شاہ جی
تو ہی خدا کا سایہ، نہ اسایہ ہی ہما

کہنے کی بات بھی نہیں، کہنے کی تاب بھی
ہاں شرحِ صدر ہو تو کروں شرحِ ماجرا

وہ بدنصیب داغ ہوں میں جس کو رات دن
ہر چرخ و زمیں کی پستی رہتی ہی آسیا

میرے چمن کو کیسی خزاں کی نظر لگی
اب گل کا قہقہہ ہی نہ بلبل کا چہچہا

قسمت میں میری آہ جو آئی تو بے اثر
حصے میں مجھکو نالہ جو پہنچا تو نارسا

عشق اختیار کا ہی، نہ دل اختیار میں
ہی عاشقی گناہ تو میری ہی کیا خطا

ای ضعف اثر ہو یا نہ ہو، اتنا تو ہو کہیں
دل سے نکل کے آئے دعا، لب سے ہو ادا

یَا غَافِرَ الذُّنُوْبِ وَیَا سَاتِرَ الْعُیُوْب
اِغْفِرْ لَنَا الذُّنُوْبَ کہ پردہ رہے ڈھکا

میری خطا تو میری ہی، تیری عطا تری
اللہ! دیکھوں اپنی خطا یا تری عطا

تجھپر ہی آشکار، نہاں ہو کہ آشکار
تجھسے ڈھکا چھپا نہیں کوئی چھپا ڈھکا

تجھپر ہی آشکار جو میری ہی آرزو
اسکے سوا نہیں کہ نہ ہو دل میں ما سوا

دل میں نہ ہونے پائے ہوا و ہوس کا دخل
دل کو ہوس ہوا کی۔ ہوس کی نہ ہو ہوا

ہو ایک ذکرِ عشق۔ ہوس سوز ہر نفس
انفاس کا ہو پاس، ہوا کا ہو دم ہوا

رسوا نہ ہوں میں حشر میں نیکوں کے سامنے
چھپکر کیے گناہ، نہ کھل جائیں برملا

تو درگزر کرے تو یہ رحمت کی شان ہی
قابل سزا کے ہیں مرے افعالِ ناسزا

تو ہی بڑا مجیب، یہ کر لے دعا قبول
دیتا ہوں تجھکو تیرے پیاروں کا واسطہ

ہم نے جاکے روضے میں کیا بتائیں کیا دیکھا
نورِ مصطفےٰ دیکھا - جلوۂ خدا دیکھا

حق یہ ہی کہ تم حق ہو اور نورِ مطلق ہو
حق نے جس کو دیں آنکھیں تم کو حق نما دیکھا

تونے دشمنوں کو بھی پیٹ بھر کے روزی دی
تجھکو تیرے اپنوں نے عالم آشنا دیکھا

بیچ میں دامنوں والے آگئے ہوا دینے
غش میں جب کوئی بیکس خاک پر پڑا دیکھا

تھے سبھی بھرے بیٹھے دیر چھیڑنے کی تھی
سینہ چیر کر اک اک دل کا آبلہ دیکھا

باوفا کوئی تم سا خوبرو نہیں پیدا
سب سے دل لگا دیکھا ہم نے جی کھپا دیکھا

میں خطا کا پتلا ہوں مجھسے پھر خطا ہوگی
اوسکو آزمانا کیا جس کو آزما دیکھا

حضرتِ مسیحا بھی ہیں مجھی سے آزاری
دردِ دل سنا دیکھا زخمِ دل دکھا دیکھا

بات یہ نہیں کھلتی چھیڑ پہلے کس نے کی
حسن و عشق کا یارو طرفہ ماجرا دیکھا

عرش سے ادھر ہو لے ذاتِ حق کو دیکھ آئے
طور پر کلیم اللہ! سچ بتاؤ کیا دیکھا

تجھکو صورِ محشر کا انتظار ہے شاید
عمر بھر اجل! تیرا ہم نے راستا دیکھا

گوشۂ خلا میں کیں تم نے دو بدو باتیں
تم نے سر کی آنکھوں سے رب کو برملا دیکھا

زائر اس قدر خوش ہے جیسے کچھ پڑا پایا
راہ چلتے جب چھالا پاؤں میں پڑا دیکھا

آئنہ بنایا تھا کیوں جمالِ حضرت کا
شاہدِ حقیقی نے آئنے میں کیا دیکھا

ظلِ حق ہیں بے سایہ - سایہ ابر کا اُن پر
لو خدا کے سایے میں سایۂ خدا دیکھا

پردہ پوشِ الفت ہے فیض باطنی حافظ
دل سے دل ملا دیکھا - ظاہرا جدا دیکھا

بڑے داتا نے دیا ہے تجھے داتا! دینا
اپنے محتاج کو اک بھیک کا ٹکڑا دینا

تیرا محتاج کسی اور کا محتاج نہ ہو
اغنیا کی نہ ہو پروا - نہ مجھے اتنا دینا

میں تولّا کا ہوں بھوکا - میں تولائی ہوں
میرے والی! مجھے مولےٰ کا تولّا دینا

کچھ ترس کھا کے کوئی جلوہ دکھا دینا تھا
یا ترستے ہوئے کو اور بھی ترسا دینا

تو نے بندوں کو سکھائی ہے دعائے حسنات
دین و دنیا میں مجھے - دین میں دنیا دینا

تیری ہی بھیک میں ملتا ہے گداؤں کو مزہ
ہاتھ پھیلائے کہے جاتے ہیں دینا دینا

مل گئے تم تو خدا آپ ہی مل جائیگا
کیوں کہوں میں کہ خدا تک نہ مجھے پہنچا دینا

ہاتھ آیا وہ نہیں قدرت سے عجب دستِ شفا
ہاتھ رکھکر دلِ بیتاب کو ٹھہرا دینا

پاتے ہی حکمِ طلب - دل سے یہ ٹھہراتا ہوں
کہ حضوری میں تڑپنے کی نہ ٹھہرا دینا

صبرِ مرحوم کی یاد آتی ہے رہ رہ کے مجھے
حسرتیں مر گئی ہیں، دل کو ہی پرچا دینا

جاگنا ہی مری قسمت میں اگر لکھا تھا
کاش ملتا ترے در پر مجھے پہرا دینا

میں نے جب درد بھرے دل سے دعا کی تو یہ کی
درد سے جو نہ بھرے - دل نہ مجھے ایسا دینا

تجھ سے پوشیدہ نہیں دل کی تمنّا یارب
یہ تمنّا ہے کہ کوئی نہ تمنّا دینا

نام لیتا ہوں ترا - جان تجھی کو دونگا
کام آئیگا تو کیا آئیگا - لینا دینا

دل بھی مضطر ہے - تسلّی بھی دل آسا ہے ضرور
دلِ مضطر کو ضروری ہے دلاسا دینا

مور و مار اوسکو برابر ہیں کہ ہی وہ رزاق — کوئی ہو۔ رزقِ مقدر اوسے پہنچا دینا

غم دیا۔ عیش دیا۔ دین دیا۔ دنیا دی — دیدیا میرے خدا نے جسے جو تھا دینا

پائینگے ظالم و مظلوم سزا اور جزا — اوس سے بدلا تجھے لینا۔ اسے بدلا دینا

اب تو حافظ میں ہیں ای عقل کچھ اندازِ جنوں
راہ چلتے کہیں مل جائیں تو سمجھا دینا

نکل کر جا نہیں سکتا کبھی دل سے خیال اونکا — یہ شیشے میں سمایا ہی پری بنکر جمال اونکا

خدا والوں کا پردہ یا خدا سے ہی وصال اونکا — فقط نقلِ مکانِ ظاہری ہی انتقال اونکا

نہیں کچھ تابعِ فرمانِ ابرو اک ہلال اونکا — مہ کامل کو دو ٹکڑے کیا۔ دیکھو کمال اونکا

ہی اونکے دیکھنے والوں کی قسمت دیکھنا باقی — دکھائیں اپنے جو چاہیں جمال اونکا جلال اونکا

رخِ روشن ضرور آئینہ ہی۔ آگے خدا جانے — خدا نے اوس میں اپنا حسن دیکھا یا جمال اونکا

تصور نے کیا ہی دور سب دوری کے پردوں کو — نظر میں اب برابر ہی فراق اونکا وصال اونکا

وہ دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ ہم نے دل کو صاف کر رکھا — اونھیں کا آئنہ ہی۔ صورت اونکی ہی جمال اونکا

سیہ کارانِ امت پر نہ آئی آنچ محشر میں — نبی کے عشقِ گیسو میں بندھا تھا بال بال اونکا

یہ کس منھ سے کہوں میں جان مال اون پر فدا کردو — وہ میرے مال کے مالک ہیں میری جان مال اونکا

ترے دیوانے جو بکتے ہیں اونکا حال کیا ہوگا — جو کچھ کہتے نہیں ہیں منھ سے۔ حال اونکا ہی قال اونکا

سر اون قدموں کے صدقے ہو۔ اونھیں قدموں کا صدقہ ہی
قدم رکھتا نہیں فرشِ زمیں پہ پائمال اونکا

نہ امت کو وہ بھولیں گے نہ امت اونکو بھولیگی
ہے امت کا خیال اونکو ہے امت کو خیال اونکا

عجب کیا پاک ہو جائیں تری امت کے تر دامن
پسینے میں اونھیں تہلا رہا ہے انفعال اونکا

پڑے ہیں پوچھنے کو سیکڑوں بیمار دنیا میں
جو ہیں بیمار مرنے کے لیے۔ نہ پوچھو کوئی حال اونکا

فراقِ مصطفے کے جس قدر صدمے تھے سب سہہ کر
خدا سے ہو گیا واصل طلبگارِ وصال اونکا

حبش تک بجنے والا تھا مدینے والے کا ڈنکا
مدینے میں موذن تھا حبش والا بلال اونکا

اونھیں کی نذر کردی ہم نے ساری عمر اے حافظ
گھڑی اونکی ہے پل اونکا مہینا اونکا سال اونکا

منم و درد و آہ و زاری ہا
منم و جان و بیقراری ہا

دوستاں دشمنند دوست نما
طرفہ عیاریست یاری ہا

پاک تو و شانِ بے نیازی تو
یک من و صد امیدواری ہا

پاسِ انفاس نیز چند نفس
چند ہا چند، از نفس شماری ہا

طینتت خاک و زینتت خاکست
خاک بر فرقِ تاجداری ہا

ذکر بیفکر، ہست بیکاری
فکرِ بے ذکر، شرمساری ہا

حافظ آں قصۂ الست چہ بود

چہ شد آں عہد و استواری ہا

ردیف (ب)

اللہ ختم ہو گی شبِ انتظار کب
جینا بچیگا عاشقِ شب زندہ دار کب

بیٹھیگا چین سے یہ دلِ بیقرار کب
دیکھیگا وہ گلی مرے پروردگار کب

قصدِ مدینہ کرکے میں ہونگا سوار کب
بدلیگا رنگ ابلقِ لیل و نہار کب

کہتا ہے دل ہی دل میں مرا غنچۂ مراد
میرے لیے چلیگی نسیمِ بہار کب

کھجلا رہے ہیں شوق میں تلوے پڑے ہوے
لینگے خبر مدینے کے صحرا کے خار کب

مہجورِ خاکسار کو ہے کب سے انتظار
پروائی لیکے جائے بچھاں کو غبار کب

کیا دوں جواب، دل کا تقاضا ہے بار بار
کب دیکھنے کو اب وہ ملیگا مزار، کب

وہ سنگِ اسود اب ہے کہاں، ملتزم کہاں
اب کب ملیگی لذتِ بوس و کنار، کب

بہلاؤں اپنے دل کو میں سو سو طرح مگر
آتا ہے میرے دل کو مرا اعتبار کب

جن وحشیوں کو ہے قدِ بے سایہ کی تلاش
درکار ہے انھیں شجرِ سایہ دار کب

رخصت کے وقت رہنے بھی قایم اگر حواس
تھا اختیار میں دلِ بے اختیار کب

پارے کو بھی سُنا ہی ٹھہرتے کبھی کبھی / اس بیقرار دل کو ملیگا قرار کب

اللہ کب اوڑینگے تب ہجر کے دھوئیں / نکلیگا ٹھنڈی آہ کے دل کا بخار کب

گن گن کے بخشے جائینگے ہمسے گناہگار / ہم گن رہے ہیں دن کہ ہو روزِ شمار کب

حافظ نے جب کہا کہ مدینے کو جائینگے / کہنے لگا اوچھل کے دلِ بیقرار کب

ردیف (ت)

رہے وہ روضہ وہ اوسکی بہار کی صورت / نظر میں ہی ابھی نقش و نگار کی صورت

ہی سب سے تاج الگ میرے تاج والے کا / جدا ہی سب سے مرے تاجدار کی صورت

بڑھے یہ شوقِ تصور کہ دل ہو آئینہ / اوس آئینے میں نظر آئے یار کی صورت

تجلیات کا پردہ مزار پر ہی پڑا / مزار میں ہی کسی پردہ دار کی صورت

بنی کی آنکھیں سفید و سیاہ کرتی ہیں / نہیں کچھ ابلقِ لیل و نہار کی صورت

حضور میں تو بلاکر حضور اوسے دیکھیں / عجیب کچھ ہی دلِ بیقرار کی صورت

ملی ہیں چشمِ تصور کو مفت کی پلکیں / کُھبی ہی طیبہ کی ہر نوکِ خار کی صورت

گرے جو اشک، تو قطرے کے مول بھی نہ رہی
نظر سے گر گئے دُرِ آبدار کی صورت

بھلے نہ ٹھہرے کہیں ہم سے خاکسار غریب
اوٹھے غبار سے ہم، بیٹھے غبار کی صورت

قدم لوں آپکے، یا اوڑ کے پہنچوں دامن تک
کہاں یہ منھ ہے، یہ مُشتِ غبار کی صورت

بدل کے رنگ، دل اوسکو بھی کھوئے دیتا ہے
رہی سہی جو ہے کچھ اعتبار کی صورت

وصال بس میں نہیں ہے، خیال میں نہیں یہ
عجیب ہے دلِ بے اختیار کی صورت

فراقِ روضہ میں جو رات دن تڑپتا ہو
ہے ایک اوسکو خزان و بہار کی صورت

ارادہ حشر کے میدان کا کیا مجبور
نہ نکلی جب کوئی دیدارِ یار کی صورت

مدینے میں بھی نہ بیٹھے قرار سے حافظ
قرار دی تھی یہ دل میں قرار کی صورت

ردیف (ث)

چرخ سے برتر ہے شانِ فضلِ غوث
چرخ والے مدح خوانِ فضلِ غوث

جنّتی ہے اوس میں جو داخل ہوا
ہے نویں جنت مکانِ فضلِ غوث

سنگدل آئے تو دل ہو جائے موم
ہے وہ سنگِ آستانِ فضلِ غوث

آپ مہمانِ خدائے پاک ہیں — ایک عالم میہمانِ فضلِ غوث

ہوگیا وہ جس سے جو کچھ کہدیا — ہے وہ تاثیرِ زبانِ فضلِ غوث

شان والے شانِ والا کے مُقر — ہے جدا شانوں سے شانِ فضلِ غوث

رازدارِ حق تعالےٰ اونکا دل — حق تعالےٰ رازدانِ فضلِ غوث

ہے مسلّم اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبٍ — ہیں محمد غوث جانِ فضلِ غوث

آپ ہی کی ذات سے زندہ ہے نام — آپ ہیں روحِ روانِ فضلِ غوث

آپ فضلِ غوث کے قائم مقام — آپ سے قائم نشانِ فضلِ غوث

یہ شرف کیا کم ہے اے حافظ تمھیں — کہتے ہیں سب مدح خوانِ فضلِ غوث

آپ ہی کی بڑی سرکار ہے یا حضرتِ غوث — آپ سے مجھکو سروکار ہے یا حضرتِ غوث

آپ ہی اوسکی دوا آپ ہی اوسکی ہیں شفا — دل کا آزار دل آزار ہے یا حضرتِ غوث

کیوں بنائے نہیں دل کو ہدفِ تیرِ نگاہ — دل میں اک حسرتِ دیدار ہے یا حضرتِ غوث

روح کا فیض ادھر بھیجو ادھر فیض کی روح — اب تو جینا مجھے دشوار ہے یا حضرتِ غوث

نرگسی آنکھ سے کوئی بھی اشارہ نہ ہوا — دل تو بیمار کا بیمار ہے یا حضرتِ غوث

قیدیِ سلسلہ کی لیجیے للہ خبر — کہ بلاؤں میں گرفتار ہے یا حضرتِ غوث

آپ ہی ہیں مرے والی کہ ہوئے آقا — کوئی یاور نہ مددگار رہی یاحضرتِ غوث

نقدِ دل قلب ہے۔ تم چاہو تو ہو جائے کھرا — قلب کا کون خریدار ہے یاحضرتِ غوث

حکمِ والا کے ہیں انسان بھی جن بھی تابع — مرجعِ عام یہ دربار ہے یاحضرتِ غوث

ہاں بلا بھیجئے بغداد میں جی کی تو یہ ہے — ہند میں جینے سے بیزار ہے یاحضرتِ غوث

آپ اگر بات نہ پوچھیں تو خدائی بھر میں
کون حافظ کا مددگار ہے یاحضرتِ غوث

ردیف (ج)

نبی بہت ہیں، نبوت کا سب کے سر پہ تاج — وہ تاج والے ہیں تم تاج والوں کے سرتاج

زہے شرف جو فقیروں کا ہو سلام قبول — سلامی آپ کا ہر تاجدار ہے، ہر تاج

ملا کسی کو نہ آدم سے تا جنابِ مسیح — بنا تھا ختمِ نبوت کا بہرِ سرور تاج

جو تاجدارِ نبوت ہے ایک ایک نبی — تمھاری ذاتِ گرامی ہے گوہرِ سرتاج

خدا نے کھائی ہے جس خاک کی قسم بخدا — وہ خاکِ پائے مبارک ہے عرش کو سرتاج

تمھارے رتبۂ والا سے ہو گیا ثابت — کہ تاجِ ختمِ نبوت ہے سب سے برتر تاج

حضور کی ہی سخاوت، حضور کی ہی عطا | کیا جنابِ سلیماں کو شاہ، دیگر تاج

غرور تھا جنھیں دنیا میں تاج پر حافظ
ہیں پایمال وہ سر، کھا رہے ہیں ٹھوکر تاج

ردیف (ح)

تمھارے ابروؤں کو ہی ہلال پہ ترجیح | تمھارے چہرے کو ماہِ کمال پہ ترجیح
خدا کا مثل ہی کون، آپ کا نظیر کہاں | کسی مثال کو ہی اس مثال پہ ترجیح
خیالِ پاک تمھارا ہی صدرِ بزمِ خیال | نہیں کسی کو تمھارے خیال پہ ترجیح
تری نگاہ کے تیروں کا رُخ ادھر ہی رہے | نہ ہو کسی کو ترے خستہ حال پہ ترجیح
مقابل اونکے ہوں یوسف تو صاف کھل جائے | کہ کس جمال کو ہی کس جمال پہ ترجیح
زبانِ قال ہی گویا، زبانِ حال خموش | نصیبِ حال کو پھر بھی ہی قال پہ ترجیح
اگر وصال سے پہلے فراق سے ہو فراق | تو ہم فراق کو دینگے وصال پہ ترجیح
اگر ادھر سے ہو جذبہ، تو پھر رسائی کو | نگاہ پہ ہو تقدم، خیال پہ ترجیح
عرب کے اہل زباں تھے فصیح ایک سے ایک | نہ تھی کسی کو اذانِ بلال پہ ترجیح

کہاں کے علت و معلول و راجح و مرجوح
ترے کمال کو ہی ہر کمال پہ ترجیح

فراقِ روضہ میں ہر ایک دن بھی ایک پہاڑ
کہ آن آن کو ہی ماہ و سال پہ ترجیح

صدا ہی منہ سے نہ نکلی کہ پا لیا سب کچھ
جواب کو ہی گدا کے سوال پر ترجیح

بڑھی ہوئی ہی طلب سے خوشی حضوری کی
وصال کو ہی نویدِ وصال پر ترجیح

ہیں ایک دائرے میں خط ہزار، مرکز ایک
نہیں کسی کو کسی کے خیال پر ترجیح

سبق ملا یہ درودِ نماز سے حافظ
نہیں کسی کو پیمبر کی آل پر ترجیح

ردیف (خ)

کیا کہوں کیا ہی بارھویں تاریخ
دل کا ٹکڑا ہی بارھویں تاریخ

سُنّیوں کو ربیعِ اول کی
فرحت افزا ہی بارھویں تاریخ

دل کی ہی جان، جان کی ہی روح
واہ کیا کیا ہی بارھویں تاریخ

دیکھ سکتے نہیں اسے منکر
یدِ بیضا ہی بارھویں تاریخ

فخر، میلادِ فخرِ عالم کا
تو نے پایا ہی بارھویں تاریخ

جمع حوریں بھی ہیں، فرشتے بھی
کیا تماشا ہی بارھویں تاریخ

دن سب اچھے ربیع اول کے
سب سے اعلےٰ ہی بارھویں تاریخ

فرش سے عرش تک ہی نور ہی نور
طرفہ جلوہ ہی بارھویں تاریخ

کس مسرت کے جوش سے گھر گھر
بزم برپا ہی بارھویں تاریخ

فیض ہوئے ہر ایک محفل میں
جلوہ فرما ہی بارھویں تاریخ

قدسیوں کا تمام عالم میں
ایک میلا ہی بارھویں تاریخ

ابر رحمت امیدواروں پر
آکے چھایا ہی بارھویں تاریخ

شام سے چاندنی بچھانے کو
چاند نکلا ہی بارھویں تاریخ

یہ دوشنبہ کا روز جاں افروز
تیرا حصہ ہی بارھویں تاریخ

حافظ مدح خوان و زمزمہ سنج
نغمہ پیرا ہی بارھویں تاریخ

ردیف (د)

ہوش کی لینگے خبر ہم ہوش میں آنے کے بعد
آپ کھو دے جائینگے اپنی خبر پانے کے بعد

خاک کا اک ڈھیر اندر، ایک باہر قبر پر
اور ہی کچھ شکل بن جاتی ہے مٹ جانے کے بعد

انکو انکے دیکھنے کی آرزو ہی - دیکھیے
کسکی ہو کر رہتی ہے دل سے نکل جانے کے بعد

دیکھنے والوں کے دم کی ہو دمِ دیدار خیر
آنہ جائے موت غش پر غش چلے آنے کے بعد

ابر ٹوٹے جھونپڑے پر سایہ تو کرتا ہی کیا
یا گرجنا یا برس پڑنا تھا چھا جانے کے بعد

راہ طیبہ میں کوئی ڈھونڈے نہ پائیگا مجھے
بیخودی! تو کھو نہ دینا مجھکو پا جانے کے بعد

دیکھکر بے پردہ، انکو دنگ رہ جائینگے ہم
اور ہی کچھ رنگ ہوگا رنگ اڑ جانے کے بعد

بیحیائی تھی کہ تھوڑی دیر کی شرمِ گناہ
پانی پانی ہمکو ہو جانا تھا شرمانے کے بعد

سوئے ایسے پاؤں پھیلائے شبِ گور آہنی
صبح محشر تک بھی کروٹ لی نہ سو جانے کے بعد

اور وارث کون ہوگا لختِ دل، یا طفلِ اشک
رو دینگے دونوں کے دونوں دل کے مر جانے کے بعد

غنچۂ غم کی وہ آئی، کرگئی دل کو تباہ
اب خدا والی ہے گھر کا، لوٹ پڑ جانے کے بعد

پوچھتے ہیں کیسے کیسا تھا ترسنے کا مزہ
اب ترس آیا ہے مجھ پر مجھکو ترسانے کے بعد

گھر میں بیٹھے بیٹھے دل وحشت سے گھبراتا ہی کیا
راہ جنگل کی بھی لینا ہے گھبرانے کے بعد

کہتے ہیں بیمار سے "دیکھو تو یہ کون آگیا"
خود کھلے ہا پرسش کے پردے میں چلے آنے کے بعد

ہم تو حافظ! شرط بدکر سوئینگے مردوں سے آج
یہ نہو وہ چونک جائیں خواب میں آنے کے بعد

مجھکو پہچانیں ذرا سا غور فرمانے کے بعد
سامنے پہنچوں ذرا سا منہ نکل آنے کے بعد

اپنی صورت بھی نہ پہچانی وہ صورت دیکھکر
رنگ بھی فق ہو گیا تھا رنگ پہچانے کے بعد

راہ چلتے ہو گیا ہمسے نکموں کا تو کام
کام کے ٹھہرے رہِ مولیٰ میں کام آنے کے بعد

محفلِ اقدس میں بھی نچلا نہ بیٹھا ایک دم
جی میں پچھتاتا ہوں میں دل کو یہاں لانے کے بعد

ہند میں ۔ دل کی لگی ہے تو ۔ مدینے کی طرف
ہے وہاں ہیں جانے کی دھن ۔ دوبارہ ہو آنے کے بعد

ہم سے غم کہتا ہے مجھکو تھوڑا تھوڑا کھاؤ آج
اور کیا کھا کر جیو گے کل، مجھے کھانے کے بعد

کسکی قسمت میں ہے خوش ہو ہو کے آنکھیں سینکنا
بجلیاں کس پر گرینگی میرے غمخانے کے بعد

مجھکو اس در سے ذرا ٹہلاتے ہیں تو چلّانے تو دیں
بیٹھ جائیگا گلا آخر تو چلّانے کے بعد

سنگِ اسود کا تصور بند ہوتے پتلی بن گیا
ہو رہا آنکھوں کا آنکھوں میں سما جانے کے بعد

جیتے جی ہم خاک اوڑاتے پھرتے تھے آپ مرے
لگ گئی مٹی ٹھکانے ڈھیر ہو جانے کے بعد

رکھیے اپنے حلقۂ بیرونِ در سے باندھکر
وحشیوں کو زیورِ زنجیر پہنانے کے بعد

میری گل خاکِ شفا تھی جسکی تسبیحیں بنیں
دیکھیے اب کیا بنے تسبیح کے دانے کے بعد

شمع جلتی ہے جو بالینِ مزارِ پاک پر
کاش میرا نام لکھ لے اپنے پروانے کے بعد

خاک بھی مجھ دل جلے کی کوئی چھو سکتا نہیں
آگ رکھی ہے دبا کر ۔ ڈھیر ہو جانے کے بعد

ہے ادب سے دور حافظ کا تڑپنا چیخنا

کیا کرے بیچارہ ، اونکا روضہ یاد آنے کے بعد

میری تربت سمجھنا ہی یہ مرجانے کے بعد
پنچ مے ٹھوکر اگر کوئی مرے کھانے کے بعد

خانہ پھرتی ہنسی بیچارے کی خدا جانے اہل
ہی خدا ویرانی کا تیرے دیوانے کے بعد

عیش و غم کچھ بھی نہ چھوڑا دل نے تیری یاس لے
اب نہ سنا ہی نظر میں گھر کے لٹ جانے کے بعد

دل تمہارا گھر ہے آنکھیں ہیں تمہاری جلوہ گاہ
دل کے گوشے میں رہو آنکھوں سے چھپ جانے کے بعد

خوب ہی پھوٹا کرے آنکھیں حرم سے پھوٹ کر
پھوٹی آنکھوں سے نظر آیا نہ کچھ آنے کے بعد

توبہ توبہ ایسے جینے سے کہ بے توبہ مریں
توبہ توبہ ہمکو پھر جینا ہے مرجانے کے بعد

اپنے چہرے سے ہی پیارا اپنے چہرے کا وہ رنگ
سبز گنبد تک پہنچ جائے جو اڑ جانے کے بعد

مرنا جینا سب کو ہے لیکن کسی بیکس کا نام
زیست کے خانے میں لکھ دو موت کے خانے کے بعد

ہمکو جتنا غم کھلانا ہے کھلا دو جیتے جی
کھائینگے مرنے سے پہلے پھر نہیں کھانے کے بعد

ہم نے خلوت انجمن میں دیکھی آنکھیں کھول کر
انجمن خلوت میں آنکھیں بند ہو جانے کے بعد

موت کڑوی ہے مگر تلخی ہے اوسکی خوشگوار
جسکو چکھنا ہو وہ چکھ لے اونکا غم کھانے کے بعد

ان میں ناوک کی قدر و قیمت دل سے پوچھ آنکھوں سے پوچھ
دل میں چبھ جانے کے بعد آنکھوں میں کھب جانے کے بعد

جو نہیں مرتے کبھی وہ بھوکا ہے دیدار کی
جو نہیں جیتا کبھی وہ دل ہے مرجانے کے بعد

ہیں فقط گنتی کے سجدے اسقدر ذوق سجدہ
سہو کے سجدے کرونگا بھول پڑ جانے کے بعد

ہاتھ سے دل کھو کے حافظ کو ہوئی کچھ دل کی قدر
دل سا دیوانہ نہ پایا دل سے دیوانے کے بعد

خونِ دل آنکھوں میں رکھا دل کے بھر آنے کے بعد
اور وہ پیمانے پائے ایک پیمانے کے بعد

بڑھ چلی آلودگی، جتنا پھرے دنیا میں ہم
اور بھی تر ہو گیا دامن ہوا کھانے کے بعد

کس مزے کا غم ہی، کیا لذت ہی، کیسا ذائقہ
جی نہیں بھرتا ہمارا پیٹ بھر کھانے کے بعد

مر رہا تھا آپ کا بیمار، مر ہی جائیگا
آپ کے آنے سے پہلے، آپ کے جانے کے بعد

زندگی میں شکر واجب ہی بقدرِ عافیت
ہو گی قدرِ عافیت معلوم مر جانے کے بعد

دل کو سمجھونگا اگر کہنا نہ مانیگا مرا
دل سے سمجھونگا میں لیکن دل کو سمجھانے کے بعد

ابتو زنجیر سے اتنی بھی صدا آتی نہیں
کسکو پکڑا، کسکو جکڑا اونکے دیوانے کے بعد

ہمکو غش آیا، جو وہ جلوہ نظر آیا نہیں
طور والوں کو غش آیا کچھ نظر آنے کے بعد

مر نہ جاؤں اونکی صورت دیکھنے سے پیشتر
پردہ اوٹھنے کی کوئی صورت نظر آنے کے بعد

ہاتھ پھیلانے کی تھی جو شرم، اونکے ہاتھ تھی
غور سے دیکھا جو میں نے ہاتھ پھیلانے کے بعد

پھر تڑپنے کو ہی دل، پھر ضعف کا ہی یہ کلام
دم ذرا لینے کے بعد، اک لحظہ سستانے کے بعد

آنکھ میں پھرنے لگیں موجیں مئے بیرنگ کی
رنگ لائیگی طبیعت اور لہرانے کے بعد

میری آمد رشد مدینے کی، رہے مثل نفس — جا کے آنا ہو تو پھر جانا بھی ہو آنے کے بعد

کرکے آنکھیں بند حافظ چین سے لیٹیں تو آپ
خواب میں آئینگے وہ آنکھوں میں خواب آنے کے بعد

پہلے آیا رزق، پھر ہم رزق کے آنے کے بعد — پہلے دانہ اوٹھ گیا، پھر ہم اوٹھے دانے کے بعد

جیتے جی ہم مر گئے تو مر کے جیتوں میں پڑے — یہ وہ مطلب تھا جو نکلا فوت ہو جانے کے بعد

سوتی تھی تقدیر، میں بیدار، کیا تھی شکل دید — جاگ اوٹھی تقدیر میری، امیر سو جانے کے بعد

یہ بگڑنا تھا کہ بننا تھا، اونھیں رحم آ گیا — بن گئی بیمار کے دم پر، بگڑ جانے کے بعد

المدد ای لغزش پا، یہ نہی کوچہ تو ہی — ایک اوٹھونگا تو دنیا ہی سے اوٹھ جانے کے بعد

آرزوئیں جس قدر مرتی گئیں ہم خوش ہوے — پھول کھلتے ہیں یہاں کلیوں کے مرجھانے کے بعد

آئے ہیں دنیا میں ہم دنیا سے جانے کے لیے — خیر تو یہ ہی کہ پھر آنا نہیں جانے کے بعد

پائی بیداری سے آنکھوں میں نہ تل بھر بھی جگہ — میٹھی نیند آئی مگر کڑوی گھڑی آنے کے بعد

ایک پردہ جب اوٹھا اونکے رخ پر نور سے — آٹھواں پردہ بنا آنکھوں کا اوٹھ جانے کے بعد

گوشہ تربت کہاں، وہ نور کی صورت کہاں — کھل گئیں آنکھیں سبھی آنکھیں بند ہو جانے کے بعد

واہ منھ سے، آہ دل سے، کچھ نکلنا ہی ضرور — اونکی ٹھوکر ہضم ہو سکتی نہیں کھانے کے بعد

کھولکر آنکھیں جدھر دیکھا، اودھر تھا تو ہی تو — ایک ہی دھیان یوں میں تیرا دھیان بندھ جانے کے بعد

وہ ہی تکلیف توبہ ہے کہ توبہ ہی بھلی
چین آیا نفس کو توبہ سے باز آنے کے بعد

کاش آنکھوں کا اوجالا بنکے آنکھوں میں رہے
اونکی صورت چاند سی آنکھوں میں پھر جانے کے بعد

پہلے حافظ کو گناہِ عشق کی لذت ملی
اب سزا کا پڑ گیا چسکا سزا پانے کے بعد

ناخنِ غم گھس گیا جب سینہ کھجلانے کے بعد
سینہ کھجلاتا رہا، ناخن کے گھس جانے کے بعد

تخمِ الفت کو بنایا جس نے دل کا آبلہ
پہلے دانہ دیدیا، پانی دیا دانے کے بعد

گرہی اچھا چشم بند و گوش بند و لب بند
یہ بھی کب، اونکا تصور دل میں آجانے کے بعد

ایک ٹھوکر کی توقع میں پڑے پاؤں سے
اونکے گھر پہنچا ہوں کتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد

جی اوٹھے ٹھوکر ہی سے ہم، رہگیا یہ اشتیاق
قُم باذنِ اللہ فرمائینگے ٹھکرانے کے بعد

بھر کے دے پیمانہ ساقی عمر بھر میں ایکی بار
مجھکو پھر جینا نہیں پیمانہ بھر جانے کے بعد

سنگِ اسود کے نظارے کا تھا آگے انتظار
ابتو پتھر پڑ گیے آنکھوں کے پتھرانے کے بعد

نہ پرایا ہوں کہ جسکا کوئی بھی اپنا نہیں
وہ یگانہ ہوں جو پوچھا جائے بیگانے کے بعد

ہوش آیا بھی۔ گیا بھی، ہو گیا آیا گیا
رفتہ رفتہ گم ہوا جانے کے بعد۔ آنے کے بعد

ذخمِ دل کا، چوٹ دل کی۔ غم کوئی۔ ٹھوکر کوئی،
بس انھیں چیزوں کا رہتا ہے مزہ کھانے کے بعد

پردہ رہنے دیں ڈھکا، میرا لفافہ کھل نہ جائے
منھ نہ دیکھیں کھولکر احباب کفنانے کے بعد

دم نہ لینے دیگی وحشت اک جگہ بے دم لیے
چین سے بیٹھینگے ہم دنیا سے اوٹھ جانے کے بعد

سجدۂ شکرانہ کی توفیق کا شکرانہ ہو
سجدۂ شکرانہ کر سجدے سے شکرانے کے بعد

کوشش تعمیر میں کی عمر بھر مٹی خراب
خود ہوں تعمیر خرابی ڈھیر ہو جانے کے بعد

خود فراموشی نے **حافظ** کو پڑھایا یہ سبق
جو بھلا دے سب کو، وہ ہے اونکی یاد آنے کے بعد

ہم گئے دنیا سے، لیکن ہچکیاں آنے کے بعد
دوست تک پہنچے مگر جھٹکے کئی کھانے کے بعد

پہلے کعبہ تھا، کعبے سے بتخانہ ہوا
ہو گیا کعبے کا کعبہ پھر وہ بتخانے کے بعد

زندگی کا غم نہیں، یہ زندگی ہی نام کی
زندہ رہنا نام کا جینا ہے مر جانے کے بعد

جائینگے ہم دل بکف، پھر سر بکف، پھر جان بکف
اور نہ وہ نذرانے لینگے ایک نذرانے کے بعد

کہتے ہیں "ہم آگئے"، کیا مانگتا ہے مانگ لے
مانگتے کچھ بن نہیں پڑتی اونھیں پانے کے بعد

مرنے والے صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں تو کیا
مر مٹوں میں نام لکھا جائیگا مٹ جانے کے بعد

دیکھنا اعجاز، آنکھیں ہیں جہاں نظریں وہیں
پھرتے ہیں آنکھوں میں وہ نظروں سے چھپ جانے کے بعد

پڑ گئی جب اوس گل پہ آبداری بڑھ گئی
اوس ہی گل پہ پڑی اک چھل پڑ جانے کے بعد

کشمکش باہم ہے، ٹوٹے پڑتے ہیں دیدار پر
دیدہ و دل کا خدا ہی پھوٹ پڑ جانے کے بعد

سر کو سب کہتے تھے سودائی رہ محبوب ہیں
سر ہی آخر کام آیا پاؤں رہ جانے کے بعد

جب کھلی دل کی گرہ تو دل گرہ بھر بڑھ گیا
راز عقدے کا کھلا عقدے کے کھل جانے کے بعد

شربت دیدار میں تاثیر یہ دیکھی نئی
پیاس دونی ہو گئی آنکھوں میں پی جانے کے بعد

خواب میں بھی جو نہ دیکھا تھا، وہ دیکھا خواب میں
آنکھ سے کچھ بھی نہ دیکھا آنکھ کھل جانے کے بعد

تھا حجاب روح میرا جسم خاکی جیتے جی
خود حجاب اپنا ہوا میں ڈھیر ہو جانے کے بعد

کاش بیداری میں **حافظ** کو نہ ترسائے حضور
عالم غفلت میں بے پردہ نظر آنے کے بعد

نے امانت زبانے که زبانے دارد
بر زبان به زبانے که زبانے دارد

چوں ننالد بغم دوری تو چوں سازد
دردمندیکه دلے دارد و جانے دارد

جاں سپردن چه بود یافتن جان دگر
بے نشاں بودن ما بہر نشانے دارد

در فن عشق ز حافظ سبق آموخته ایم
بندۂ طلعت آنیم که آنے دارد

جا گزین است به پہلوے دل خستۂ ما
الله الله چه مکینے چه مکانے دارد

لب گفتار مبادا که شود پرده کشا
دل نہ ازے نه تو راز نہانے دارد

بت پرستاں ! من و یزداں که نیازم به بتے است
ناز ها دارد و جانے و زبانے دارد

پیر خم گشته که دارد لب آه سردے
ناتوانیست که تیرے بکمانے دارد

حاش لله که هر سحر تواں گفت حرام
خامه آں سحر حلالیکه بیانے دارد

من بصد مرحلہ و دست ندارم زفغاں — کو زصد مرحلہ گوشے لفغانے دارد
من بحسرت نگراں در رہِ آں شاہسوار — کو دلم در کف و دستے بعنانے دارد

پارۂ گوشت کہ خلقش دلِ حافظ گویند
صبر دارد بعیاں، درد نہانے دارد

ردیف (ذ)

کوئی اچھر ہی نہ جنتر ہی نہ منتر تعویذ — ہر بلا کے لیے ہی نامِ پیمبر تعویذ
نقش حب ڈھونڈے حسینانِ جہاں کا طالب — مجھسے دلدادہ کو ہی حُبِّ پیمبر تعویذ
اونکے دیوانے کے بازو جو چڑھے ہیں ہتھے — کیسے جامے سے ہو جاتے ہیں باہر تعویذ
ہاتھ پر باندھکے اوڑجاؤں عرب کو سیدھا — دیدے عامل کوئی ایسا مجھے لکھکر تعویذ
نقشِ حب دل میں رہے، ہار گلے کا ہو عشق — اس سے بڑھکر نہیں گنڈا، نہیں بہتر تعویذ
اونکے ابرو کا جو ایماے توجہ پائیں — طاق پر رکھدیں ادب سے ہم اوٹھاکر تعویذ
نقشِ دل حُبِّ پیمبر ہو تو اوسکے آگے — ہاتھ باندھے ہو عامل کا رہے ہر تعویذ
قبر میں ہونگے دلی جائی رہی چھاتی پر — اور معمار بنایا گیے باہر تعویذ

کیا پیے گھول کے یا شہد لگا کر چاٹے
نام مولےٰ کا جو لکھا ہو کسی پرزے پر

کیا کرے تشنۂ دید آپ کا لیکر تعویذ
رکھیے حرزِ دلِ بیمار بنا کر تعویذ

آج یہ دیکھ کے حافظ نے کہ خالی ہے ردیف
پوری کر دی یہ غزل چھوٹی سی بھر کر تعویذ

ردیف (ر)

اک ہم کہ خطائیں کریں سو ایک عطا پر
اک وہ کہ عطائیں کریں سو ایک خطا پر

بیمارِ محبت کو نظر کب ہے دوا پر
بیٹھا ہے فقط آپ ہی کے دستِ دعا پر

آئیگی تصور میں نظر صورتِ مولےٰ
آنکھوں کو کیے بند، نظر رکھیے خدا پر

مجھسے تو مری خاک ہی اچھی رہی آخر
جاتی ہے مدینے کی طرف دوشِ صبا پر

خیر اپنی ادھر مانگی، ادھر چرخ کی مانگی
دیکھا جو مرے ضبط نے آہوں کو ہوا پر

شاہی بھی گدائی کی نظر میں نہ سمائے
پڑ جائے اگر اک نظرِ لطف گدا پر

لیجائے مدینے کی طرف کون عریضہ
قاصد، نہ کبوتر، نہ کبوتر کا ملا پر

کانٹے رہِ طیبہ کے سلامت رہیں یارب
کھائے ہوئے ہیں خار ہماری کفِ پا پر

اک جان، ادھر اور ادھر سو ہیں ادائیں
کرلوں میں بلا پر بھی اگر صبر بلا سے
یہ رنگ ہی دنیا کے مجنوں سے نرالا
عشق ایسی خطا ہی کہ جزا اوسکی ہی جنت
ای عشق کٹی مرتی ہیں فردوس کی حوریں
توشہ نہیں مشتاقِ زیارت کی کمر میں
سجدہ وہ خدا کا ہو، خدا کے لیے سجدہ

سو جان سے قربان میں ایک ایک ادا پر
ڈرتا ہوں، کہیں صبر نہ پڑ جائے بلا پر
محبوب ہیں، جو مرتے ہیں محبوبِ خدا پر
موقوف خطا کی ہی جزا، ور نہ جزا پر
جوبن ہی نئے رنگ کا تیرے شہدا پر
ہمت کی کمر ٹوٹی ہی، تکیہ ہی خدا پر
سجدہ جو کروں آپ کے نقشِ کفِ پا پر

پہنچی نہ فلک تک بھی، فلک دور بھی کچھ تھا
حافظ ! ہی تمھیں ناز اسی آہِ رسا پر

کسکو حیرت ہو نہ اونکا حسنِ کامل دیکھکر
پاوں پھیلائے تو ہیں مرقد کی منزل دیکھکر
نورِ واجب سا شمع ہی، پروانے اوسکے ممکنات
ضبط کرتے ہم جو ہوتی حد بھی کوئی درد کی
پیٹ پر پتھر بندھے ہیں پاس نیزے کو نہیں
میں بھی دیوانہ ہوں، دل بھی مجھکو دیوانہ ملا

دل تو دیوانہ تھا، دیوانہ ہو عاقل دیکھکر
خوف کی منزل ہی، سونا مرد غافل دیکھکر
میں ابھی تو آرہا ہوں اونکی محفل دیکھکر
درد دینا تھا کلیجا دیکھکر، دل دیکھکر
جی بھر آتا ہی۔ خالی دستِ سائل دیکھکر
مجھکو قسمت نے دیا دل میرے قابل دیکھکر

دل کو سمجھایا اشارے سے سرِ دربارِ عام
بات کرتے ہیں ادب سے رنگِ محفل دیکھکر

بارِ عصیاں جسکے سر خستہ برہنہ جسکے پاوں
اوسکو دی تقدیر نے بھاری سی منزل دیکھکر

بے پردہ کرنے والے! تیرے پردے کے نثار
خواب میں بے پردہ آجا مجھکو غافل دیکھکر

تو ہی کہدے تیری صورت کا مقابل ہے کوئی
آئینے میں اپنی صورت کو مقابل دیکھکر

وہ خدائی بھر کے جلوے، یہ ذرا سی جلوہ گاہ
مجھکو خود حیرت ہے اپنی آنکھ کا تل دیکھکر

راستے میں توڑ بیٹھے پاوں تیرے ناتواں
تھک گئے بیچارے آخر راہِ منزل دیکھکر

تیری محفل دیکھ لی، کیا تھوڑی محشر خیز ہے
کیا کرینگے ہم صفِ محشر کی محفل دیکھکر

قیس! تجھکو کیا بتاوں کیا ملا رونے میں لطف
اپنے دل سے پوچھ لے لیلےٰ کا محمل دیکھکر

ذاتِ واجب حق ہے، تم ہو ظلِ حق، تم حق نما
ہم پہنچنے والے پہنچے ذات تک ظل دیکھکر

امتی پہچانکر سب بخشوائے آپ نے
کردیا ایک ایک کو جنت میں داخل دیکھکر

کیا کہوں کیسا ترس آیا اونھیں بیمار پر
پوچھکر احوال سنکر حالتِ دل دیکھکر

ہم تڑپتے بھی ہیں، دل والوں کو تڑپاتے بھی ہیں
سیکھ لے ہمسے تڑپنا مرغِ بسمل دیکھکر

آج تو حافظ قلم برداشتہ لکھی غزل
دیکھیں کیا کہتے ہیں اوستادانِ کامل دیکھکر

اونکو حیرت، حیرتی کا اپنے سکتہ دیکھکر
خود تماشا بنگیا ہوں میں تماشا دیکھکر

خستگی پر زخم کی، آنکھیں تو روتی ہیں لہو
ہنس رہا ہے زخمِ دل، آنکھوں کا رونا دیکھکر

بیکسی کس کی ہے، میں کسکا ہوں، دونوں کا ہے کون
بیکسی آئی اکیلی، مجھکو تنہا دیکھکر

دیکھنے کہتے ہیں دل کا حال، دل پر رکھکے ہاتھ
دیکھیے کہتے ہیں کیا، دل کی تمنا دیکھکر

منہ سے کہنے کا نہیں ہے، کیا کہوں کیا لطف اوٹھا
جاگتے ہیں، بند آنکھوں سے تماشا دیکھکر

اوسکو ہم سمجھینگے دیدارِ الٰہی کا شگون
صبحِ محشر جب اوٹھینگے منہ نبی کا دیکھکر

حسن قدرت کا تماشا ہے، میں اوسکا محو ہوں
اونکو حیرت ہے، مجھے محوِ تماشا دیکھکر

یا خدا یا مصطفےٰ میرا کہاں کا ہے خمیر
ہند کو دوبارہ پھر آیا مدینہ دیکھکر

مَن رَاٰنی قَد رَاٰ الحق کے ہوے معنی عیاں
صاف آئینہ جمالِ مصطفےٰ کا دیکھکر

رحم کھاتے ساتھ لیتے ساتھ دیتے ہیں حضور
کوئی بے بس کوئی بیکس کوئی تنہا دیکھکر

خواب میں بھی حسنِ کامل آپکا دیکھا نہیں
بھول جاتی حسنِ یوسف کو زلیخا دیکھکر

ہے تمناؤں سے خالی بھی کوئی تل بھر جگہ
رُک نہ جائیں وہ مرادِ دستِ تمنا دیکھکر

ہاے، میری خستگی نے رحم کو تکلیف دی
ٹپکے آنسو اونکے، شیشہ دل کا ٹوٹا دیکھکر

ایک دنیا ہمنے دیکھی، دین اوس میں بیشمار
لے لیا اک دین ہمنے ایک دنیا دیکھکر

کیا کروں حافظ، نہیں پڑھنے کے قابل یہ غزل

منھ نہیں کھلتا ہی مجمع قابلوں کا دیکھکر

کیا بتائیں آئے ہم طیبہ سے کیا کیا دیکھکر
آنکھیں پھوٹیں کچھ بھی دیکھا ہو جو روضہ دیکھ

تھی دلِ خستہ کو امیدِ تسلّی عمر سے
صبر دم بھر بھی نہ ٹھہرا گھر کو ٹوٹا دیکھک

وہ سخی ہیں میری صورت صورتِ سائل سوال
دل بھر آیا، ہاتھ ہیں خالی پیالہ دیکھک

دُکھ مرا بے پوچھے لیے دیکھے او نہیں معلوم ہی
جانتے ہیں اور سب بیا پوچھکر یا دیکھک

بیحساب اونکا کرم ہی مجھکو بخشیں بیحساب
کیا کرینگے نامۂ اعمال میرا دیکھک

انتظارِ موت ہمکو موت سے بھی سخت تھا
زندگی کے دن بھرے مرنے کا رستا دیکھک

تجھکو اک عالم نے پہچانا ہی ای ربِّ جمیل
تیرے پیارے کا جمالِ عالم آرا دیکھک

شوقِ دیدار ایک جانب تابِ دیدار اک طرف
دیکھنے والے کی جانب دیکھنا تھا دیکھک

آبلوں کی نیّت اونکی راہ میں ثابت رہی
منھ میں پانی بھر نہ آئے کوئی کانٹا دیکھک

جانِ جاناں کے لبِ جاں بخش کا ہوں میں شہید
دم بخود ہی جسکو اعجازِ مسیحا دیکھک

عمر بھر امّی رہے لکھا پڑھا کچھ بھی نہیں
صاف پڑھ لیتے ہیں وہ قسمت کا لکھا دیکھ

آبلے کی آنکھ میں کانٹے پڑے کھٹکا کیے
ہاتھ ملتے رہگئے تلوے وہ صحرا دیکھ

میرے دل کو جو پلا تھا عشق کا کھا لیا غم
کھالیا غم نے ملائم سا نوالہ دیکھک

کیا کہیں اہرن سے حافظ، کیا بتائیں طور کو
ہم نے کیا دیکھا عرب کے کوہ و صحرا دیکھکر

آگیا موسےٰ کو غش نورِ تجلّے دیکھکر — گر پڑے ہم اونکی دیواروں کا سایہ دیکھکر
ہاں در و دیوارِ دل، تصور میں وہ روضہ دیکھکر — ہاں سجود ای سر، وہ محراب و مصلّا دیکھکر
جنتیں بیکار ہیں لیکن ہیں کب اس نوک کی — کہہ رہے رضوان میری آنکھوں سے وہ روضہ دیکھکر
مرتے ہوں جو غلد پر، وہ مر کے جائیں خلد کو — ہمتو جیتے جاگتے پھر آئے روضہ دیکھکر
ہے تمھارا ہی تو پردہ، تم ہو جسکی آڑ میں — دل کو بہلا لینگے ہم پردہ تمھارا دیکھکر
رشک سے دل کیوں نہ آئے، دل کوئی پتھر نہیں — دل میں پتھر کے۔ ترا نقشِ کفِ پا دیکھکر
ہائے میرا منھ کہاں، آئینۂ وحدت کہاں — اپنے منھ کو دیکھتا ہوں اونکا چہرہ دیکھکر
سرِ بالیں سے مسیحا بھی اجل بھی یا نصیب — اوٹھ گئے دونوں مجھے بیمار تیرا دیکھکر
سر کی آنکھیں تکتی ہیں ایک ایک کا منھ بار بار — دل کی آنکھوں میں کسیکو جلوہ آرا دیکھکر
تم اوسے کہتے ہو اچھا، حال جسکا ہو برا — چھانٹ لو بیمار خود اچھے سے اچھا دیکھکر
زندگی بیمار کی ہے شربتِ دیدار پر — دیکھکر دینا دوا میرے مسیحا دیکھکر
ہے ادب بھی، شوق بھی، کانٹے بھی ہیں چھالے بھی ہیں — ہوش والے، دیکھکر رکھنا کفِ پا دیکھکر
سچ اگر پوچھو تو وہ حسرت زدہ ہی کیا برا — رہ گیا جو حشر کے دن منھ تمھارا دیکھکر

سامنے آؤ تو بے پردہ، بتا دینگے ابھی
دیکھنے والے ہمہ تن ہیں حیرتی کیا دیکھکر

شاہراہِ طیبہ کو حافظ ہی کسکا انتظار
ٹھوکریں سر پھوڑتی ہیں کسکا رستہ دیکھکر

اتنا تو ہو للہ کرم حضرتِ صابر
آنکھوں سے لگانے دو قدم حضرتِ صابر

بیکس کا ہی کون اور انیسِ شبِ ہجراں
ایک آپ ہیں ایک آپ کا غم حضرتِ صابر

ابدال کہ اوتاد جو ہیں صابریوں میں
ہیں آپ ہی کے خیل و خدم حضرتِ صابر

دنیا میں نہیں اور کوئی آپ سا داتا
کیوں مانگیں کسی اور سے ہم حضرتِ صابر

محتاج ہوں، رہ جائے نہ خالی مری جھولی
للہ ادھر دستِ کرم حضرتِ صابر

مفلس کا ہو دل، آپکے ہوں داغِ محبت
کافی ہیں یہ دینار و درم حضرتِ صابر

قطرے کو جدائی کی مصیبت سے چھڑا دو
تم یم ہو، میں اک قطرۂ یم حضرتِ صابر

ہستی سے مری ہستیِ فانی کو ملا دو
اول عدم آخر ہی عدم حضرتِ صابر

میرا سرِ شوریدہ ہو، سودا ہو تمھارا
ٹھہریں سر و سودا جو بہم حضرتِ صابر

سرسبز جو کردے مری سوکھی ہوئی کھیتی
ہی آپ ہی کا ابرِ کرم حضرتِ صابر

دیدوگے اگر تم مجھے اک قطرۂ عرفاں
دریا تو نہ ہو جائیگا کم حضرتِ صابر

ٹوٹا ہوا لایا ہوں گدائی کا پیالہ
تم چاہو تو ہو ساغرِ جم حضرتِ صابر

بیچارے مریض آپ کے بے موت نہ مرجائیں
دیدیجیے اپنے درِ دولت کی گدائی

ای چارہ گر درد و الم حضرتِ صابر
درکار نہیں مال و حشم حضرتِ صابر

مدّاح تمھارا ہو تو ہو خامۂ قدرت
حافظ کرے کیا مدح رقم حضرتِ صابر

ہیں اشک ابھی طفل، پلے آنکھ میں رہ کر
رونے سے پلٹ کر نہ لیا دم بھی صبا نے
کانٹا نہ نکل کر بھی تو بیکار ہی نکلا
ستے میں ہوا دیتی ہوی نالے کو ای آہ
تفریح کو ارمان کسی دن تو نکلتے
کہدے مرے دل! تھاتری رحمت کا بھروسا
دل ہی تو ہیں عشّاق کے، ٹوٹینگے نہ کب تک
تدبیر سے مرنے ہی کو مل جاے مدینہ
صحرا ابھی ہے، چادر بھی ہے صحرا عرب کی
موسے کا لکھا غیرِ خدا کوئی نہ پڑھ لے
لبریزِ تمنائے تماشا ہیں نگاہیں

پہنچینگے خدا جانے کہاں، آنکھ سے بہ کر
آئی تو ہوا ہوگئی کچھ کان میں کہ کر
سوزن نہ بنا کیوں دلِ صد چاک میں رہ کر
ای نالے چلا چل دلِ مولے میں جگہ کر
یہ کیا کہ پڑے سینے میں گھٹتے رہے رہ کر
بدتر جو گنہ سے نہ ہو وہ عذرِ گنہ کر
شیشے سے تو پتھر ہوے صدمے ترے سہکر
تقدیر سے جینا ہی اگر ہند میں رہ کر
کرہاؤں سے طے اوسکو اسے ہاتھ سے تہ کر
ہاں نامہ سیہ! نامے کو تو اور سیہ کر
لبریزِ تماشا کبھی دامانِ نگہ کر

تو ساقیِ سرشار، میں اک رندِ تبہ کار
ہاں چشمِ توجہ طرفِ حالِ تبہ کر

یارب! ہو تصور میں نظارے کی رسائی
یا تارِ نگہ کو مرے تو جادۂ رہ کر

یا کھووے قیامت میں گناہوں کی گھٹا کو
یا دھوپ میں رحمت کا اسے ابرِ سیہ کر

تھا خاک اڑانا تو عرب ہی میں اڑاتا
حافظ! تجھے کیا خاک ملا ہند میں رہکر

بنی ہے نامِ خدا کیا بہار کی چادر
چمن نے پھولوں کی جس پر نثار کی چادر

کوئی ولیِ خدا ہو تو قدر پہچانے
یہ ہے ولیِ خدا کے مزار کی چادر

سدا بہار ہیں جو اوسکے پھول بوٹے ہیں
ہے اس سے ہارتی پھولوں کے ہار کی چادر

ریاضِ خلد کے پھولوں میں بسکے آئی ہے
ولیِ حضرتِ پروردگار کی چادر

یہ ڈھانک لیتی ہے پردہ گناہگاروں کا
یہ ہے خدا کے بڑے رازدار کی چادر

نفس نفس ہیں وہ انفاسِ قابلِ تحسیں
بنا کے لائے ہیں جو اپنے تار کی چادر

اسے لگاتے ہیں آنکھوں سے۔ رکھتے ہیں سر پہ
یہ ہے جنابِ ولایت مدار کی چادر

مزار پہ کوئی کردے نہ جا کے جان نثار
ابھی تو جاتی ہے اک جاں نثار کی چادر

بنی ہے نور کی یہ جیتی جاگتی تصویر
ہے چاندنی یہ شبِ زندہ دار کی چادر

کہو کہ لیکے چلیں شب کو عابد و زاہد
خدا کے عابدِ شب زندہ دار کی چادر

یہ جانتے ہو کہ وہ جسکا مزار ہی کون
یہ تابدار ہی جسکے مزار کی چادر

مرید شیرِ خدا شاہ جی محمد شیر
یہ جا رہی ہی اوسی نامدار کی چادر

چڑھائی جائیگی ننھے میاں کے ہاتھوں سے
کہ ہی یہ مرشدِ عالی وقار کی چادر

گھٹاتے جاؤ مگر پھر رہینگے چار کے چار
عجیب رکھتی ہی صنعت یہ چار کی چادر

کہاں سے لاؤں میں چادر چڑھانے کو حافظ
نثار ہیں یہ مرے اشکوں کے تار کی چادر

واہ کس شان سے آئی چادر
شان والوں نے اوڑھائی چادر

جبکہ پھولی نہ سمائی چادر
ہی یہ روضے کی فدائی چادر

آنکھ کی راہ سے دل میں اوتری
واہ رے تیری صفائی چادر

حور و غلماں نے چڑھانے کے لیے
تارِ گیسو سے بنائی چادر

ہی سبکدوش گنہ سے جس نے
دوش پر اپنے اوڑھائی چادر

حبذا گنبدِ اطہر کی بہار
ملکے پھولوں نے چڑھائی چادر

چاندنی! واہ ترا کیا کہنا
راہِ چادر میں بچھائی چادر

چاند کو جب نظر آیا قبہ
چاندنی لیکے چڑھائی چادر

کچھ تو تسکین ہو۔ آنسو پچھ جائیں
ہم نے آنکھوں سے لگائی چادر

سمجھیں آنکھیں کہ یہ ہی چادرِ نور — دور سے جب نظر آئی چادر
تو چھپا لیگی ہزاروں کے گناہ — تجھ میں ہی اتنی سمائی چادر
بڑی درگاہ کو تو جاتی ہی — کیا کروں تیری بڑائی چادر
سر کو تھا پہلے ہی سودائے مزار — تو نے آگ اور لگائی چادر
خوان میں لائے لگا کر قدسی — پاک بندوں نے اوٹھائی چادر
چاندنی بنکے زیارت میں گئی — بام و در سے اوتر آئی چادر
خامہ ہی مدح سرا پردے میں — پر وہ مدح سرائی چادر

پڑھنے والوں نے سُنا ہی شب کو
پڑھکے حافظ کی سُنائی چادر

کر لو مقبول جو سرکار ہماری چادر — جو ہماری ہی وہ ہوجا تمھاری چادر
دوش پر لیکے چلی بادِ بہاری چادر — کیوں نہ ہو۔ چادرِ گل پر بھی ہی بھاری چادر
پیار سے لے چلے اللہ کے پیارے ملکر — پیارے اللہ کے پیارے کی ہی پیاری چادر
ماننے والے کی منّت رہی پوری ہو کر — لیکے آئی سندِ کار برآری چادر
اب یہ جاتی ہی زیارت کو۔ زیارت کر لو — ابھی چادر ہی۔ ابھی ہوگی مزاری چادر
اسکے سایے میں پہنچ جاتے ہیں مطلب کو مرید — ہی مریدوں کے لیے رحمتِ باری چادر

اسکی خوشبو سے نہ کیوں مہکے مشامِ دل و جاں
کہ بسی عنبرِ سارا میں ہی ساری چادر

زائروں کا نہ کھلا ہی نہ کھلیگا پردہ
تم سلامت ہو۔ سلامت ہی تمھاری چادر

زرق برق اس میں ہی سورج کی کرن سے بڑھکر
ساتھ رکھتی ہی نہ گوٹا نہ کناری چادر

میں تو ہوں فیض کا محتاج۔ مگر تر دامن
تو ہی فیاض۔ ترا فیض ہی جاری چادر

اپنے گوشے میں چھپالے۔ مرا پردہ رکھ لے
میں جو ہلکا ہوں۔ تو پلّا ترا بھاری چادر

اپنے پلّے سے عجب کیا مرے آنسو پونچھے
سُنکے آئی ہی یہاں۔ گریہ و زاری چادر

آج پوری ہوی وہ مُنھ سے جو مانگی تھی مراد
دے رہی ہی خبرِ شکر گزاری چادر

ابھی مرہم ابھی پٹّی ابھی پھاہا بن جاے
دیکھ پائے جو مری سینہ فگاری چادر

مدح خوانوں کو بھی اک نقل نہ دیدو حافظ
کہ شرفیابِ حضوری ہو تمھاری چادر

بقا ملنے کو مل جاتی ہی پامالِ فنا ہوکر
ہی مٹنے کا مزہ اونکی گلی میں نقشِ پا ہوکر

سرِ شوریدہ چھوڑ آخر اوس در سے جدا ہوکر
جو ہونا تھا مری قسمت میں۔ وہ ہوکر رہا ہوکر

مدینہ بھی ترا دیکھا ہی۔ رستا بھی مدینے کا
وہیں جانا ہی۔ اے جاں قالب سے جدا ہوکر

نہ نکلا ہی نہ نکلیگا جو دل کا مدعا کوئی
تمھیں کیوں رہ نہ جاؤ دل میں دل کا مدعا ہوکر

حدیثِ مَن رَاٰنی فَقَد رَأَی الحَق سچ ہی برحق ہی
بجا ہی جو کہیں وہ مظہرِ ذاتِ خدا ہوکر

وہیں سب جل مرے قسمت کے اچھے تھے جو پروانے
مجھے جلنا پڑا ہے شمعِ محفل سے جدا ہو کر

ہزاروں دل شہیدِ کربلا کے غم کے ہیں کشتے
ہزاروں سینے ہیں جو رہ گئے ہیں کربلا ہو کر

چھپا کر اس لیے ارمان کو سینے میں رکھا ہے
کہ مرتے دم نہ نکلے منھ سے کلمہ آپ کا ہو کر

ہمیں پامال کرنے کے عوض رکھیں سر آنکھوں پر
جو اوس کوچے میں جا کر پڑ رہیں ہم نقشِ پا ہو کر

نہ چھوٹیں خاکساری کی ادائیں خاک ہو کر بھی
مٹے ہم نقشِ پا ہو کر۔ اوٹھے گردِ فنا ہو کر

کسی کی شوخیِ رفتار دیکھیں کب نظر آئے
کھُلی رکھی ہے چشمِ شوق ہم نے نقشِ پا ہو کر

مصیبت کچھ تو گھٹ جاتی - ذرا آنسو تو پُچھ جاتے
بلا سے پھوٹتی تقدیرِ دل کا آبلہ ہو کر

کسی تیرِ نگہ کی کچھ تو آنکھوں کو مروت تھی
جو دل میں آہ تھی وہ لب سے نکلی مرحبا ہو کر

خدا کو کچھ ہمارے درد کا پردہ ہی رکھنا تھا
شکستِ دل بھی جو ہم کو ملی وہ بے صدا ہو کر

تری چلتی ہوئی رفتار کی شوخی تھی ادنیٰ سی
کیا تھا جس نے گھر ٹھہر کے دل میں نقشِ پا ہو کر

گناہِ عشق کا محشر میں کافی ہے جواب اتنا
کہ تو نے بھی تو چاہا اپنے بندے کو خدا ہو کر

یہ کہنا ہند میں بیچارہ حافظ خاک اوڑاتا ہے
مدینے کی طرف نکلے اگر تو اے صبا ہو کر

نہیں ملتے کہیں عالم میں عالم آشنا ہو کر
وہ ملتے ہیں ملے جو دونوں عالم سے جدا ہو کر

فقیرو اونکے در پر عرضِ حاجت کی نہیں حاجت
کسے محتاج رہنے دینگے وہ حاجت روا ہو کر

خدا کے بندے کہتے ہیں کہ سب بندے خدا کے ہیں
خدا کا بندہ ہونا ہی غلام مصطفےٰ ہو کر

تمنا جیتے جی روضے کی تھی ۔ مر کر ملی جنت
کدھر تیر دعا پھینکا ۔ کدھر پہنچا خطا ہو کر

تمہارے روگیوں کو ایک دن مرنا مسلم ہے
تمہیں مل جاؤ اون کو کاش درد لا دوا ہو کر

تری شان غیوری کب روا رکھیگی اے ہوئے
گرفتار بلا ہو کوئی تیرا مبتلا ہو کر

سلامت مرغ جاں ۔ غم کیا رہ طیبہ میں تھکنے کا
چلا جائیگا اوڑتا ۔ رنگ میرے چہرے کا ہو کر

دم دیدار ہی تھی بیخودی کمبخت آنے کو
مرا ہونا نہ ہونا رہ گیا کچھ ایک سا ہو کر

نہ پوچھو اونکی جو نے موت مر جاتے ہیں جیتے جی
بشر سے اور کچھ ہو جاتے ہیں نذر فنا ہو کر

یہ باتیں سنکے اون بندوں کو واعظ اونکی حالت پر
کہاں وہ تھوکتے پھرینگے دامن تر پارسا ہو کر

زمین کوچہ محبوب کچھ ایسی پکڑ لی ہے
کہ ممکن ہی نہیں ہلنا قدم کو نقش پا ہو کر

خدا کی شان سے پھر خواب میں آئے وہ پردے نے
تصور میں بھی آتے تھے جو تصویر حیا ہو کر

یہ ہم سب بیوفا ہیں جو بنے ہیں نام کے عاشق
وہ آل تم ہو کہ ہو معشوق سب کے باوفا ہو کر

خوشی سے مول لیکر کیا آزاد بندوں کو
نہ کر دینا کہیں آزاد بندے کو خفا ہو کر

ہیں گھر بیٹھے نظر میں اونکی جتنے صاف باطن ہیں
ہمارے دل نے دیکھی اون کی صورت آئنہ ہو کر

ہے رحمت اوسکی گاہک جو کہ بدوں میں سے بدتر ہو
زمانے بھر سے اچھا ہوں ٹلنے سے برا ہو کر

قیامت دیکھنے کی ہے ۔ مگر ہے کس قدر مشکل
خدا کے سامنے جانا ۔ گنہگار خدا ہو کر

حضوری کا شرف پاکر میں خوش تھا یہ نہ سمجھا تھا
کہ مجھسے پھیر لی جائیگی یہ نعمت۔ عطا ہوکر

جہنم سے نکلکر خلد میں پہنچا تو میں سمجھا
خطا کی تھی سزا پائی۔ عطا پائی سزا ہوکر

خدا کا شکر۔ محبوبِ خدا کا ہو رہا حافظ
خدائی سے بُرا ہوکر۔ خدائی کا بُرا ہوکر

ردیف (ز)

ہائے بیتابیِ دل، ہائے تمنائے حجاز
دلِ بیتاب سے آتی ہے صدا، ہائے حجاز

نور آنکھوں میں ہے جلووں کا ظہور آنکھوں میں
دیکھ آیا ہوں میں آنکھوں سے تجلائے حجاز

کھینچکر دیکھ لے کوئی مرے دل کی تصویر
ہو بہو ہوگی وہ تصویر سراپائے حجاز

پاس عاشق کے ہے کیا، درد بھرا اک سینہ
اور سینے میں ہے کیا، اک دلِ شیدائے حجاز

سرِ شوریدہ کو چھوڑوں بھی تو یہ ڈرتا ہوں
کہ نکل جائے نہ سر سے کہیں سودائے حجاز

بھولنے کا نہیں اے حضرت موسے ہرگز
آپ کو وادیِ ایمن، مجھے صحرائے حجاز

میرے دل کا ہے سویدا جو عرب کا ہے سواد
میری آنکھوں کی ہے پُتلی شبِ یلدائے حجاز

تاب اُٹھنے کی نہیں، کون چلے، کون پھرے
کاش گھر بیٹھے۔ نظر میں مری پھر جائے حجاز

قدرتِ حق نظر آئی اوسے جس نے دیکھا
قدرتِ حق کا تماشا ہی تماشائے حجاز

سینۂ خستہ کے اک گوشے میں ہی اک پہلو
اور پہلو میں ہی دل، دل میں تمنائے حجاز

تابِ رفتار کہاں تھی، یہ ہی احسانِ جنوں
پائے خستہ کو کیا بادیہ پیمائے حجاز

کاش میرے ہی تڑپنے سے چھلک جائے کبھی
ساغرِ دل کہ ہی لبریز تمنائے حجاز

آفریں دیدۂ دل، چشمِ تصور شاباش
سر کی آنکھیں ہوں مُندی اور نظر آئے حجاز

سر کو ہوتے ہی تو سجدۂ درِ مولے کے نصیب
پاؤں ہوتے نہ اگر بادیہ پیمائے حجاز

حافظِ مدح سرا روضے ہی میں کیوں نہ رہے
یہی بلبل نہ سہی ای چمن آرائے حجاز

ردیف (س)

روضے والے! دور کر دوری، مجھے بلوا کے پاس
قبر بھر دیدے ٹھکانا روضہ والا کے پاس

جو غنی گر ہی گیا اپنے بڑے داتا کے پاس
جسکی پروا سب کو ہی پہنچا وہ بے پروا کے پاس

موجِ غفلت لیکے پہنچی ہی ڈبونے کو کہاں
باڑھ پر دریا ہیں سوتا ہوں پڑا دریا کے پاس

حکم دیجو وہ کاش سنکر دور سے فریاد کو
تجھکو ہی جو عرض کرنا، عرض کر پاس آکے پاس

راستے میں ہوش سے کہتا ہوں، روضہ دور ہے	ساتھ میرا چھوڑنا، لیکن مجھے پہنچا کے پاس
دیکھنے والوں کا منھ تکتا ہوں بزم دید میں	میری محرومی کہ پیاسا رہ گیا دریا کے پاس
بزم تک پہنچا تو ہوں، لیکن کنارے بزم کے	بنکے ساحل رہ گیا میں خشک لب دریا کے پاس
ایک ذرہ سا ہوں تیرے شہر سے دور	ایک قطرہ ہوں میں دریا سے جدا دریا کے پاس
کیسے کیسے آپ کے گنبد کے روشن ہیں ثبوت	اک ید بیضا ہی دستاویز ہی موسے کے پاس
رخ ہی مصحف، حاشیہ خط، اوس میں خوشخط رسم خط	اوسکے پڑھنے کی ہی عینک دیدۂ بینا کے پاس
جب سواد طیبہ دیکھا مٹ گئی دل کی خلش	یہ وہ کانٹا تھا جو نکلا جاکے اوس صحرا کے پاس
پشت مرکب ہو گئی بار مسرت سے دوتا	راکب یکتا چلا جب داور یکتا کے پاس
کیا بلا آسیب ہی جو ٹھہرے اونکے سامنے	سایہ پٹکا بھی نہ آکر قامت زیبا کے پاس
میری بیماری کی جڑ ہی روضے والے کا فراق	میری بیماری کی بوٹی روضۂ والا کے پاس
مال کا بھوکا سہی، دیدار کا بھوکا سہی	کھائے غم اوسکی بلا، جاتا ہوں جو داتا کے پاس
جنکے دل زندہ ہیں، یوں جاتے ہیں عیسے کے حضور	جاتے ہیں احیا ادب سے جس طرح احیا کے پاس

بندۂ پروردہ ہوں ہارے روپوش ہوں بھاگا ہوا
جاؤں کیا منھ لیکے اے حافظ میں اعلے کے پاس

تمہید نظم جلسہ سالانہ انجمن خدام الصوفیہ
علی پور شریف ۲۵ جمادی الآخری سنہ ۱۳۳۳ھ

ساقی اک جام، کہ ہی وقتِ اخیرِ مجلس
آج ہی پیرِ مغاں زیبِ سریرِ مجلس

کرمِ عام کی جاگیریں عطا ہوتی ہیں
کرمِ خاص الٰہی ہی دبیرِ مجلس

خوب چلتا ہی درستی سے نظامِ دینی
جب سے ہیں علم و عمل شاہ و وزیرِ مجلس

آئی ہی چھائی ہی - لائی ہی چھڑکنے کو گلاب
بنکے رحمت کی گھٹا ابرِ مطیرِ مجلس

ہی کہیں شکلِ عرق - اور کہیں صورتِ مشک
آج چھایا ہی یہ فیضِ ہمہ گیرِ مجلس

بارھواں جلسہ سالانہ ہی مَاشَاءَاللہ
خیر سے آج ہیں پھر جمع مشیرِ مجلس

بارھواں سال ہی یا چودھویں کا چاند ہی یہ
چاندنی سے نہیں کم فرشِ منیرِ مجلس

ہی خبر سب کو یداللہ جماعت پر ہی
پیر اک پیاری جماعت کا ہی پیرِ مجلس

حمد کی لَی ہی ادھر، نعت کی تانیں ہیں ادھر
ساز دونوں سے کیے ہیں بم و زیرِ مجلس

آج ہی ختمِ شریف - آج کی مجلس ہی اخیر
حضرتِ ختمِ رُسُل آج ہیں میرِ مجلس

کاش ہو نعت کے ھدیے میں قبول ای حافظ

آخری نظم مری۔ وقت اخیرِ مجلس

ردیف (ش)

حشر میں ہی سب کو جنت کی تلاش
مصطفےٰ کو اپنی امت کی تلاش

حشر کے دن کس قیامت کی ہی دھوپ
ہم کو ہی بے سایہ قامت کی تلاش

نار سے امت کو لائی ڈھونڈ کر
اللہ اللہ اونکی رحمت کی تلاش

دیکھتے ہیں اوٹ میں تل کی پہاڑ
کیجیے کثرت ہیں وحدت کی تلاش

ہی تلاش اوسکی حقیقت کی اگر
پہلے کر اپنی حقیقت کی تلاش

میرے دل میں پیاری آنکھیں دیکھ لیں
ہی اگر اپنی محبت کی تلاش

ہی مصیبت آپ اونکی تاک میں
جنکو رہتی ہی مصیبت کی تلاش

مجھکو جتنی ہی اذیّت ناگوار
دل کو اوتنی درد و کلفت کی تلاش

گھر سے نکلے تیرے دیوانے غریب
کر چکے جب گھر ہیں غربت کی تلاش

گوشۂ مرقد میں ہم آکر پڑے
کرتے کرتے کنجِ وحدت کی تلاش

صبر کر صبر اے دل راحت طلب
خود مشقت ہوگی راحت کی تلاش

ہی ندامت مغفرت کی منتظر
مغفرت کو ہی ندامت کی تلاش

ملگئے وہ حشر کے میدان میں
دور پہنچی میری وحشت کی تلاش

زاہدو! میرا ٹھکانا ساتھ کیا
مجھکو طیبہ، تمکو جنت کی تلاش

جا پڑو حافظ! بقیع پاک میں
زندگی میں کرلو تربت کی تلاش

ردیف (ص)

کام قسمت سے دے گیا اخلاص
ورنہ میں کیا ہوں، کیا مرا اخلاص

بزمِ میلاد میں سب آئے ہیں
باادب، باخلوص، بااخلاص

یادِ حق کے لیے بنا ہی دل
اور دل کے لیے بنا اخلاص

لِیْ مَعَ اللّٰہ پردہ ہی گہرا
کیا ہی راز و نیاز کیا اخلاص

سو دلوں سے کھرا ہی وہ اک دل
جس میں ہو پاک بے ریا اخلاص

کون میزانِ حشر میں تولے
کہ ہی میرا جنچا تلا اخلاص

نذر کرنے کو لیکے آیا ہوں
اک تہیدستِ بے نوا اخلاص

چُپکے چُپکے، خبر نہیں کب سے
درد و دل میں بڑھا کیا اخلاص

کون ساتھی ہو، بیکسی یا دل
دل میں کیا ہو، نیاز یا اخلاص

صفحۂ دل میں ہو محبت متن
اوسکا بار یک حاشیۂ اخلاص

مجھکو دنیا سے، دل کو مولے سے
کس کو کم ہو، کسے سوا اخلاص

درد سے دل کی بڑھگئی ہمت
درد کا دل سے بڑھگیا اخلاص

دلِ شیدا کی آنکھ کا تارا
اک محبت ہو دوسرا اخلاص

لا بیاں درد کی دوا خود درد
لا دوا درد کی دوا اخلاص

ہو کوئی آئے گورِ حافظ پر
بخش دے پڑھکے فاتحہ اخلاص

ردیف (ض)

میرے دل کو ہی خیالِ رُخِ زیبا سے غرض
میری آنکھوں کو تری نرگسِ شہلا سے غرض

میرے مولے ہو تمھیں مالکِ دارین تمھیں
مجھکو مطلب ہی نہ دنیا سے نہ عقبےٰ سے غرض

ہیر شی دین کی دنیا سے دنی ہیں کرنا
دین کا بندہ ہی بندہ، نہیں دنیا سے غرض

کرچکی دل کو جو ویران تو بولی وحشت — اب نہیں ہم تو رہینگے کہ ہی صحرا سے غرض

وہی کانٹا رہِ طیبہ میں کھٹکتا ہی مجھے — نہیں رکھتا جو مرے آبلۂ پا سے غرض

کیا کریں لیکے وہ طوبےٰ کا بڑا سا سایہ — رکھتے ہیں جو قدِ بے سایۂ مولےٰ سے غرض

مدعا مجھسے ہی ملنا نہ کہ موتی بننا — ہی ترے قطرۂ ناچیز کو دریا سے غرض

نہ کرو وعدۂ دیدار، دکھا دو دیدار — مجھکو امروز سے مطلب ہی، نہ فردا سے غرض

میرے دامن کے لیے دستِ جنوں نے لتّے — پائے وحشت کو ہی دامنِ صحرا سے غرض

پیوں دھو دھو کے، ملوں آنکھوں سے، چوموں چاٹوں — ہی غرض در سے غرض اوس نقشِ کفِ پا سے غرض

رنج ہو جسکی غذا، اوسکو خوشی سے مطلب — درد ہو جسکی دوا، اوسکو مداوا سے غرض

تیرے جلوے کے، ترے دیدار کے بھوکے ہیں فقط — شربتِ دید سے رکھتے ہیں ترے پیاسے غرض

سرمہ یا کحلِ جواہر ہو، ترا ہو یا لال — غرض آنکھوں کو تری خاکِ کفِ پا سے غرض

دل میں، آنکھوں میں، تصور میں، کہیں آئیں نظر — اونکے مشتاق کو ہی بزمِ تماشا سے غرض

خارجی بھاڑ میں، چولھے میں نُصیری جائے — مجھکو مولےٰ سے ہی، مولےٰ کے تولّا سے غرض

اوسکا داغ اوسکو مبارک، نہ تکے اور کا داغ — ماہ کو کیا ہی ترے ناصیہ فرسا سے غرض

میری آنکھیں ہوں، تجلّی ہو ترے روضے کی — چشمِ موسےٰ سے غرض، برقِ تجلّا سے غرض

یوں تو کانٹوں سے نہیں ہی کوئی صحرا خالی — میرے تلووں کو تو ہی تیرے ہی صحرا سے غرض

طرح اچھی کہ بُری ہو، نہیں مطلب حافظ
مدحت اچھی ہی مجھے مدحتِ مولےٰ سے غرض

ردیف (ط)

پہنچے بنی کے دانتوں کو، گوہر کی کیا بساط
گوہر کی کیا بساط ہی، اختر کی کیا بساط

اک نقدِ دل ہی نذر، جسے قلب کہتے ہیں
مولےٰ! ہی تیرے بندۂ بے زر کی کیا بساط

مشکل ہی رکھ رکھاو، کوئی ٹھیس لگ نہ جائے
شیشے کا ہی بنا۔ دلِ مضطر کی کیا بساط

دل میں بھڑک رہی ہی جو عشقِ نبی کی آگ
اوسکو بجھا سکیگا، سمندر کی کیا بساط

کس مُنھ سے میں کہوں، دلِ خستہ میں آیئے
میں کیا ہوں، میرے ٹوٹے ہوئے گھر کی کیا بساط

طیبہ کے دیکھنے کو تڑپتا ہی دل مرا
خود اوڑ کے جائے، طائرِ بے پر کی کیا بساط

زورِ بشر کجا و قضا و قدر کجا
آبِ حیات پی لے، سکندر کی کیا بساط

دامن میں اپنے مجھکو چھپالیں اگر حضور
مجھکو ستائے، گرمیِ محشر کی کیا بساط

ہی روزِ حشر کون کسی کا شریکِ حال
مادر کی کیا ہی تاب، برادر کی کیا بساط

تڑپا بھی ہجر میں تو جہاں تھا وہیں رہا
تجھ تک پہنچ سکے، ترے مضطر کی کیا بساط

اونگلی کے ایک اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا
کرتا مقابلہ، مہِ انور کی کیا بساط

جاں بخش اونکے لب ہیں نزاکت میں فرد ہیں
تشبیہ دوں میں لعل کو، پتھر کی کیا بساط

اعجاز کے حریف نہیں آکے سامنے
جادو کی کیا مجال ہے، منتر کی کیا بساط

امید بھی ہے، ڈر بھی، برابر کی چوٹ ہے
امید کو پچھاڑ سکے، ڈر کی کیا بساط

حافظ ہے جسکا نام، سخنور سہی مگر
لکھے نبی کی مدح، سخنور کی کیا بساط

ردیف (ظ)

حق تعالے ہے غلامانِ نبی کا حافظ
ہم ہیں محفوظ کہ حافظ ہے ہمارا حافظ

میں تو دنیا میں ہوں قرآنِ مبیں کا حافظ
اور قرآنِ مبیں حشر میں میرا حافظ

مصحفِ پاک ہے اک دفترِ نعتِ نبوی
میں ہوں اس دفترِ نعتِ نبوی کا حافظ

ننگِ امت ہوں، بلاؤں سے بچالے مجھکو
حافظِ امتِ مرحومہ ہے تو یا حافظ

تیسوں پاروں کا تجھے واسطہ، ہاں غم سے نجات
تیسوں پاروں کا ہے یہ غمزدہ بندہ حافظ

مجھکو کیا فکر اگر تو ہے نگہباں میرا
مجھکو کیا غم ہے اگر فضل ہے تیرا حافظ

دلِ ذاکر کو ستانے نہیں پاتیں فکریں
مطمئن دل ہی مرا ذکر ہی تیرا حافظ

متوکل متوسل متفکر کیا ہو
متوکل کو ہی ایک اونکا وسیلہ حافظ

عاشقوں پہ تو کبھی آنچ نہ آئی ہی نہ آئے
آتشِ عشق پیمبر کا ہی صدقہ حافظ

امتی اونکے گناہوں میں ہیں ڈوبے لیکن
ڈوبنے والوں کو رحمت کا ہی دریا حافظ

سن لے ہندی کی مدینے میں مدینے والے
کون ہندی وہی مہجور و شیدا حافظ

ردیف (ع)

کیا نرے دردِ محبت کو ہو صحت مانع
کہ دوا کے لیے ہی دردِ محبت مانع

گھر سے نکلا نہیں جاتا کہ ہی طاقت معدوم
گھر میں بیٹھا نہیں جاتا کہ ہی وحشت مانع

روضۂ پاک کی جالی سے لڑاتے آنکھیں
تھا ادب بار کے ہوے چشم مروت مانع

شکر ہی یہ ہیں مصیبت کے تو قابل ٹھہرا
شکر کرنے کی نہیں کوئی مصیبت مانع

جو مزے چکھے ہیں چکھنے کو نہ ملتے صد شکر
کہ نمک کی تو نہیں دل کی جراحت مانع

یہ تو سو جینے کا جینا ہی کہ ہو جائے وصال
جیتے رہنے کو نہیں جان کی رخصت مانع

سفرِ طیبہ کا ساماں ہو کس طرح درست
کہ درستی کی ہے ٹوٹی ہوئی ہمت مانع

شوخیٔ طبع کا ہے رنگ ملپسندِ احباب
اور شوخی ہو مرا رنگِ طبیعت مانع

گھر سے دو بار گئے، کر آئے طوافِ کعبہ
گر پڑی سر سے، جو تھی گردشِ قسمت مانع

آخری عمر ہے، جلدی سے زیارت ہو جائے
دیر تک جینے کی ہے تنگیٔ فرصت مانع

چاہتا ہوں میں کہ دربار میں پہنچوں حافظ
پہنچوں کیونکر کہ ہے مولےٰ کی مشیّت مانع

ردیف (غ)

اللہ نیا روز مرے سینے کو دے داغ
تختہ یہ چمن کا ہے، رہیں پھولے پھلے داغ

اول تو مرے سینے میں گنتی ہی کے تھے داغ
داغوں کا یہ ہے فیض کہ بے گنتی پڑے داغ

سینے میں ہے دے کے جو رہ لی۔ تو اسی کی
مٹ جائے اگر دل بھی تو دل کا نہ مٹے داغ

مکے کا ہوا ارماں، مدینے کی تمنّا
اک دل میں رہے ہے۔ ایک کلیجے میں رہا داغ

رہتا ہے تصور میں جو وہ گنبدِ اخضر
ہوتے ہی نہیں خشک مرے دل کے ہرے داغ

روضے کی جدائی سے جو گزری ہے نہ پوچھو
اللہ کسی کو بھی جدائی کا نہ دے داغ

پھنک جائے وہ دل جس میں محبت کی نہ ہو آگ / جل جائے جھلس جائے وہ سینہ جو ہو بے داغ

ہے داغ کو کیا فکر، سلامت رہے سینہ / سینے میں سلامت رہے اللہ کرے داغ

رہ رہ کے جلاتا ہے غمِ شہ میں جو دل کو / جل جل کے میں کہتا ہوں کہ ٹھنڈا نہ رہے داغ

لالے کو کوئی داغ ملا، کوئی قمر کو / دو چار جو میرے جگر و دل سے بچے داغ

جل جل گئے، مر مر گئے، مٹ مٹ گئے عاشق / جیسے تھے چمکتے ہوئے ویسے ہی رہے داغ

مولیٰ کی محبت کا ہے بندہ دلِ زخمی / مولیٰ کے تبسم کے نمکخوار مرے داغ

اشکوں کی بساط اتنی کہاں ہے کہ بجھائیں / جب داغ سے سینہ جلے سینے سے جلے داغ

ہاں درد چمک تو بھی کہ دونا ہو اجالا / جلنے کے لیے دل ہے، جلانے کے لیے داغ

حافظ! ہے یہی مشقِ سخن اور صفائی
لکھا نہ گیا آپ سے اک شعر بھی بے داغ

ردیف (ف)

ہاں وحشتِ دل لے چل سوئے نجفِ اشرف / میں دیکھ لوں آنکھوں سے کوئے نجفِ اشرف

رخ سوئے نجفِ اشرف آئینہ ہو سینے کا / آئینے میں سینے کے رُوئے نجفِ اشرف

ای جان نکل باہر کیوں گھٹتی ہی تو اندر | آئی ہی صبا لیکر بوے نجفِ اشرف

ہاں شوق! اوڑا لے چل ہاں قدموں کو بڑھا لے چل | سوے نجفِ اشرف ہاں سوے نجفِ اشرف

پھولوں کا کھلا تختہ ہی سینے کے داغوں میں | پھولوں کے دماغوں میں ہی بوے نجفِ اشرف

بڑھ چڑھ کے بھی سیلِ اشک کچھ پاسِ ادب رکھنا | اولٹی نہ بہا دینا جوے نجفِ اشرف

بیہوش جو پاتی ہی یوں ہوش میں لاتی ہی | لاتی ہی صبا جاکر بوے نجفِ اشرف

بھی روح سمجھ والی تو سانس نکیوں ہولی | گزری تھی صبا لیکر بوے نجفِ اشرف

نامِ نجفِ اشرف سنتے ہی جنوں اوٹھا | دیوانے کو اک بس ہی ہوے نجفِ اشرف

دل تھا، نہ کوئی پتھر تھا شیشے سے نازک تر | نکلا نہ کبھی ٹکرا کر سوے نجفِ اشرف

روے نجفِ اشرف سوے دلِ حافظ ہو
روے دلِ حافظ ہو سوے نجفِ اشرف

ردیف (ق)

جانِ جہاں ہی حسن تو ہی جان نثار عشق | امیدگاہ حسن ہی امیدوار عشق

سچ ہی چھپے تو حسن ہی معشوقِ پردہ دار | معشوقِ پردہ دار کا ہی اشتہار عشق

پردے میں شوخیاں ہوں یہ ہی کام حسن کا
پردے سے باہر آکے ہوا بیقرار عشق

جن ہی پڑھا ہوا ہی نہ چھوڑیگا جیتے جی
شاید ٹلے تو لیکے ٹلے جانِ زار عشق

راحت کسی کا کام ہی جراحت کسی کے نام
سرمستِ خوابِ حسن ہی شب زندہ دار عشق

ہی حسن کو کمال تو ہی عشق بے زوال
ہی تابدار حسن تو ہی پایدار عشق

دولت سرائے حسن سے ہی سایلِ زکوٰۃ
گو سلکہ ہائے داغ سے ہی مایہ دار عشق

مطلب تو ہی یہی کہ بڑھیں بیقراریاں
کیوں بیقرار دل میں نہ پکڑے قرار عشق

جب دیکھو تو لگی ہوی ہی حسن کی طرف
دیوانہ اپنے کام میں ہی ہوشیار عشق

بے عشق کام چل نہیں سکتا ہی حسن کا
ہاں حسن خودنما ہی تو آئینہ دار عشق

اس میل جول پر بھی ہی قسمت جدا جدا
نرمی میں گل ہی حسن کھٹکتے ہیں خار عشق

روشن کریگا اپنے شہیدوں کے نام کو
جلتا رہیگا بنکے چراغِ مزار عشق

جب عشق ہی تو مجھکو غم بیکسی نہیں
رکھتا ہی اپنے ساتھ غمِ روزگار عشق

رکھا گیا ہی عشق و ہوس میں یہ امتیاز
دو دن کی ہی ہوس تو ہمیشہ بہار عشق

حافظ کو دیدے واسطہ اپنے حبیب کا
اپنے حبیب کا مرے پروردگار عشق

ردیف (ک)

جانِ ستم رسیدہ کا تیرا ہی غم شریک
غم ہ شریک ہی وہ مگر ہی ستم شریک

ہجر بُتی میں کون ہی میرا شریکِ حال
اک بیکسی شریک ہی، اک دل کا غم شریک

ہستی تو ہی وہی جسے ممکن نہیں عدم
ہستی ہماری کیا کہ ہی جسکا عدم شریک

رحم و غضب کو دیکھکے بولے امید و بیم
ہم دونوں حصہ دار برابر کے ہم شریک

منقولیوں کو یاد ہی تسلیم کا سبق
معقولیوں کی بحث میں لا و نعم شریک

قدرت یہ کس کو ہی کہ ہمارا لکھا مٹائے
قدرت کے جس میں ٹھہرے دوات و قلم شریک

حسرت سے دیکھتا ہوں دمِ واپسیں کو میں
آخر میں ہگیا ہی یہی ایک دم شریک

اللہ آپ ہوگا ہمارا شریکِ حال
اللہ کا جو کوئی نہ ٹھہرائیں ہم شریک

آہیں بھی ساتھ دیتی ہیں نالے بھی درد میں
جسکا اثر ہی نام وہ ہوتا ہی کم شریک

میں اور ہجر شاہ میں بیکس، نہیں نہیں
دل کا ہی غم شریک، جگر کا الم شریک

تھا عشق میزبان، مہیا تھے اشک و غم
کھانے میں ہم شریک تھے پینے میں ہم شریک

دربارِ حشر میں تری امت کو خوف کیا
تیرا کرم شریک، خدا کا کرم شریک

مدِ نظر خدا کو اک ارشادِ پاک تھا
کی پہلے خاکِ پائے نبی کی قسم شریک

پتھر میں اور شیشۂ دل میں پڑی ہی محبت — ہو فیصلے تو آپ کا نقشِ قدم شریک

صلِّ علیٰ حضور کی یکساں نوازیاں — جسکا کوئی شریک نہ ہو دو سکے ہم شریک

حافظؔ ہزار حیف کہ ایک ہے جب ہیں بھی

تھے سب شریکِ بزم نہ تھے ایک ہم شریک

ردیف (ل)

شکرِ خدا نمود ہوا عید کا ہلال — نذرانہ عید کا ہی کہ ہی رو نما ہلال

تعظیم عیدِ فطر کا اللہ رے اہتمام — تسلیم کے لیے ہی سراپا جھکا ہلال

کیوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھیں نہ روزہ دار — اُنتیس کا ہلال ہی اُنتیس کا ہلال

اُنتیس روزے رکھنے کا پورا ہوا اثر — ہمزے کی طرح لاغر و باریک تھا ہلال

ڈوبا ہوا پڑا تھا وسے کون اوچھالتا — آہی تھا ناؤ آپ ہی تھا ناخدا ہلال

روزے اوٹھا کے رکھنے لگا طاقِ چرخ پر — پاکر اشارہ ابروِ محبوب کا ہلال

ایسا تنزّل ایسی ترقی خدا کی شان — بڑھکر بنا جو بدر تو گھٹ کر ہوا ہلال

غصہ بقدرِ ضعف ہی قدرت کا مقتضا — دُبلا ہوا تو اور بھی ٹیڑھا ہوا ہلال

تھا ورد قبلہ صرفِ رکوعِ نمازِ شام
پھر جھکتے جھکتے سجدے میں جا کر گرا ہلال

اونگلی جھکا کے اپنی طرف یہ اشارہ ہی
دیکھو شہورِ حج کا یہ پہلا ہوا ہلال

چھریوں کے جوہر اور نکیتی کے ہاتھ ہیں
بانکا بنا دکھانے کو بانکی ادا ہلال

روزہ معاف مفت میں ہوجائے تیسواں
ناخن سے ہو جو عقدۂ لاحل کشا ہلال

اونگلی سے ہاتھ کی ہی یہ نیم یہ دو نیم
ناخن کسی کے پاوں کا ترشا ہوا ہلال

بالا بنا رہا تھا غلاموں کو آپ کے
نکلا بُرا نا حلقہ بگوش آپ کا ہلال

تارے چمک دمک میں ہیں لاکھوں بڑھے چڑھے
پایہ ترا زیادہ ہی جھکتا ہوا ہلال

پستی میں کس عروج سے پھینکا تھا چرخ نے
ہمت ہی کیا بلند کہ پھر بڑھ چلا ہلال

اپنا ہی چہرہ مہرہ ہی اپنا ہی آئنہ
کنٹھا بنا خود اپنے گریبان کا ہلال

ابرو کماں رسولِ معظم کے تو کہاں
تو ہی ہزار بار کا دیکھا ہوا ہلال

حافظ اسنا بھی کچھ کہ پہنچکر مدینے میں
خدامِ بارگہ کا سلامی ہوا ہلال

آئی ہی دنیا میں جھم جھم عیدِ میلادِ رسول
کھو گئی دنیا کے سب غم عیدِ میلادِ رسول

ہاں صدائے عام ہی بشریٰ ہی لکھو
لو منا لو ملکے باہم عیدِ میلادِ رسول

ایک پلے میں وہ دونوں ایک پلے میں یہ ایک
دونوں عیدوں سے نہیں کم عیدِ میلادِ رسول

سال بھر بعد آئی ہی پڑھنی رسولِ پاک پر
آج صلّی اللّٰہ وسلّم عیدِ میلادِ رسول

تیسرا اسکا مہینا، اونکا دسواں بارھواں
دونوں عیدوں پر مقدم عیدِ میلادِ رسول

جھومتا ہی ابرِ رحمت، لائی ہی تقسیم کو
بادۂ عیش دمادم عیدِ میلادِ رسول

آئی ہی آج اہلِ عالم کو دکھانے کے لیے
قوتِ تسخیرِ عالم عیدِ میلادِ رسول

دو مہینے سے برابر شہرِ غم کا تھا عمل
کرنے آئی شاد و خرم عیدِ میلادِ رسول

جانِ تازہ کی ہوس تیرے فدائی کیا کریں
ایک تیرا دم ہی کیا کم عیدِ میلادِ رسول

آج تیرا ہی عمل، اوتر تیرا، دکھن تیرا
تیرا پورب، تیرا پچھم، عیدِ میلادِ رسول

کیا بدخشان و بخارا، کیا حجاز و مصر و شام
ہر جگہ ٹھہری مسلّم عیدِ میلادِ رسول

اہلِ سنت پھرتے ہیں خوش خوش کہ ہی شہر السرور
منکروں کو ہی محرم عیدِ میلادِ رسول

یہ تمنا ہی، منائیں ابکے آ کر میرے گھر
میرے مونس میرے ہمدم عیدِ میلادِ رسول

مجھکو بھی عز و شرف دیں آپ بھی مٹیں تو آب
یوں کریں میرے مکرم عیدِ میلادِ رسول

حافظ اور احبابِ حافظ عمر بھر کرتے رہیں
ملکے باہم شاد و خرم عیدِ میلادِ رسول

روز آجاتا ہی اون کے قدِ بالا کا خیال
روز کرتا ہی سیرِ عالمِ بالا خیال

میں کہاں روضہ کہاں ہی خواب یا یہ خیال
ہند سے لیکے بال و پر اوڑتا ہی اونچا خیال

اب بھی دل پیارا نہ ہو کیوں مجھکو اپنی جان سے
دل میں اک اللہ کے پیارے کا ہی پیارا خیال

باپ کو اولاد بھی ہوتی نہیں اتنی عزیز
آپ کو ہے جس قدر ہر فردِ امت کا خیال

خوابِ غفلت میں گنہگارانِ امت ہیں پڑے
خواب میں اونکو گنہگارانِ امت کا خیال

میں وہ سودائی نہیں جو بھولوں سودے ہزار
ایک سر کے واسطے کافی ہے اک تیرا خیال

شکر کر اے دل غنیمت جان کیا کم ہے یہ بات
میں نہ پہنچا اونکے روضے تک مرا پہنچا خیال

روضۂ والا کا قبہ جب سے دیکھ آیا ہوں میں
چرخ سے اونچی نظر ہے عرش سے اونچا خیال

نظم ہے معراج کی۔ یا نظم کی معراج ہے
لامکاں سے ڈھونڈ کر مضمون لے آیا خیال

کچھ لیے اشکوں کے دھاگے کچھ بٹے تارِ نفس
ہم نے ڈورے ڈالکر سرکار کا باندھا خیال

شعر گوئی کا اگر حافظ تجھے ہوتا شعور
ہوتی اچھی فکر اچھی بول چال اچھا خیال

ردیف (م)

تم غوثِ عالم یا غوثِ اعظم
یا غوثِ اعظم یا غوثِ اعظم

یک مستغاثے یک مستغیثے
وہ تم ہو یہ ہم یا غوثِ اعظم

کیوں کوئی دل کا دُکھڑا سُنیگا — کس سے کہیں ہم یا غوثِ اعظم

تعظیم دینا کام اولیا کا — تم ہو معظم یا غوثِ اعظم

عاشق کو تیرا اسمِ مبارک — ہی اسمِ اعظم یا غوثِ اعظم

تیری دعا نے ٹالا قضا کو — تھی گو وہ مبرم یا غوثِ اعظم

جنّ و بشر کے فریاد رس ہو — غوثِ دو عالم یا غوثِ اعظم

تم مایہ دارِ اَلفقرُ فخری — فقرِ مجسّم یا غوثِ اعظم

بھر دو اگر تم کاسہ گدا کا — ہو ساغرِ جم یا غوثِ اعظم

حسرت مٹادو، صورت دکھادو — اب دم چلا دم یا غوثِ اعظم

حافظ کو ہوگی کب باریابی
وَاللّٰہُ اَعلَم یا غوثِ اعظم

ای صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ رحمتِ عالم — ہو رحمتِ حق نامِ خدا رحمتِ عالم

ہو نورِ نظر۔ نورِ خدا رحمتِ عالم — آنکھوں کی ضیا۔ دل کی جلا رحمتِ عالم

تم کو تو خطا پوش عطا پوش سُنا ہی — کیا دیکھتے ہو میری خطا رحمتِ عالم

اللہ کی ہی شان تری شانِ جمالی — محبوب کیا اور کہا رحمتِ عالم

دن رات ہی عالم میں تمھارا ہی اوجالا — ہو شمسِ ضحیٰ بدرِ دجیٰ رحمتِ عالم

عالم کو اگر ہی تو ہی رحمت کا سہارا
ہو رحمتِ عالم تمھیں یا رحمتِ عالم

عالم کی نظر آپ کی رحمت کی طرف ہی
رحمت کی نظر کیجیے یا رحمتِ عالم

عالم او نہیں کیوں سمجھے نہ اللہ کی رحمت
اللہ نے لقب جن کو دیا رحمتِ عالم

رحمت تو چھڑا دیتی ہی عالم کو بلا سے
ڈرتی ہی بلاؤں سے بلا رحمتِ عالم

خود نور ہو۔ خود سایہ۔ تمھارا انھیں سایہ
ای نورِ خدا ظلِّ خدا۔ رحمتِ عالم

ڈرتا ہوں نہ کھل جائے مرے جرم کا پردہ
ہاں دامنِ رحمت میں چھپا رحمتِ عالم

رحمت بھی ترے منھ کی طرف دیکھ رہی ہی
منھ کس کا تکوں تیرے سوا رحمتِ عالم

ہوں میں تو خطاوار خطاؤں کا مقر ہوں
دیکھ اپنی تو رحمت کو ذرا رحمتِ عالم

مانا کہ گنہ میرے پہاڑوں سے بڑے ہیں
ہی رحم ترا سب سے بڑا رحمتِ عالم

رحمت کی نظر ہو دمِ آخر سوِ حافظ
ہر شعر کے آخر ہیں لکھا رحمتِ عالم

خالق کے دوات اور قلم رحمتِ عالم
دونوں ہیں ترے طبل و علم رحمتِ عالم

جھونکا کوئی آتا نہیں طیبہ کی ہوا کا
ہی ناک میں دم۔ ناک میں دم رحمتِ عالم

دل یا کوئی پتھر ہی۔ نہ کیوں شک سے دیکھے
پتھر میں ترا نقشِ قدم رحمتِ عالم

میرا اثرِ شورِیدہ ہو۔ ٹھوکر ہو تمھاری
ان دونوں کو رہنے دو بہم رحمتِ عالم

برطھ برطھ کے خطائیں کیے جاتے ہیں خطا کار ۔ رحمت تری ہوتی نہیں کم رحمتِ عالم

ہاں ایک نظر چشمِ کرم سے ہو ادھر بھی ۔ ہی تجھسے ہمیں چشمِ کرم رحمتِ عالم

میں اور مری جان تری شان کے صدقے ۔ ای شانِ کرم۔ جانِ کرم رحمتِ عالم

میں ہوں وہ گدا جس کی یہی ایک صدا ہی ۔ للہ ادھر چشمِ کرم رحمتِ عالم

میں قطرۂ ناچیز ہوں اک حادث وفانی ۔ تم گوہرِ دریائے قِدم رحمتِ عالم

عصیاں سے یہاں دم کوئی خالی نہیں جاتا ۔ رحمت تری لیتی نہیں دم رحمتِ عالم

ہاں ٹوٹے ہوئے ٹھیکرے میں بھیک ذرا سی ۔ دیدو کہ بنے ساغرِ جم رحمتِ عالم

دیدار کے پیاسے کو جھلک آکے دکھا دو ۔ بیمار کا آنکھوں میں ہی دم رحمتِ عالم

رحمت ہی سلامت تو مری فردِ گنہ کا ۔ ہی ایک وجود اور عدم رحمتِ عالم

واللہ تری خاکِ قدم ایسی ہی جس کی ۔ اللہ نے کھائی ہی قسم رحمتِ عالم

حافظ کے گناہوں کے چھپانے کو تو کافی ۔ ہی آپ کا دامانِ کرم رحمتِ عالم

وارثِ احمدِ مختار امامِ اعظم ۔ نائبِ سیدِ ابرار امامِ اعظم

اولیاء کے بھی ہیں سردار امامِ اعظم ۔ عالمِ عالمِ اسرار امامِ اعظم

ہیں امام اور بھی آپ اور اماموں سے بڑے ۔ آپ کی ہی بڑی سرکار امامِ اعظم

فقہا جنکے ہیں پیرو، علما جنکے عیال
ہیں وہ سالار وہ سردار امامِ اعظم

ہیں وہ سرتاجِ ائمہ وہ سراج الامہ
تیرگی پردہ ضیا بار امامِ اعظم

فخر سچے علما کو ہی تمہارا جھوٹا
سب تمہارے ہیں اُلش خوار امامِ اعظم

برکت والوں نے پائے ہیں اونھیں سے برکات
عظمت والوں کے سردار امامِ اعظم

نہ کرے منہ بھی کبھی جسکی طرف بادِ خزاں
فقہِ اکبر کا ہی گلزار امامِ اعظم

آپکے سنتے ہیں اوصاف تو جل جاتے ہیں
ہیں عدو آپکے فی النار امامِ اعظم

تم نے دیکھا ہی اوسے جس نے نبی کو دیکھا
ہی خداداد یہ دیدار امامِ اعظم

حق جو دائر ہی وہ اکثر ہی تمہاری ہی طرف
حق تمہارا ہی طرفدار امامِ اعظم

آپ کا سینہ ہی گنجینۂ قرآن وحدیث
آپ ہیں مخزنِ انوار امامِ اعظم

علما کے فقہا کے صلحا کے سب کے
مقتدا قافلہ سالار امامِ اعظم

برزباں وردِ زباں نوکِ زباں ہیں تمکو
ہوں احادیث کہ آثار امامِ اعظم

دجلۂ غم کا نہیں غم کہ حمایت کے لیے
وار ہیں غوث تو ہیں پار امامِ اعظم

منکروں میں ہی وہی منکرِ اعظم جسکو
تیری عظمت کا ہی انکار امامِ اعظم

آپ کا مدح سرا حافظ بے برگ ونوا
نذر کرتا ہی یہ اشعار امامِ اعظم

خوشم که ناخنِ غم دارم و دلے دارم
دلے درد گرے هست سخت مشکلے دارم

نفس نفس دمِ آبے که خواهم از ساقی
زباں زماں تب و تابے که در دلے دارم

غریقِ ورطهٔ حرماں چو من مباد کسے
بحسرتِ نگهٔ نگاهے بساحلے دارم

کجاست صورِ قیامت که کارِ خویش کند
فغاں فغاں که فحلے بسخت غافلے دارم

دلم بجانِ سپهر [illegible]وش می لرزد
نهفته سحرِ حلالے ببابلے دارم

توانم اینکه بگیرم ز خامه کارِ کیا
که من زمینِ غزل سیر حاصلے دارم

چه از فراقِ تو بارے که می کشم بر جاں
چه از غمِ تو غبارے که بر دلے دارم

نه از تو دور صبورم نه بخطِ بحضور
کجا برم - بکه گویم عجب دلے دارم

منم که بسته برویم ره کشود و کشاد
چه مشکلے که ندارم - چه مشکلے دارم

چو من گرفته و لے خستهٔ مباد کسے
که دست بر دلم و پائے در گلے دارم

به بیکمالی خود چوں ننازم ای حافظ
بایں که ناقصم استادِ کاملے دارم

یاد ایامے که من در سر هوائے داشتم
داشتم دانش - ولے سودا نمائے داشتم

روز ها با پیکرِ حسنِ تو می بستم خیال
هم شبها با خیالت التجائے داشتم

عسرتم عشرت نمود و سهل تر هر مشکلے
مصطفائے داشتم مشکلکشائے داشتم

آشکارا شادمان و در نہاں فریاد خواں
سینہ ریش و دلِ خونیں نوائے داشتم

جستم و بگسستم از اغیار و دل بستم بدوست
ماجراہا در گذشتم ماجرائے داشتم

شوقِ دل بودہ است خضرِ راہ بس دور و دراز
منکہ رہ بردم بمنزل، رہنمائے داشتم

من بعمرے سر فرو ناوردہ پیشِ ہیچکس خود
مر خدا را بندہ بودم، من خدائے داشتم

دستِ من بودہ تہی از مایۂ بے مایگی
داشتم دردے و دل دردآشنائے داشتم

نازمش من اینقدر بس بود کاندر کوئے او
خاک بر سر داشتم، سر زیر پائے داشتم

بودم از ضبطِ فغاں. خود پردہ دارِ خویشتن
واندرونِ دل شکستِ بے صدائے داشتم

چند گفتی۔ مدعا در دل چہ داری باز گو
منکہ ناکامم دلِ بے مدعائے داشتم

تو نہ بستی بر خطاکاراں درِ بخشایشے
من خطائے داشتم۔ چشمِ عطائے داشتم

می کشیدم انتظارِ مرگ پیش از مرگِ خویش
مرگ پیش آمد کہ مرگے در قفائے داشتم

در رہش چنداں دویدم۔ پایم از رفتن بماند
تا بپائے سر رسیدم۔ سر ز پائے داشتم

شاہِ خوباں در ہجومِ حشر ما را دید و گفت
آں توئی حافظ کہ من بر در گدائے داشتم

ردیف (ن)

۱۷ - جمادی الاولےٰ ۱۳۳۳ھ عرس شریف

بدایوں

سب بدحواس تابشِ روزِ جزا میں ہیں
ہم لوگ ظلِ فضلِ رسولِ خدا میں ہیں

ہم خالی ہاتھ بھی طلبِ مدعا میں ہیں
امیدواریاں کفِ دستِ دعا میں ہیں

تھا روزِ حشر ہم کو مصیبت کا سامنا
ہی خبر یہ کہ امتِ خیر الورا میں ہیں

ایمان کہ رہا ہی یہ کھل کر پکار کر
محفوظ ہم تو قلعۂ خوف و رجا میں ہیں

جن نیچے دامنوں میں کریمی کی شان ہی
دستِ گدا میں ہیں وہ کفِ بینوا میں ہیں

مُنھ سے نکل بھی جانے دے اے انتہائے ضعف
دو ایک ہی تو حرف ہماری دعا میں ہیں

مجھ درد مند کا نہیں کوئی شریکِ درد
بیدرد ہیں وہ دوست جو فکرِ دوا میں ہیں

پستی سے اوڑھکے گنبدِ اخضر کو چوم آئے
یہ حوصلے کہاں نگہ نارسا میں ہیں

میرے عریضے لیکے سوے روضہ اوڑ چلے
روکا کرے صبا یہ کبوتر ہوا میں ہیں

وہ اولِ رُسل ہیں وہ ہیں خاتمِ رُسل
وہ سب سے ابتدا میں ہیں وہ انتہا میں ہیں

آنکھیں موں اور دل کی ہوں کیا جانے چشمِ سر
پردے ترے ظہور میں جلوے خفا میں ہیں

گم کردہ راہ ہیں وہ، جنھیں بیخودی نہیں
کھوئے ہوئے جو ہیں وہی راہِ خدا میں ہیں

آئینگے دل میں عرش سے مضمون مدح کے
اوترینگی شیشے ہی میں جو پریاں ہوا میں ہیں

لیکر گئی گئی نہ گئی روضے کو صبا
اللہ نالے آہ مری کس ہوا میں ہیں

دیوانوں کو کسی نے بھی پوچھا نہ حشر میں
غافل ہی دار و گیرِ جزا و سزا میں ہیں

پہنچی نہیں دعا تو ابھی آسمان پر
ہم ہیں کہ انتظارِ قبولِ دعا میں ہیں

ہم جانیں اور آپ، جو پر لطف لذتیں
ہمکو خطا میں، آپ کو عفوِ خطا میں ہیں

تر دامنوں میں ہیں مگر اک تار تر نہیں
ڈوبے ہوئے جو آپکے بحرِ عطا میں ہیں

بیٹھا ہوا ہے سکہ اونھیں کا بہشت پر
نقش و نگار جو تری دولتسرا میں ہیں

روضے کو بل ہماری بھی قسمت کا لے نہ جائے
آخر ہزاروں بل ہی تو موجِ صبا میں ہیں

کرتے ہیں بند مدح سراؤں کا ناطقہ
گویا جو سنگریزے کفِ مصطفےٰ میں ہیں

بے سایہ اونکی ذات ہے، وہ خود ہیں ظلِ ذات
ہم اونکے سایے میں ہیں وہ ظلِ خدا میں ہیں

حافظ ہیں چند شعر سنانے کو اور بھی
جو مدحِ غوث و منقبتِ مرتضےٰ میں ہیں

دنیا کی دولتیں تری دولتسرا میں ہیں
عقبےٰ کی نعمتیں ترے دستِ عطا میں ہیں

اللہ کی ہے خلق ید اللہ کی مرید
ہاتھ اون مریدوں کے کفِ دستِ خدا میں ہیں

للہ مجھکو ناخنِ تدبیر رکھ معاف
سب مشکلیں مری کفِ مشکلکشا میں ہیں

یارب گناہگاروں کا پردہ نہ کھولنا
دبکے چھپے جو دامنِ آلِ عبا میں ہیں

قادر ہے تو قدیر ہے تو مقتدر ہے تو
قدرت کے تیری جلوے ترے اولیا میں ہیں

مرنے کے لطف سب ہیں تمھارے ہی عشق میں
جینے کے جو مزے ہیں تمھاری ولا میں ہیں

ہم قادری فقیر ہیں اک لکیر کے
پیاری لکیریں جو کفِ دستِ خدا میں ہیں

سرکار اپنے وقت کے مولا علی ہو تم
مولا علی کے وصف جو ہیں ھَلْ اَتیٰ میں ہیں

مولا علی کے پیارے، نبی کے ہیں لاڈلے
محبوبِ رب ہیں غوث ہیں آلِ عبا میں ہیں

ساقی خدا کے واسطے اتنا تو پوچھ لے
جو مست ہیں الست کے وہ کس بلا میں ہیں

تم پر سب آشکار ہیں تم سے چھپے نہیں
جو مدعا نہاں دلِ بیمدعا میں ہیں

مرنے سے کیوں ڈرے جسے جینا عزیز ہو
دارِ فنا سے جو گئے دارِ بقا میں ہیں

رخشِ برہنگی کو مشجر بنا ئینگی
لہریں گنی چُنی جو صفِ بوریا میں ہیں

سرکارِ غوث پاک ہے تفسیرِ ھَلْ اَتیٰ
اوصافِ مرتضےٰ خلفِ مرتضےٰ میں ہیں

ولیوں کے وہ امام ہیں ولی انکے مقتدی
سب سے بڑھے ہوئے وصفِ اولیا میں ہیں

دیکھیں تو اپنے حسن کے جلوے کی سیر آپ
آئینہ خانے سینۂ اہلِ صفا میں ہیں

قادر ہو تم، جدھر کو جسے چاہو پھیر دو
مولے تمھارے ہاتھ دلوں کی لگا میں ہیں

اب ڈوبی ناو، بندۂ قادر! دوہائی ہے
یا ناخدا جو کہتے ہیں یادِ خدا میں ہیں

داتا تمھارے ہاتھ بس اب اونکی لاج ہے
پھیلے ہوئے جو ہاتھ امیدِ عطا میں ہیں

یا خُلق یا عتاب کو لائینگے کھینچکر
فقرے جو چرپرے گلۂ ناروا میں ہیں

جنکو لکیریں جانتے ہیں آپکے مریض
نسخے دوا کے آپکے دستِ شفا میں ہیں

غلمان و حور قادریوں کے ہیں مشتری
تیرے غلام معرضِ بیع و شرا میں ہیں

اُفتادگانِ خاک کے ہاتھ آئینگے کبھی
دامن جو نیچے نیچے کسیکی عبا میں ہیں

عشقِ نبی و حُبِّ علی و ولائے غوث
شرطیں نجات کی یہی روزِ جزا میں ہیں

کس روز کام آئیگا دجلہ حضور کا
دھبے ہزار ہا مری فردِ خطا میں ہیں

آنکھوں کے سات پردوں میں ہیں وہ نظر نواز
یوں کہنے کو حجاب ورا الورا میں ہیں

حافظ سمجھ رہے ہیں جو دنیا کو اپنا گھر
ٹھہرے ہوئے غریب مسافر سرا میں ہیں

فکرِ دوری و حضوری کچھ بھی اب دل میں نہیں
اونکی محفل دل میں ہے دل اونکی محفل میں نہیں

صبر کر لیتے سہارے پر امیدِ مرگ کے
موت یہ ہے جان اپنی حسرتِ دل میں نہیں

منہ سے کہنے کی نہیں - دل میں ہیں جو جو حسرتیں
یہ بھی کس دل سے کہوں - حسرت کوئی دل میں نہیں

نوکِ مژگاں نے نکالا خوب کھٹکا حشر کا
دل میں جو کانٹا کھٹکتا تھا وہ اب دل میں نہیں

جسکا دل زندہ نہ ہو - زندوں میں وہ کیا دم بھرے
جانِ جاں میں دل پڑا ہے - جان اب دل میں نہیں

جو فنا فی اللہ ہے - اوسکو بقا باللہ ہے
اب تو جھگڑا کوئی باقی حق و باطل میں نہیں

تیرے طالب ڈھونڈتے پھرتے ہیں تجھکو جابجا
گھر ترا اللہ - کس دل میں ہے کس دل میں نہیں

چار یاری کو ہو - چاروں سے برابر دوستی
دل ہی کیا ہے جب حسابِ دوستاں دل میں نہیں

جز گدائی کچھ مقدر میں نہیں ہے - تو نہ ہو
بھیک کا ٹکڑا بھی کیا تقدیرِ سائل میں نہیں

اور کچھ دل میں نہ ہو تیری تمنا کے سوا
کچھ تمنا - اس تمنا کے سوا - دل میں نہیں

گھر کیے بیٹھا ہے گیسوے نبی کا بال بال
کیسے کس منہ سے کہ بال آئینۂ دل میں نہیں

نورِ وحدت ہے یہاں، نورِ نبوت ہے یہاں
نام ظلمت کا حریمِ کعبۂ دل میں نہیں

آپ جب دل میں تھے - آنکھیں تھیں کیلئے اشکبار
آپ آنکھوں میں نہیں، صبر و سکوں دل میں نہیں

دردِ دل سننے سنانے ہی کے قابل ہے مگر
سانس لینے کی بھی طاقت تیرے بیدل میں نہیں

آپ کیوں پردہ کریں، ہم جاگیں یا سویا کریں
حسرت آنکھوں کو نہیں، یا آہ تو دل میں نہیں

ضعف نے مانگی دعا - یا رب کہیں آجائے صبر
نالۂ بیتاب چلایا - جگہ دل میں نہیں

حافظ لونکے ڈھونڈنے کو کس لیے جاؤں کہیں

آنکھ کے تل میں نہیں وہ یا مرے دل میں نہیں

ایک میرا دخل ہی جو اونکی محفل میں نہیں
اک مسرت کا ٹھکانا جو مرے دل میں نہیں

کھو ہی بیٹھا طلبِ دیدار نوئے دل کو بھی
بھیک کا بھی ٹھیکرا اب دستِ سائل میں نہیں

نالہ کہتا ہی مجھے دن رات کھینچے جائیے
میں یہ کہتا ہوں کہ اب طاقت مرے دل میں نہیں

کیسا آنا کیسا پردہ تجھکو کیا سودا ہی قیس
کیسی لیلےٰ ہی جو تیرے دل کے محمل میں نہیں

سامنے جلنے کو شمعیں بھی ہیں پروانے بھی ہیں
اپنے گھر جلتے ہیں وہ جو اونکی محفل میں نہیں

اونکا جلوہ دل میں ہی آنکھوں میں ہو چاہے نہ ہو
ماہ کا جلوہ ہی جو آنکھوں میں ہی دل میں نہیں

حسرتیں دل سے جو نکلیں بھی تو کب چین آئیگا
پھر یہ حسرت ہوگی اب حسرت کوئی دل میں نہیں

ختم آنسو ہو چکے آنکھیں لہو رونے کو ہیں
بوند بھر بھی اب لہو باقی مرے دل میں نہیں

کیا جمالِ پاک ہی بے پردہ جلوے کی ضیا
دل میں آئینے کے ہی؟ آئینہ دل میں نہیں

چوٹ کس دل پر نہیں۔ اللہ! اونکے عشق کی
چوٹ اونکے عشق کی۔ اللہ۔ کس دل میں نہیں

اونکے در کی جبہہ سائی۔ صبر کر لینے کی تاب
پھوٹی قسمت میں نہیں ٹوٹے ہوے دل میں نہیں

جو سویدا دل میں ہی۔ وہ کسکے غم کا داغ ہی
گو یہ سچ ہی۔ ظاہر انقطہ کوئی دل میں نہیں

حلِ مشکل کام ہونے کا ہی۔ دل مشکل پسند
کوئی آسانی نہیں۔ جو دل کی مشکل میں نہیں

خارِ حسرت کی خلش ہی اوس مژہ کی یاد میں
دل میں جس کا نٹا کھٹکتا ہی۔ وہی دل میں نہیں

خلوت اوس محفل سے اچھی ہی جہاں خلوت نہو
کیا کریں ہم لیکے وہ خلوت جو محفل میں نہیں

دل کو کیا غم وہ تو ہیں ناکام ہو یا شاد ہو
اونکی محفل دل میں ہی یا دل اونکی محفل میں نہیں

ابتو حافظ! قطرے قطرے کو ترستا ہوں پڑا
آبلہ جو پھوٹ جائے وہ مرے دل میں نہیں

جلوۂ دیدار اب تک آنکھ کے تل میں نہیں
خالی اونکے درد سے تل بھر جگہ دل میں نہیں

قیس! تجھسے منھ چھپائے جاتی ہی لیلی نری
کیا نری آنکھوں کا پردہ کوئی محمل میں نہیں

گھر کیے بیٹھا ہی دل میں ناوکِ تیرِ نگاہ
دیکھنا روزن تو کوئی خانۂ دل میں نہیں

ڈھونڈتی ہی وہ نگہ یوں پوچھتی ہی بار بار
کھا گیا لیا کوئی میرا تیر، جو دل میں نہیں

تجھکو بتلانی ہی ای دل! یہ اونکا ہی مقام
اونکی محفل میں نہیں، ہاں اونکی محفل میں نہیں

کنجِ مرقد کے اندھیرے سے وڑے میری بلا
کیا ترے دردِ محبت کی چمک دل میں نہیں

ہی محبت جسکی قاتل خود وہ اوسکا خونبہا
اور پھر جھگڑا ابھی کچھ مقتول و قاتل میں نہیں

شمع بنکر جل بجھوں، پروانہ بنکر ہوں فدا
کیا مرا اتنا بھی حصہ تیری محفل میں نہیں

محفل آرا دل میں ہی شمع، دل ہی باہر آپ سے
دل کی محفل میں ہی شمع، دل اپنی محفل میں نہیں

چاک تک آئی درستی جہانتک گر اونکی پھری
بال بھر خالی جگہ ٹوٹے ہوے دل میں نہیں

عاشقوں کا اپنے عاشق ہو وہ معشوق آپ ہیں
کون سا دلدادہ ہی جو آپکے دل میں نہیں

آنکھ میں پُتلی ہی پُتلی میں ہے دل تل میں ہے نور
نور کا پُتلا تو کوئی آنکھ کے تل میں نہیں

دل کی امیدیں وہ بر لائے کو آئے۔ کب کہ جب
کچھ ہجوم ناامیدی کے سوا دل میں نہیں

سچ تو یہ ہے کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما
اونکے لب پر وہ دعا ہے جو مرے دل میں نہیں

شوق طالب ضعف غالب دور طیبہ ہائے ہائے
طاقتِ پرواز باقی طائرِ دل میں نہیں

حکمِ رخصت روضے پر سُنکر میں کہتا بھی تو کیا
بندگی بیچارگی لب پر بھی ہے دل میں نہیں

کوئی حافظ سا نہ ہو دنیا میں بیخود بدنصیب
اونکی محفل میں پہنچکر اونکی محفل میں نہیں

کعبے میں جاکے جو دنیا سے گزر جاتے ہیں
گھر سے اللہ کے، اللہ کے گھر جاتے ہیں

مرنے والے جو ترے عشق میں مر جاتے ہیں
عشق کے نام کو بدنام تو کر جاتے ہیں

خوش رہیں وہ جنھیں اللہ کا گھر ہے محبوب
ہم تو اللہ کے محبوب کے گھر جاتے ہیں

کیسی ہوتی ہے چھپے چوری گنہ کی لذت
وہی آتے ہیں نظر، ہم تو جدھر جاتے ہیں

تار رونے کا جو بندھتا ہے تو ہوتی ہے بہار
اشک جو گرتے ہیں، موتی سے بکھر جاتے ہیں

ایسے زخموں کا تو ہونے سے نہ ہونا اچھا
چارہ گر! جو تری تدبیر سے بھر جاتے ہیں

خاک پر اوس پڑا رہنے دے اے ضعف مجھے
وہ کہیں جائیں کہیں پہنچی نظر جاتے ہیں

راہِ طیبہ میں نہ مجھے ٹھوکریں کھانے کو بہت
اور سب گھر سے لیے زادِ سفر جاتے ہیں

اک نظر دیکھنے گے روضہ جو ہے منظورِ خدا
ہم اکیلے ہیں، خدا پر ہے نظر، جاتے ہیں

ایک ہم ایک دل، اک شوق ہے، اک جذبہ ہے
اور کچھ بھی نہیں سامانِ سفر، جاتے ہیں

یہ بگڑنا نہیں، بننا ہے، کہ رحم آئے اونھیں
جو بنے کام بگڑتے ہیں، سنور جاتے ہیں

دھوپ کی تاب نہیں یہ کہ سکھا دے اوسکو
لیکے ہم حشر میں وہ دامنِ تر جاتے ہیں

دل ہوا خوش کہ اب آئی مرے بسنے کی گھڑی
جب سُنا اونکا یہ ارشاد کہ گھر جاتے ہیں

مرنے والے ترے، ہوتے نہیں منت کشِ غیر
موت آنے نہیں پاتی ہے کہ مر جاتے ہیں

تم جو پوچھو تو بُرے کیا ہیں تمھارے بیمار
اور پڑے ہیں بگڑنے کے سنور جاتے ہیں

زائروں کا رہِ طیبہ میں لگا ہے تانتا
غول کے غول ادھر آتے ہیں اودھر جاتے ہیں

پاؤں میں آبلے ہیں، سر میں ہے سودائے طیبہ
شوق میں برہنہ پا، برہنہ سر جاتے ہیں

جس قدر جلوہ دکھانا ہو، دکھا دو اک بار
ہوش پھر کر نہیں آتے ہیں، اگر جاتے ہیں

ہمنشیں دیتے ہیں پردے میں تسلّی کے فریب
مجھسے کچھ کہتے ہیں پھر کہکے مکر جاتے ہیں

اونکے زائر ہوئے یا شمع کے پروانے ہوئے
صدقے ہو جاتے ہیں، جل جاتے ہیں، مر جاتے ہیں

دل میں مرقد روضے کا تصور اگر آ جاتا ہے
نقشے جنت کے بھی نظروں سے اوتر جاتے ہیں

ہم نے سیکھا ہے پتنگوں سے مدینے جانا
شمع روشن ہو جدھر اوڑ کے اودھر جاتے ہیں

دیکھ کر رکھیے تو تم عشق کی ہر راہ وہ راہ
جس میں گھر جاتے ہیں، در جاتے ہیں، سر جاتے ہیں

صعف ہی ٹھوکریں ہیں مار اہ عرب ہی حافظ
غیر کے پاؤں سے جاتے ہیں اگر جاتے ہیں

دمِ عیسے نہ تمِ عیسے کا طلبگار کہاں
ٹھوکریں کھائے ترا کشتۂ رفتار کہاں

پوچھتے کیا ہو گیا آج وہ بیمار کہاں
اب وہ بیکس جو پڑا تھا پسِ دیوار کہاں

ہائے اک ہندیِ مہجور کی شوریدہ سری
سر بھی پھوڑے تو ترا در تری دیوار کہاں

دھوپ میں صحنِ حرم ہی کی پڑا جلنے دو
قصرِ جنت کے تو قابل یہ گنہگار کہاں

کیا کرینگے ترے بیمارِ غم اچھے ہوکر
اور ہاں ایسے مزے کا کوئی آزار کہاں

لے چلا شوق کہ جالی سے لگادو آنکھیں
رعب نے آنکھیں دکھائیں کہ خبردار کہاں

تاکنے کے لیے کیا دل ہی رہا تھا اے عشق
تیر مار ابھی تو بیدرد ستمگار کہاں

غم ترا تیر ادیا، تیرے سوا کون بتائے
کہ سوا تیرے ملیگا کوئی غمخوار کہاں

اک سرا فرشِ زمیں ایک سرا عرش بریں
پہنچے اک پل میں کہاں سے مرے سرکار کہاں

بول اوٹھا دل جو چلا دل سے تصور اونکا
کس طرف قصد کیا خیر ہے سرکار کہاں

مرگئے پر ہے نیا بلبلِ جاں کا یہ راگ
ہائے جنت میں مدینے کا وہ گلزار کہاں

تم ٹھکانے سے لگادو تو لگادو مجھکو
بے ٹھکانوں کا ٹھکانا مرے سرکار کہاں

حشر کی بھیڑ میں حرمت کو ہے تکلیف تلاش
ہیں گنہگار بہت ہم سے سیہ کار کہاں

قسمت اوسکی جسے یوں حشر میں پوچھے رحمت
مجھسے تم خوش ہو تو جنت ہی جو ناخوش ہو تو نار
نہ دکھاینو وہ تجلّی تو نہیں صبر کی تاب
مول لے لینگے قیامت کا وہ سارا بازار
تم اگر سامنے آنکھوں کے چلے جاؤ گے
دیدۂ تر سے سوا چشمِ تصور ہی عزیز
نہ کریں صور جدا منہ سے ابھی اسرافیل

وہ گنہگار کہاں ہی وہ کبیہ کار کہاں
مجھکو کیا کام کہ جنت ہی کدھر نار کہاں
نظر آیئں تو یہاں طاقتِ دیدار کہاں
اوسکو سودا ہی جو کہتا ہی خریدار کہاں
میری نظروں سے چلی جائیگی رفتار کہاں
یہ نہ ہوگی تو پھریگی تری رفتار کہاں
ابھی ہشیار ہوے ہیں ترے میخوار کہاں

صورتِ نقشِ قدم ہِل نہیں سکتا حافظ
اونکا وارفتۂ رفتار ہی رفتار کہاں

وہ ہی کیا جو تو نے دیا نہیں ترے دستِ جود میں کیا نہیں
ترے در کا کون گدا نہیں ترے گھر سے کون پلا نہیں
نہ میں پھول ہوں نہ میں باغ ہوں نہ میں زخم ہوں نہ میں داغ ہوں
میں اندھیرے گھر کا چراغ ہوں جو کسی ہوا سے بجھا نہیں
نہ میں آب ہوں نہ میں آگ ہوں نہ میں خاک ہوں نہ میں باد ہوں
میں اک امرِ ربِّ عباد ہوں مجھے بھید اپنا ملا نہیں

نہ میں راہزن ہوں نہ راہبر نہ میں رہنما ہوں نہ رہ سپر
جو وہ آپ لائے نہ راہ پر تو کوئی بھی راہنما نہیں

جسے کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ وہ تین ملکے ہوا ہی ایک
وہ خدا نہیں وہ خدا نہیں وہ خدا نہیں وہ خدا نہیں

میں چلا عدم سے وجود کو تو سند ملی مجھے سرنوشت
میں کہا کیا اسے رہنے دو میں لکھا نہیں میں پڑھا نہیں

بس تلاشِ دوست میں گُم ہوا مجھے بے تلاش وہ مل گیا
یہی لَا اِلٰہَ میں بھید تھا کہ بقا بغیرِ فنا نہیں

جسے نَحنُ اَقْرَبُ یاد ہی اُسے حاصل اپنی مراد ہی
وہ وصالِ دوست سے شاد ہی کوئی لحظہ اوس سے جدا نہیں

پھرے پانی اس مرے اشک پر لگے آگ اس مری آہ کو
وہ مریضِ خستہ و زار ہوں کوئی راس آب و ہوا نہیں

جو مرض جو درد ہو لا دوا تو وہ سُنکے کہتے ہیں برملا
وہ مرض وہ درد ہی کون سا مرے پاس جسکی دوا نہیں

یہ کلام حافظِ بینوا کرے پیش کیا کہ ہی سادہ سا

یہ طعام ہی کہ نمک نہیں جو نمک نہیں تو مزہ نہیں

شکل محبوب کی ہی سینے میں — پیاری تصویر ہی آئینے میں

زلفِ محبوب سے دل خستہ ہوا — بال سے پڑ گئے آئینے میں

گنبدِ سبز کی جالی نہیں یاد — ہی یہی زخم ہرا سینے میں

درہم داغ کہ درہم کے ہوں داغ — کیا نہیں سینے کے گنجینے میں

غم کی تصویر ہی اک پیشِ نظر — دوسری سینے کے آئینے میں

ہمکو مرنے میں ہی جینے کا مزہ — نہیں مرنے کا مزہ جینے میں

خونِ دل۔ خونِ جگر۔ خونیں اشک — یہ بھی پینا ہی کوئی پینے میں

دل میں ہی پرتوِ روے روشن — اور آئینہ ہی آئینے میں

جی گئے۔ مرتے ہی اونکے مہجور — کیا وہ جینا تھا کوئی جینے میں

دل کے آئینے سے دعواے صفا — منھ تو دیکھ آئنے آئینے میں

چشمِ تر میں تمھیں رہنا ہی پسند — یا مرے درد بھرے سینے میں

دولتِ زر ہو کہ ہو دولتِ فقر — کیا نہیں آپ کے گنجینے میں

جس میں فرماتے ہیں مولے آرام — وہ مدینہ ہی مرے سینے میں

رنگ تو دیکھنے میں اچھا ہی — تلخ ہی خونِ جگر پینے میں

مدح کے لاکھوں جواہر حافظ
ابھی محفوظ ہیں گنجینے میں

کون سے گھر میں وہ جلوہ نہیں، کس دل میں نہیں
ماہِ کامل فقط اک میری ہی منزل میں نہیں

میں یہ کس منھ سے کہوں داغ کوئی دل میں نہیں
داغ تو ایسے ہیں جیسے مہِ کامل میں نہیں

اونکے پرتو کی ضیا کونسی منزل میں نہیں
مہرِ تاباں میں نہیں یا مہِ کامل میں نہیں

شمع تو سامنے ہے پھر بھی کھڑی جلتی ہے
اور بھی جلتے ہیں جو آپ کی محفل میں نہیں

درد و غم کتنے ہی آجائیں سمائی ہے بہت
اک حسرت کی جگہ ہے کہ مرے دل میں نہیں

آنکھ میں چھپکے پھرو آنکھ کی پتلی کی طرح
رہکے پردے میں بھی جو پردہ حائل میں نہیں

بیدلی کی یہ نئی چھیڑ نرالا ہے سوال
کچھ تمنا کوئی حسرت تو ترے دل میں نہیں

زائرو! تم ابھی دیکھ آئے ہو دشتِ طیبہ
کوئی ایسا بھی ہے کانٹا جو مرے دل میں نہیں

صبر کڑوا ہے مگر صبر کا پھل میٹھا ہے
صبر کرنے کی بھی طاقت ترے بیدل میں نہیں

درد کے ساتھ اوٹھے اوٹھکے گرے آہ بھرے
جان اتنی بھی تو باقی ترے بیدل میں نہیں

شوق کہتا ہے کہ دن رات چلے ہی جاؤ
جو مدینے میں ہے راحت کسی منزل میں نہیں

صبر اچھا ہے مگر صبر کو ٹھہراؤں کہاں
کہ ٹھکانا ہی مرے درد بھرے دل میں نہیں

عقل بولی مہِ کامل میں ہے پرتو اونکا
دل پکارا کہ وہ جلوہ مہِ کامل میں نہیں

لیجیے حضرتِ دل! عقل کے ناخن پہلے
ہائے شمعیں بھی شرفیاب ہیں پروانے بھی
اے گلِ لالہ تو اتنا عبث اترا تا ہے
درِ دل اگرم ہے دربار، ادب کا ہے مقام
بہتری چاہتے ہیں میری وہ مجھسے بہتر

عقل کا دخل مرے عقدۂ مشکل میں نہیں
وائے تقدیر کہ اک میں تری محفل میں نہیں
کون سا داغ ہے تجھ میں۔ جو مرے دل میں نہیں
تجھکو اوٹھنا ہے تو ہاں بھری محفل میں نہیں
اونکے لب پر وہ دعا ہے جو مرے دل میں نہیں

وہ اوٹھاتے نہیں پردہ تو ہے کیا غم حافظ
میری آنکھوں میں نہیں ہیں کہ مرے دل میں نہیں

دل کا ایمان تمھاری آنکھیں
آپ کی آنکھیں، ہماری حسرت
دیکھیے، اور دکھایئں کیا کیا
کیوں نہ ہو دل ہدفِ تیرِ نگاہ
دل کی ہو خیر، کلیجے کی ہو خیر
آپ تشریف بھی کب لائے کہ جب
دیکھتے دیکھتے اونکا رستا
ہائے آنکھیں غمِ امت میں ہوں تر

جان کی جان یہ پیاری آنکھیں
آپ کی دید، ہماری آنکھیں
ہیں سلامت جو ہماری آنکھیں
اُف، شکاری کی شکاری آنکھیں
تیر پلکیں ہیں، کٹاری آنکھیں
ہو گئیں بند ہماری آنکھیں
ہو گئیں بند ہماری آنکھیں
اور آنکھیں بھی وہ پیاری آنکھیں

اونکے رستے ہیں بچھا دیتی ہے
نکہتِ بادِ بہاری آنکھیں

ہوگئیں روضے کی جالی کے طفیل
گروِ شکر گزاری آنکھیں

باغِ طیبہ کے لیے روتی ہیں
دیکھکر ابرِ بہاری آنکھیں

آپ کا تیرِ نگہ۔ تیرِ قضا
مظہرِ جلوۂ باری آنکھیں

درد اونکا ہی رولانے والا
اور بدنام ہماری آنکھیں

حاصلِ دید نظارہ اون کا
سائلِ دید ہماری آنکھیں

روتی ہیں اپنے لکھے کو حافظ
غم واندوہ کی ماری آنکھیں

تم سے ہیں چار ہماری آنکھیں
آنکھیں تکتی ہیں تمھاری آنکھیں

کھولے دیتی ہیں خود اپنا پردہ
بادہ خواروں کی خماری آنکھیں

جانِ بسمل ہوی صدقے قربان
کرگئیں کام تمھاری آنکھیں

تیری آنکھوں کا مرا دل پیارا
میرے دل کی تری پیاری آنکھیں

نظرِ لطف کفیلِ امت
ضامنِ کار برآری آنکھیں

جلوہ بے پردہ ہوا بھی تو کیا
دیکھنے سے ہوئیں عاری آنکھیں

تم اگر سامنے آنکھوں کے رہو
کیوں کریں گریہ وزاری آنکھیں

کرتی ہیں جانبِ سنگِ اسود
سجدۂ شکر گزاری آنکھیں

نظر آیا نہیں کچھ اون کے سوا
جب ہوئیں بند ہماری آنکھیں

لال لال آنکھوں کے ڈوروں کے لیے
خون روتی ہیں ہماری آنکھیں

وہ نگاہوں میں رہے اور رہیں
بند کی بند ہماری آنکھیں

راہِ محبوب میں بچھنے کو چلیں
لیکے پلکوں کو ہماری آنکھیں

دل کو دیکھو کہ نہ دیکھو ہیں کون
دل تمھارا ہے تمھاری آنکھیں

جیتے جی ہم کو دکھایا روضہ
اب تو جی سے بھی ہیں پیاری آنکھیں

کسکی آمد کی خوشی ہے حافظ
بچھی جاتی ہیں ہماری آنکھیں

کس سے جھپکینگی ہماری آنکھیں
ہم نے دیکھی ہیں تمھاری آنکھیں

مانعِ راہروی گرد نہیں
مثلِ عینک ہیں غباری آنکھیں

دل میں روضے کی ہے پیاری جالی
اوسکے روزن مری پیاری آنکھیں

آئیں روضے کی بلائیں لیکر
صدقے نظروں کے ہماری آنکھیں

شہرِ طیبہ کا تصور جو بندھا
ہوگئیں چشمۂ جاری آنکھیں

پتلیوں میں رُخِ انور کا ہے عکس
کرتی ہیں آئنہ داری آنکھیں

چھوڑ کر نور کو کرتی ہیں تلاش / سرمۂ گردِ سواری آنکھیں

کعبۂ دل ہی وہ طاقِ ابرو / قبلۂ جاں ہیں وہ پیاری آنکھیں

خواب میں آئے ہو پردہ کیسا / اب تو ہیں بند ہماری آنکھیں

یوں دکھا دیجیے بے پردہ جمال / کھلی رہ جائیں ہماری آنکھیں

دید کی عید ہی اون کا جلوہ / دیکھ لیں عید ہماری آنکھیں

دیکھ آئیں جو وہ پیارا روضہ / ہوگئیں اور بھی پیاری آنکھیں

آپ صانع نے کیے ہیں دو صاد / جب بنائی ہیں تمھاری آنکھیں

اوس کا حصہ ہی خدا کا دیدار / جس نے دیکھی ہیں تمھاری آنکھیں

رقتِ دل سے ہوی ہیں حافظ
چشمۂ رحمتِ باری آنکھیں

ہم کو اپنے درد کا احساس بھی حاصل نہیں / ہائے پہلو میں ہی اک پتھر کا ٹکڑا - دل نہیں

یا خوشی کے چہچہے تھے یا ہنسی یا قہقہے / اب تو غم چھایا ہوا ہی - کوئی بھی خوشدل نہیں

اک ہمارے پیشرو تھے فردِ اکمل ایک ایک / ایک ہم ہیں جن میں کوئی جوہرِ قابل نہیں

کاہلی ہمت کی پستی بے مذاقی علم کی / وہ بلا ہی کونسی جو قوم پر نازل نہیں

ظلمتِ بے امتیازی چھاگئی ہی قوم پر / فرقِ صدق وکذب و تمیزِ حق و باطل نہیں

نظمِ رندانہ میں کتب تک بھی پائے جاؤ گے
یہ تو ہاں تحصیلِ حاصل۔ اس سے کچھ حاصل نہیں

غمزے عشوے کی ادا ہیں۔ لذتِ بوس و کنار
قابلیت میں کچھ ایسی شاعری داخل نہیں

اس کتب خانے کا اسلامی کتب خانہ ہی نام
جس کتب خانے میں اسلامی کتب داخل نہیں

انجمن بیشک ہی۔ لیکن نام کی ہی انجمن
اس میں اہلِ علم جتنے چاہیے شامل نہیں

اس میں شامل ہو جیے۔ اسکو کتابیں دیجیے
کم سے کم چندے سے بھی امداد کچھ مشکل نہیں

اسکو اسلامی و اخلاقی کتب درکار ہیں
چھوٹے افسانے ڈرامے لے تکے ناول نہیں

ایک اسلامی کتب خانہ ہی اتنے اہلِ شہر
تھوڑی ہمت صرف کرنا اس میں کچھ مشکل نہیں

شہر والے مقدرت والے ہیں۔ تاریخی ہی شہر
ہمتوں کی پوچھیے تو اس طرف مائل نہیں

عید کے دن ہی بدایوں شہر میں بزمِ سخن
جائے اس برسات میں۔ گھر سے کوئی فاضل نہیں

یا خدا بزمِ سخن میں کہہ دے اتنا ہی کوئی
اور تو سب ہیں شریک اک حافظِ بیدل نہیں

رسول ہم کو رسالت مآب کہتے ہیں
جو منتخب ہیں تمھیں انتخاب کہتے ہیں

ستارے شب کو اگر ماہتاب کہتے ہیں
تو ذرّے دن کو تمھیں آفتاب کہتے ہیں

مزے میں ہیں ترے کلفت پسند کلفت سے
جلے بھنے ہوئے دل کو کباب کہتے ہیں

ہیں جتنے قطرے تمھیں جانتے ہیں وہ دریا
ہیں جتنے ذرّے تمھیں آفتاب کہتے ہیں

بتائیں کیا کہ ہیں کیا آپ کے لبِ نازک
سمجھنے کے لیے برگِ گلاب کہتے ہیں

محبت اور جدائی ہیں لازم و ملزوم
اوسے گناہ تو اس کو عذاب کہتے ہیں

وہ ٹوٹے دل میں جو آئے تو ہنسکے فرمایا
اسی کو عرشِ بریں کا جواب کہتے ہیں

ملا ہی قرب سے حبل الورید کا ڈورا
مگر ہم آپ کو مالکِ رقاب کہتے ہیں

چمک رہے ہیں جو صحرا میں ریگ کے ذرّے
وہ تم کو ذرّہ نواز آفتاب کہتے ہیں

سرِ نیاز یہ کہتا ہی جاکے سجدے میں
کسی کے ناز کا مجھکو جواب کہتے ہیں

شراب ہاتھ نہ آئی تو دل کا خون ہوا
وہ خونِ دل ہی جسے ہم شراب کہتے ہیں

لکھی پڑھی جو کتابیں تھیں۔ کوئی یاد نہیں
جو یاد ہی۔ اوسے غم کی کتاب کہتے ہیں

سُنا نہ ہوگا کہیں امتحانِ صبر ایسا
ہمارے صبر کو وہ اضطراب کہتے ہیں

نہ سوئیں اور رہیں خوابِ مرگ سے غافل
ہم ایسے جاگتے رہنے کو خواب کہتے ہیں

ہی پاک صاف عرق میں مریض۔ پھر تم کون
اسی کو محتسبو! احتساب کہتے ہیں

کھلا رہے درِ میخانہ چند روز ای کاش
ہی بند ہونے کو توبہ کا باب، کہتے ہیں

احد کا مظہرِ کامل ہی کون۔ احمد ہی
اوسی کا میم ہی جس کو نقاب کہتے ہیں

مرے حساب میں ہی روزِ وعدہ دیدار
لکھے پڑھے جسے روزِ حساب کہتے ہیں

تمھیں ہو باعثِ لوح و قلم۔ تمھیں امّی
تمھیں کو صاحبِ امّ الکتاب کہتے ہیں

کیا پسند جو رحمت نے کوئی قطرۂ اشک
کہا اسی کو تو دُرِّ خوش آب کہتے ہیں

غزل کے پردے میں نالے سُنا دیے حافظ
حریف میری غزل کا جواب کہتے ہیں

وہ رستا پھر رہا ہی چشمِ تر میں
اُٹے تھے ہم جہاں گردِ سفر میں

یدِ طولیٰ ہی دل کو شور و شر میں
مجھیں لے۔ تو مگر رکھنا نظر میں

جو راحت پائی طیبہ کے سفر میں
وہ یاد آتی ہی رہ رہ کر حضر میں

نظر سے خاک جس بستی کی چھانی
وہ بستی پھر رہی ہی اب نظر میں

بتاؤں کیا۔ مری نظروں کی نیت
پڑی رہتی ہی کس کے بام و در میں

وہ دل میں ہیں۔ پڑا ہی دشت میں دل
وہ اپنے گھر ہیں۔ اونکا گھر سفر میں

نظر آنا نہیں منظور اون کو
ہی اس پردے کی تہ میری نظر میں

زیارت کا شرف جس دن ملا تھا
وہی اک دن ملا تھا عمر بھر میں

ذرا تم بھی تو دیکھو ہاتھ رکھکر
کہ دل میں درد ہی ٹیسیں جگر میں

دوا دیتا ہی دیوانے کو تیرے
خلل ہی کچھ دماغِ چارہ گر میں

وہ دولت ندی کی ہو یا دولتِ فقر
کمی کس شی کی ہی مولیٰ کے گھر میں

ہماری خاک اوس کوچے سے اوڑکر
کہاں جائیگی ٹھہریگی ادھر میں

وہ چکر جس نے دوڑا کر تھکایا
وہ پہلے پاؤں میں تھا، اب ہی سر میں

بڑی مدت میں آپہنچا ہی زائر
بڑے پیوند ہیں رخصتِ سفر میں

دوہائی ہے نپچے دامن والے کی ہی
گرایا ضعف نے اوس رہگذر میں

حقیقت میں خدا جانے وہ کیا ہیں
بظاہر ہیں وہ ملبوسِ بشر میں

بشر ہی تیری صنعت کا نمونہ
تری قدرت کے جلوے ہیں بشر میں

جدا ہیں دل کی آنکھیں چشمِ سر سے
تفاوت ہی بصیرت میں بصر میں

ہمارے دردِ دل کا کام ہوگا
تمھارے ایک ہی تیرِ نظر میں

بلاکش ہو تو ٹھکے لے لینگے بلائیں
بلائیں خیر سے اوتریں تو گھر میں

بنی ساتوں فلک کے پار ہو آے
پڑے ہیں فلسفی حدِّ نظر میں

نہ بھولوں حشر کے دن دامن اونکا
لگا رکھوں گرہ دامانِ تر میں

ہی اک شب درمیاں دیدارِ فردا
قیامت ہو نہ برپا رات بھر میں

نظر کو ہی دمِ دیکھوں اوٹھنے کی تکلیف
بھرا ہی سب کچھ اک نیچی نظر میں

طوافِ کعبہ کا سودا تو دیکھو
کہ سر چکر میں ہی چکر ہی سر میں

لبوں پر مہر ہو، دل بولتا ہو
ہو آنکھیں بند، سب کچھ ہو نظر میں

بنی کے دامِ گیسو میں اولجھکر
پڑی ہیں گتھیاں تارِ نظر میں

عمل ہر سے نہ تو لے جائیں ای کاش | نہیں جچتے جو میری ہی نظر ہیں

کرم سے حضرتِ احسن کے حافظ
حضر کا لطف آیا اس سفر ہیں

فغاں کہ روزیِ دل کردہ اند افسردن | بخوانِ نعمتِ ما ہن نیست جز جگر خوردن
زدستِ ہر کہ رسد گدیہ ات بگیر و بنوش | مجوز پاے سکندر سکندری خوردن
بدستِ بستہ بکنجے نشستن آساں نیست | بپاے خستہ بدرشتے تواں بسر بردن
بوہ زدست بناچار نقدِ جاں دادن | متاعِ دل را در دستِ غیر بسپردن
بہارِ عمر گزشت و پیامِ مرگ رسید | نصیبِ کیست ز باغِ مدینہ برخوردن
نوالہ بہ کہ نہی در دہانِ گرسنہ | از انکہ در دہانِ خویشتن فرو بردن
ز آبِ اشک بشو داغہا کہ تر داری | کہ روزِ فردا نتواں بر آتش افسردن
یکیست ہر دو چہ مردن چہ زیستن ہمچو | حذر حذر ز چناں زیستن چنیں مردن
ز دولت رفت جوانی و ریخت دندانت | چہ پشتِ دست گزیدن چہ حسرت خوردن
چہ برفرازِ سر بردہ چہ برفراشش حصیر | مباش غافل و بشناس خفتن از مردن
مخور زبادہ غمِ جان و تن بمردن دہ | کہ باقیست دگر زیستن پس از مردن

کنونکہ دست نداری بمرگ ای حافظ

	بر وہ ہمیر چونٹے مرگ بینواں مردن	
	ردیف (و)	

۲۲- ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو عرس شریف گنج مراد آباد کے موقع پر

نمکداں نے مزہ کیسا چکھایا زخمِ خنداں کو
دہانِ زخمِ خنداں نے دعائیں دیں نمکداں کو

دلِ بیتاب کے ہاتھوں سے جینا ہو گیا مشکل
کہاں لیجا کے پھینکوں یا خدا اس آفتِ جاں کو

نمایاں ہو کہ پنہاں اوسکو داغوں کی ہو کیا پروا
جو چھپایا داغِ پنہاں کا کہے داغِ نمایاں کو

جنوں کے ہاتھ ٹوٹیں ہائے کس حسرت سے تکتا ہی
گریباں میرے دامن کو، مرا دامن گریباں کو

غمِ ہجراں کو برسوں ہو گئے خونِ جگر کھاتے
الٰہی کس طرح ٹالوں میں اس ناخواندہ مہماں کو

چلا دیوانہ صحرا کو پڑے ہیں پاؤں میں چھالے
بشارت یہ سنا دیتا کوئی خارِ بیاباں کو

طبیبوں نے عبث تکلیف کی تشخیص کی خاطر
نہیں پہچان سکتا کوئی میرے دردِ پنہاں کو

تکلف بر طرف، دستِ جنوں تو کیوں جھجکتا ہے
ابھی پھٹ پھٹ کے بننا ہے مرا دامن گریباں کو

کھلا جاتا ہے تو پردہ درد کا کھلنے نہ پائیگا
کہ آتا ہی ہنسی ہیں ٹال دینا زخمِ خنداں کو

نہ اتنا گدگداتا تھا کہ ہنسنے کو رولا چھوڑا
نہ اتنا چھیڑنا تھا نوکِ مژگاں زخمِ خنداں کو

وہی میں ہوں، وہی وحشت، نہ چادر ہے، نہ بستر ہے
کوئی اوڑھے بچھائے لیکے دامانِ بیاباں کو

کبھی زخموں کو آتی تھی ہنسی آنکھوں کے رونے پر
اب آنکھیں ہیں کہ بیٹھی رو رہی ہیں زخمِ خنداں کو

کلیجے میں سیہ کاوہ ہی یا جان کی راحت
کلیجے سے لگا لوں کیسے اس درد، اس راحتِ جاں کو

مرے سینے میں ہیں کانٹوں سے بدتر پھول داغوں کے
الٰہی! پھول پڑ پڑ کے لگے آگ اس گلستاں کو

پھٹے پھولوں کے جامے اور یہ ثابت کا ثابت ہے
سمجھتا ہوں گلے کا ہار میں اپنے گریباں کو

غریبوں کی نہ قسمت کو سیاہی کی طرح دوڑی
جو دیکھا بیکسی نے دور سے شامِ غریباں کو

خدا کی شان، حافظ اور میخانے کا دروازہ
خدا کے واسطے سمجھاؤ اس مردِ مسلماں کو

ترا دیوانہ جاتا تھا لیے ہیں سیرِ بیاباں کو
اوسے پکڑے ہے کوئی ناحق لیے جاتے ہیں زنداں کو

بہارِ عرس ہے، جوشِ جنوں! ٹھنڈا نہ ہو جانا
بہم دست و گریباں رہنے دے دست و گریباں کو

اسے رحمان ہی جانے کہ کتنا خوش ہوا ہوگا
بنا کر فضلِ رحمن ظلِ رحمن فضلِ رحمن کو

عجب کیا، خلد اگر خود اوسکے استقبال کو آئے
کہ رضواں سے در باہر لینے آئے جسکے درباں کو

فنا کا مرتبہ دیکر بقائے جاوداں دیدو
پڑے میری بلا پیکر بلا میں آبِ حیواں کو

ترے اتباع کو ہوگا خلودِ خلد کا مژدہ
ترے اعدا کے حق میں حکم "دوزخ کی طرف ہانکو"

ہوا ہے ناتوانی سے یہ بوجھ بھاری ۔ دور ہے منزل
مرے بدلے ۔ مرے سر سے گرا دے بارِ عصیاں کو

دلِ امیدوارِ دید کی ہے یہ دعا یارب
مرے دیدار سے محروم رکھنا داغِ حرماں کو

بدی کے لکھنے والے مجھکو بھی مل گئی چھٹی
کیا دستِ جنوں نے پارہ پارہ فردِ عصیاں کو

مرے محبوب کی ہے وضع سادی سیدھا سادھا ہے
ارے تیکھو! ارے ترچھو! ارے ٹیڑھو! ارے بانکو

ہمیں کھایا ہے دھوکا عمر بھر میں نفس و شیطاں نے
کہ دھوکا دینے آئے ہیں مریدِ فضلِ رحمٰں کو

ندامت! کہدے اشکوں سے کہ اب چھڑکاؤ کو نکلیں
ہوا آتی ہے رحمت کی ہوا دیں گردِ عصیاں کو

اکیلے زخم ہے روئیں یا ہنسیں بے لطف ہیں دونوں
مزہ آئے، جو تم بھیجو تبسم کے نمکداں کو

دعا کر دیجیے مولا کہ یارب بخشدے یا رب
مرے حافظ کو اور سگے بھائیوں کو، باپ کو، ماں کو

ہے اون پہ فضلِ رحمٰں اور وہ خود فضلِ رحمٰں ہیں
ملا ہے اسمِ سامی بامسمّٰی فضلِ رحمٰں کو

ملے ہیں دو قمر، دو نورِ دیدہ، فضلِ رحمٰں سے
مرے احمد میاں چشم و چراغِ فضلِ رحمٰں کو

نہ بھول احمد میاں کو بھول کر بھی ایک دم حافظ
ہمیشہ یاد رکھ اس یادگارِ فضلِ رحمٰں کو

جن آنکھوں نے نہ دیکھا ہو تجلی گاہِ یزداں کو
وہ آنکھیں دیکھ لیں آ کر مزارِ فضلِ رحمٰں کو

کلیجے میں چھپا کر فیضِ دردِ فضلِ رحمٰں کو
کلیجے سے لگائے پھر رہا ہوں دردِ پنہاں کو

مصیبت جب کبھی آئی، اذیت جب کبھی پائی
پکارا فضلِ رحمٰں کو، پکارا فضلِ رحمٰں کو

اشارہ دل سے آنکھوں کا، کہ یہ گنبد ہے یہ جالی
تقاضا دل کا آنکھوں سے، اسے تاکو لے سے جھانکو

تبرک کچھ عنایت ہو چھڑانے ہو جو قدموں سے
ذرا سی خاک ہی دیدو کہ لو جاؤ اسے پھانکو

حیاتِ جاوداں ملتی ہو جسکو نورِ عرفاں سے
اندھیرے میں بھٹکتے کیوں ڈھونڈتا وہ آبِ حیواں کو

دعائیں دل سے پائی ہیں نوازش ہائے پنہاں سے
دعائیں دے رہا ہے دل نوازشہائے پنہاں کو

مراد آباد کی حد پر بسا کر گنج کو حق نے
مراد آباد میں رکھا چھپا کر گنجِ عرفاں کو

اجابت آپ ہاتھوں ہاتھ لینے کے لیے دوڑے
ہوا دوڑتے دیکھ لے دستِ دعا فضلِ رحمٰں کو

نہ کھل جائے کہیں پردہ، نہ ہو جائے کہیں رسوا
چھپا لو دامنِ رحمت میں ایک آلودہ داماں کو

یہ فضلِ عینِ رحمٰں ہے، یہ عینِ فضلِ رحمٰں ہے
مرا مرشد، مرا ہادی، بنایا فضلِ رحمٰں کو

ترا نائب بڑا کمزور ہے، بیدل ہے، کیا کرتا
کہیں سنتے ہیں سر سے پھینک آیا بارِ عصیاں کو

تمہارے رہنے والے مر رہے ہیں مر ہی رہنے پر
جسے مرنا ہو جینے پر وہ ڈھونڈے آبِ حیواں کو

یہ نامِ پاک لینا تھا کہ دل قابو سے باہر تھا
کلیجا تھام کر میں نے پکارا فضلِ رحمٰں کو

ہمارے زخمِ دل دیکھے نہیں جاتے تو کہتے ہیں
اسے ڈھونڈو اسے ڈھانپو اسے ٹانکو اسے ڈھانکو

ملیگا خاک تیری آندھی پانی کو خداوندا
ملا کر خاک میں اس خاکسارِ فضلِ رحمٰں کو

ادب سیکھو کہاں تک طولِ عرضِ مدعا حافظ
عجب دیوانے ہو چپ بھی رہو بس اب نہ بڑھانکو

یا خدا مقبول میری ہر دعا ہو کوئی ہو
تیر ترکش میں اگر ہو بے خطا ہو کوئی ہو

کاش میرا دردِ دل پہنچا دے اُنکے کان تک
نالہ ہو، فریاد ہو، آہِ رسا ہو، کوئی ہو

مجھکو رہنے دیجیے، سب کو نکلوا دیجیے
میری حسرت ہو کہ میرا مدعا ہو کوئی ہو

باریابی کا شرف دونوں کو دیدو یا نبی
میں ہوں یا وہ، یا میری آہِ نارسا ہو کوئی ہو

تیری جانب سے ہو نازل میری قسمت یہ کہاں
کوئی راحت ہو، کوئی غم، کوئی بلا ہو، کوئی ہو

عشق میں رہنے نہیں پاتے عناصر معتدل
خاک و آتش کوئی ہو، آب ہو ہوا ہو، کوئی ہو

عمرِ فانی کو کرو اس طرح دنیا میں بسر
دوست، دشمن، نیک، بد، سب سے نباہ ہو کوئی ہو

صبر کرنا چاہیے ہر بات پر، ہر جور پر
گو بجا، بیجا، روا یا ناروا ہو، کوئی ہو

گو جہنم ہی میں ہو کر ہو کہ ہو کر خلد میں
وہ پہنچنے کا تو تجھ تک راستا ہو کوئی ہو

آپ تک پہنچوں میں دل کی راہ، یا منزل کی راہ
مجھ سے طے ہو جائے ایسا مرحلہ ہو، کوئی ہو

ابتو اونکی راہ میں ہم توڑ کر بیٹھینگے پاؤں
وہ اوٹھا لیتے ہیں رستے میں پڑا ہو کوئی ہو

درد جتنے لا دوا ہیں آپ ہیں سب کی دوا
میرے دل میں درد جو ہو لا دوا ہو کوئی ہو

میں بُرا ہوں یا ہوں اچھا، آپ کی رحمت ہے عام
آپ کی رحمت کو کیا، اچھا بُرا ہو کوئی ہو

سب تمہارے مقتدی ہیں تم ہو سب کے مقتدا
آپ کا بل آپ کی قوت سہارا آپ کا
فضل رحمٰن غوث اعظم مرتضےٰ مشکلکشا

اسمیں کوئی مقتدی ہو مقتدا ہو کوئی ہو
نوجواں ہو طفل ہو بوڑھا بڑا ہو کوئی ہو
حاجتیں ہوں اور اک حاجت روا ہو کوئی ہو

مجھسے اپنی طرح سنکر کاش یہ ارشاد ہو
میرے حافظ کی طرح مدحت سرا ہو کوئی ہو

عام ہے بزم نبی سب کو بلاتے جاؤ
اپنے گرتے کو تو ٹھوکر سے جلاتے جاؤ
چلتے چلتے کوئی ٹھوکر تو لگاتے جاؤ
ضعف اوس راہ میں کہتا ہے کہ ٹھہرو تو ذرا
شوق میں کہتے چلے جاتے ہیں باہم زائر
زائرو جاتے ہو روضے کو جو گرتے پڑتے
اونکے دیدار کے بھوکوں کو جو پایا کمزور
حشر کی دھوپ میں ہیں برہنگان بیکس
زائرو آپ گرو، چوٹ لگے، بوجھ گرے
ہو مزہ حشر میں ڈرتے ہوئے آئیں مجرم

آتے جاتے سے کہے جاؤ کہ آتے جاؤ
ایک سوتے ہوئے فتنے کو جگاتے جاؤ
کوئی حسرت تو مٹے دل کی مٹاتے جاؤ
شوق کہتا ہے قدم آگے بڑھاتے جاؤ
بڑھے جاؤ قدم آگے کو بڑھاتے جاؤ
اپنے اپنے قدم آنکھوں سے لگاتے جاؤ
ٹھوکریں راہ کی بولیں ہمیں کھاتے جاؤ
تم اونھیں دامن رحمت میں چھپاتے جاؤ
جو پڑے راہ میں افتادہ اوٹھاتے جاؤ
اور تم دامن رحمت میں چھپاتے جاؤ

زائرو! سہل سی ہے بارِ گنہ کی تدبیر
ہر قدم گرتے چلو، بوجھ گراتے جاؤ

ہے غمِ عشقِ نبی میں یہ کرامات نئی
بڑھے اتنا ہی یہ جتنا اسے کھاتے جاؤ

دور ہے قبر، جنازے سے کہاں جاتے ہو
میری مٹی تو ٹھکانے سے لگاتے جاؤ

مجھسے بن آتی نہیں بات دمِ پرسشِ حشر
بات دیکھو جو بگڑتی تو بناتے جاؤ

کسی گرتے کو سنبھالو تو یہ مردی کی ہے بات
نہ کہ جو تم سے دبے اور دباتے جاؤ

جلد مرنا ہمیں برحق، تمھیں جلدی جانا
جان روٹھی ہوی جاتی ہے، مناتے جاؤ

قافلے والوں سے طیبہ میں یہ کہتا تھا کوئی
جاتے ہو جاؤ تمھیں، ہم نہیں جاتے، جاؤ

روز دل سے غمِ سبطین یہ کہہ جاتا ہے
رفتہ رفتہ غمِ کونین بھلاتے جاؤ

زائرو! آنسوؤں سے کرتے ہو ناحق چھڑکاؤ
میں غبار انکی گلی کا ہوں، اڑاتے جاؤ

ہر قدم پاؤں سے کہتی چلی زنجیرِ جنوں
جو کڑی راہ میں پیش آئے، اٹھاتے جاؤ

پھر یہی مطلعِ اول تو سنادو حافظ
عام ہے بزمِ نبی، سب کو بلاتے جاؤ

میں ہوں، گردِ طیبہ ہو، غریب الوطنی ہو
اک میلی کچیلی سی گلے میں کفنی ہو

ہم جائینگے طیبہ کو کفن باندھ کے سر سے
گھر بیٹھے وہ جسکو خطرِ راہزنی ہو

کہنے کو تو ناچیز ہے اک بھیک کا ٹکڑا
کم دیدہ جسے بھیک کا ٹکڑا، وہ غنی ہو

اوس نرگسِ بیمار کو ہر دم یہ نظر ہے
میرے کسی بیمار کے دم پر نہ بنی ہو

میرا سا بھی ہے غوث خدائی میں خدایا
گوہر میں حسینی ہو نسب میں حسنی ہو

وہ آیات اک روز پہنچکر ہی رہیگا
روضے کی زیارت کی اگر دل میں ٹھنی ہو

ہر نفس وہ دشمن کہ نہ چھوڑے اسے جیتا
مفلس کو میسر بھی تو ہیرے کی کنی ہو

دونوں کا کرے فیصلہ سنگِ درِ اقدس
ان بن سر و سودا میں ہو دونوں میں ٹھنی ہو

مولا کے غلاموں کو ہے مولا سے مطلب
دنیاے دنی کا ہو وہ طالب جو دنی ہو

آزاد علایق سے فقیروں کی ہے کملی
کانٹوں میں اولجھنا ہو تو گل پیرہنی ہو

اک بندۂ ہندی سے ہو کیا مدح سرائی
ممدوحِ خدا ہو۔ عربی ہو۔ مدنی ہو

دامن میں ہے مرا اشک عقیقِ یمنی سے
اوڑھے ہوے تم سر سے ردائے یمنی ہو

تم اور نگاہِ کرم و جوشِ ترحم
میں اور مری بیکسی و بیوطنی ہو

مفلس ہو مگر نفس ہو معمور غنا سے
لب پہ ہو تو اک نعرۂ اللہ غنی ہو

حافظ نہیں معلوم - ملے مجھکو صلہ کیا
حسان سے ثابت جو مری ہمسخنی ہو

میں روتا ہوں تم مسکرا کر ہنسا دو
ہنسی ہی میں شانِ تبسم دکھا دو

فنا کرکے مجھکو مقامِ بقا دو
حجابِ دوئی درمیاں سے اٹھا دو

تمھارا ہی غم ہے بہت عمر بھر کو — مجھے اور غم جس قدر ہیں بھلا دو
خودی مجھکو تم سے نہیں ملنے دیتی — میں ہوں بیچ کا پردہ مجھکو اوٹھا دو
میں کیوں غش میں ہوں کس سے ہوں غش یہ نہ پوچھو — مجھے عنبریں زلف کی بو سنگھا دو
کسی کے تصور میں ہے غش کی آمد — جو اسکو سمجھے کہہ دو ہٹو راستا دو
یہ ہے شرط اوڑ کر مدینے ہی پہنچیں — مرے ہوش اوڑا دو - مرا رنگ اوڑا دو
نظر جا لڑے اور مارا پڑوں میں — کسی کی خطا ہو - کسی کو سزا دو
میں غش کھا کے اتنے لیے گر پڑا ہوں — مجھے نیچے دامن کی آکر ہوا دو
ہوا درد سے دل تڑپ کر دو پارہ — اب اوس دل کو کہیے کہوں ایک یا دو
نکیرین کچھ قبر میں پوچھتے ہیں — بتاؤں میں کیا - تم خود آکر بتا دو
نہ دو تم کو تکلیف میں جی اوٹھونگا — مجھے ایک ٹھوکر ہی خالی لگا دو
نظیر آپ کا تحتِ قدرت سے خارج — محال آپ کا مثل - جیسے خدا دو
نہیں ہم کو جو منہ سے مانگیں مرادیں — تم اون کو سمجھتے ہو کیا نامراد

تمھاری ہو یاد اور حافظ ہو مولےٰ
بس اسکے سوا اور سب کچھ بھلا دو

تم اپنے کشتوں کو قم سے جلا کے دیکھ نہ لو — یہ سو رہے ہیں جو فتنے جگا کے دیکھ نہ ل

یہ کون ہی سرِ شوریدہ پھوڑنے والا
مزارِ پاک سے تم سر اوٹھا کے دیکھ نہ لو

گرینگے دیکھتے ہی تم کو۔ دیکھنے والے
یہ دیکھنا ہی تو پردہ اوٹھا کے دیکھ نہ لو

تمھاری شانِ جلال و جمال کے صدقے
رولا کے دیکھ چکے۔ اب ہنسا کے دیکھ نہ لو

یہاں کی آب و ہوا خوشگوار ہی کیسی
ذرا ہمارے تصور میں آکے دیکھ نہ لو

تمھارے دیکھنے والے کچھ اور کہتے ہیں
تم اون کی آنکھوں میں دل میں سما کے دیکھ نہ لو

غنی کے پاس کہاں دولتِ تہیدستی
وہ ہاتھ میں ہی تمھارے گدا کے۔ دیکھ نہ لو

مریضِ ہجر کی حالت ہی اب تو قابلِ دید
جو دیکھتے نہیں آکر۔ بلا کے دیکھ نہ لو

ابھی تو غش ہوں فقط۔ پھر تو مر ہی جاؤنگا
اوٹھا کے پردہ گرایا۔ گرا کے دیکھ نہ لو

میں مر گیا ہوں کہ جیتا پڑا ہوں دم سادھے
اب آگئے ہو تو ٹھوکر لگا کے دیکھ نہ لو

خدا کو ڈھونڈتے ہو دل کے ہوتے اور کہاں
خدا کے واسطے۔ گھر میں خدا کے دیکھ نہ لو

اگر نظر ہی تو چھانو اوسی گلی کی خاک
اگر ہی آنکھ تو سرمہ لگا کے دیکھ نہ لو

پسِ فنا ہی بقا لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ
فنا کی آڑ میں جلوے بقا کے دیکھ نہ لو

کلیم ہو گئے غش اب ہماری باری ہی
ذرا تم اپنی تجلّی دکھا کے دیکھ نہ لو

خدا کے پیارے کو دیکھا۔ خدا کو دیکھ لیا
خدا کے پیارے ہیں مظہر خدا کے۔ دیکھ نہ لو

مرے لیے یہ تقاضا ہی بے نیازی کا
بنا کے دیکھ لیا۔ اب مٹا کے دیکھ نہ لو

وہ سنتے ہوں - میں کہوں دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ دونوں ہاتھ میں خالی گدا کے - دیکھ نہ لو

ہے شوقِ دید تو آنکھوں کو تابِ دید نہیں
وہ کہتے ہیں کہیں پردہ اوٹھا کے - دیکھ نہ لو

پڑی نماز - یہی مومنوں کی ہے معراج
جھکا کے سر کبھی سجدے میں جا کے دیکھ نہ لو

تمھیں خبر ہی غم عشق کی نہیں حافظ
عجب مزے کی یہ نعمت ہے - کھا کے دیکھ نہ لو

ردیف (ہ)

محمد شیر مرشد! ہے نرالا آپ کا پردہ
ملے ہو لے سے لے پردہ، غلاموں سے کیا پردہ

بلا ہے آپ کی دوری. قضا ہے میری مجبوری
غضب ہے آپ کا گھونگھٹ ستم ہے آپ کا پردہ

نگاہوں سے چھپے پردہ نشیں خورشید کی صورت
ہے قابل دیکھنے کے طرفہ تر آپ کا پردہ

وہ اک تم ہو کہ پردہ کر کے بیٹھے نیند سوتے ہو
یہ اک ہم ہیں کہ غفلت کا ہے آنکھوں پہ پڑا پردہ

بھلا ہو ضبط کا، جس نے چھپایا اپنے قابو تک
برا ہو دل کی بیتابی کا، جس سے کھل گیا پردہ

بھلے کو بات دل کی خستگی کہنے نہیں دیتی
بھری محفل میں تیرے خستہ دل کا رہ گیا پردہ

ترے مشتاق ہیں پہنے ہوئے حلقہ غلامی کا
یہ جتنے ہیں ترے آگے ہیں پھر اپنوں سے کیا پردہ

بنی کے بردے ہم بھی ہیں خدا کے بندے ہم بھی ہیں
دکھا پھر نبی جلوہ، اوٹھا پھر خدا پردہ

نگاہوں سے تو اوجھل ہو مگر آنکھوں میں پھرتے ہو
یہ جھرمٹ مارنا کیسا، یہ چادر کا ہی کیا پردہ

تمہارے چھپنے سے خود ہی زیر خاک چھپ جائے
تمہارے نام لیوا کا نہ کردے بند ملبہ پردہ

پڑی ہی اپنی اپنی چشم سر کو، دیدہ دل کو
کہ اب بے پردگی منظور کرتے ہیں وہ یا پردہ

خطاؤں میں شرمندہ ہوں، رسوائی سے ڈرتا ہوں
چھپا لو اپنے دامن میں کہ رہ جائے ڈھکا پردہ

اگر مدنظر تھا آپ کو پردے ہی میں رہنا
تو میرے دیدۂ مشتاق کا تھا کیا برا پردہ

جسے منظور ہو جلوت میں خلوت اوسکو کیا مشکل
بس آنکھیں بند کرلیں اور سب سے ہو گیا پردہ

مٹا وے اپنی ہستی کو کہ وہ جلوہ نظر آئے
جسے سمجھا ہی تو ہستی نہ ہی ہی بیچ کا پردہ

چھپائی سادگی نے خاکساری ہم فقیروں کی
بنا پھر سادگی کے حق میں نقش بوریا پردہ

تمنا تیرے مشتاقوں کی حافظ عرض کرتا ہی
اوٹھا پردہ، اوٹھا پردہ۔ اوٹھا پردہ، اوٹھا پردہ

ردیف (ی)

میرے نصیب میں تھی زیارت حبیب کی
دولت نصیب کی تھی خدا نے نصیب کی

پورا طوافِ کعبہ کا ارمان ہو گیا
پھینک آئے سات پھیر میں گردش نصیب کی

اک ہیں غریب اک ہی غربت غریب ہے
ہے کوئی اور بھی، جو کہیگا غریب کی

چوری چھپے نصیب ہو دیدار خواب میں
لاؤں چرا کے رات کسی خوش نصیب کی

کہنے کو، دل کا نام تو ہے خانۂ خدا
رہتی ہے الفت اس میں خدا کے حبیب کی

اک تم ہو، کہ تمکو دور کی سننا ہے سہل بات
اک ہم ہیں، کہ بات سن نہیں سکتا قریب کی

ہے یہ شرف زیادہ کہ ملتی ہے جیتے جی
جنت ہے جسکا نام، گلی ہے حبیب کی

سب کرتے ہیں سوال ہم آمین کہتے ہیں
ملتی ہے بھیک ہمکو پرائے نصیب کی

جب تک نہ پھرے تو جا کے کیا کعبے کا طواف
گردش نصیب کو ملی گردش نصیب کی

تھا دور قربِ حق، ار گر دل اگر نہ ہو
ڈوری نے کھینچ کے دور کی منزل قریب کی

کیسی چڑھی ہے مجھکو تپِ عشقِ مصطفےٰ
کیوں نبضیں چھوٹی جاتی ہیں دستِ طبیب کی

تیغِ نگاہِ شہ کا جو دل پر ہوا ایک وار
کٹ جائے قید ابھی مری حسرت غریب کی

آئیگی چلتی پھرتی مدینے میں بھی اجل
اللہ جانے، ہو گی وہ کسکے نصیب کی

وہ پیاری پیاری بستی، مدینہ ہے جسکا نام
محبوب ہے خدا کی، خدا کے حبیب کی

میدان سب تو گھیر نہ لیگی بقیع کا
تربت ذرا سے بیچ میں حافظ غریب کی

لہ مصنف کو لفظ ہم [illegible] ۱۲

مصطفیٰ سے خدا جدا نہ کرے
مصطفیٰ ہو جدا خدا نہ کرے

نہ کرے شکر یا کرے شکوہ
کیا کرے کوئی ہائے کیا نہ کرے

خاک توبہ کریگا وہ جو کبھی
یاد اپنا کیا کیا نہ کرے

درد میں لوٹے، تڑپے، چلّائے
اور سب کچھ کرے، دوا نہ کرے

درد پر مرنے والے مرتے ہیں
موت ہی درد کی دوا نہ کرے

میں کہاں، وہ طوافِ کعبہ کہاں
بیٹھے بیٹھے تو سر پھرا نہ کرے

میرے طوفانِ اشک کو یارب
نوح کی عمر بھی وفا نہ کرے

خوش نہ آئے جو نالۂ بلبل
کھلکھلا کر کلی ہنسا نہ کرے

رائگاں ہو نہ آہِ پُر تاثیر
بخطا تیر ہی، خطا نہ کرے

آئنے میں ہی کون، دل میں کون
آئنہ دل کا سامنا نہ کرے

ہو جو حسرت نہ ساتھ عشرت کے
کوئی بندہ خدا، خدا نہ کرے

نہ ملیگا بتوں سے ملکے خدا
ہیں بتوں سے ملول، خدا نہ کرے

ہاتھ اوٹھتے نہیں بندھے ہیں لب
کیا کوئی دل میں بھی دعا نہ کرے

یاد رکھے اگر خطا کی سزا
بھول کر بھی بشر خطا نہ کرے

مرمٹے دوست سے جدا ہو کر
ملکے دشمن سے بھی دغا نہ کرے

دل سے مانے اگر خدا کو خدا | بندہ بندے سے التجا نہ کرے

مژدہ حافظ! کریم ہی ممدوح
نہیں ممکن صلہ عطا نہ کرے

عرس قادری بدایوں شریف کے موقع پر- ۱۱ جمادی الاولے ۱۳۱۳ھ

سکون میں ہی مرا دل، جگر قرار میں ہی
ادھر مدینہ ہی، بغداد اس کنار میں ہی

جگہ کہاں کہ کہیں بیٹھے آ کے گردِ گناہ
اٹا ہوا جو تری راہ کے غبار میں ہی

ہی نقدِ عشق بھی دل میں، غمِ زیارت بھی
مدِ وصل ہیں وہ، یہ ابھی ادھار میں ہی

جو ہجرِ غوث میں کرتے ہیں منعِ بیتابی
وہ جانتے ہیں کہ دل اسکے اختیار میں ہی

کھلیگی جانبِ بغدادِ پاک کب کھڑکی
ہجومِ شوقِ زیارت مزار میں ہی

فراقِ غوث میں ہم تیرے انتظار میں ہیں
اجل اعدا کے لیے تو کس انتظار میں ہی

کہاں کا مژدۂ دیدار و وعدۂ فردا
اب اتنی جان بھی تیرے امیدوار میں ہی

نصیب ہو بھی حضوری تو نذر کیا دیگا
بس ایک جان کفِ دستِ جاں نثار میں ہے

وہ عمر کاٹی ہے جو ہجرِ غوث میں مر کر
ہے موت یہ کہ مری زیست کے شمار میں ہے

وہ لطفِ یاد کہاں، تن بدن کا ہوش کہاں
کہ بیخود آپ کا اپنے ہی انتظار میں ہے

وہ خانہ باغ ہے، وہ غوثِ پاک کی ہر گلی
ہوا بھری ہوئی جسکی مرے غبار میں ہے

ہنسی ہے لطفِ حضوری سے جی بھلا ہو جائے
وہ ایک بار میں کب ہے جو بار بار میں ہے

کہاں حضور کا روضہ کہاں میں پیرِ خرف
بہار میں ہے خزاں، یا خزاں بہار میں ہے

یہ دل ہے تنگ جگہ، وہ بھی ٹوٹی پھوٹی سی
کہاں سمائے پریشانی، انتشار میں ہے

مریضِ ہجر ہے مہمان کوئی دم بھر کا
جو دم رکا ہے وہ تیرے ہی انتظار میں ہے

انی خدنگِ نگہ کی جو دل کے پار نہ ہو
چبھی ہوئی وہ مرے سینۂ فگار میں ہے

شرابیوں کو نہیں کچھ مذاقِ تلخیِ عشق
نشے میں کب وہ مزہ ہے جو اس خمار میں ہے

بھرا پڑا جو خزانہ ہے اونکی رحمت کا
وہ ایک روز نصیبِ گناہگار میں ہے

سدا بہار ہیں داغوں کے پھول اے **حافظ**
خزاں کا دخل کہاں دل کے لالہ زار میں ہے

اُجڑے ہوئے دل کو بھی الم تاک رہا ہے
اس گھر میں نہیں خاک، مگر نام بڑا ہے

اک جرم ترے عشق کا نیکی سے سوا ہے
اک ہجر ترا لاکھ سزاؤں کی سزا ہے

دل اس لیے پیارا ہے کہ ترا درد بھرا ہے
درد اس لیے اچھا ہے کہ تو اوسکی دوا ہے

سننے کی نہ تھی ٹوٹنے کی وہ جو صدا تھی
سننے کی ہے ٹوٹے ہوئے دل کی یہ صدا ہے

مہمان کی ٹھوکر ہی سے ہو جائے تو اچھا
گھر چھوڑ کے اپنا ترے در پر جو پڑا ہے

اشکوں میں جو ٹکڑے بھی ہوں دل کے تو بلا سے
بہ جائیں تو بہ جائیں کہ رو دیں یہ روا ہے

پوچھی نہ کبھی بات مری ہجر بتی میں
تو کون سے دکھ درد کی اے موت دوا ہے

سرزد ہو بدی بھی تو وہ نیکی سے بدل جائے
محبوب کی امت کا برائی میں بھلا ہے

صالح سے خدا کے لیے کہدے کوئی جا کر
طالع کا جو حامی ہے وہ محبوب خدا ہے

جیتوں میں مرا جو نہ بچا ہجر میں جیتا
ہے موت تو اوسکی جسے جینا بھی پڑا ہے

نظروں میں سمایا ہے جو آنکھوں سے ہے اوجھل
آنکھوں میں وہ پھرتا ہے جو نظروں سے چھپا ہے

جاگے نہ کبھی جس سے وہی نیند ہے میٹھی
تلخی نہ ہو مرنے کی تو جینے کا مزا ہے

دھو دے اسے اے چشمۂ خورشید رسالت
مہتاب کے منھ پہ کوئی دھبا سا لگا ہے

دو پاؤں ہیں اک سر ہو تو مل بانٹ کے چل لیں
زائر ترا لے راحلہ ہے نلے سرو پا ہے

عاشق کی لحد ہند میں ہے روح عرب میں
مٹی کا ہے اک ڈھیر یہاں خاک پڑا ہے

جو ہو مری قسمت کا لکھا دو مرے سر پہ
میں پڑھ نہیں سکتا ہوں یہ قسمت کا لکھا ہے

بگڑی جو بنائی مری بگڑی کی بن آئی
صدقے ترے ناکام کا کیا کام کیا ہے

جس زخم کا مرہم نہ ہو وہ زخم ہی مرہم
یا وہ کہ ترا قرب ہماری رگِ گردن
حافظ دمِ پیرانہ مری نامہ سیاہی

جس درد کی دارو نہ ہو وہ درد دوا ہی
یا یہ کہ گلے ملکے بھی تو ہم سے جدا ہی
کچھ شرم خدا سے بھی تجھے مردِ خدا ہی

حافظ ترا بھیک اور کہاں مانگنے جائے
سائل ترے گھر کا ہی، ترے در کا گدا ہی

اجل ہو مدینے کا بن ہو الٰہی
مدینہ وطن ہو غریب الوطن کا
مدینے کا بن اور یہ خستہ تن ہو
خورش چیل کوّوں کی طیبہ کے بن میں
مرا منھ ہو قبلے کو طیبہ کی جانب
میں مداحِ مولٰے، وہ ممدوح میرے
ہو یہ بے وطن خوش عرب کے سفر میں
چلے، چلکے گم نہرِ طیبہ میں ہو جائے
مدینے میں جا کر ملے ایسی راحت
وہ آہیں مجھے دے کہ نارِ محبت

یہ بیکس غریب الوطن ہو الٰہی
وطن میں غریب الوطن ہو الٰہی
یہ تن ہو الٰہی، وہ بن ہو الٰہی
مرا لاشہ بے کفن ہو الٰہی
مرے دل کا روئے سخن ہو الٰہی
میں ہوں اور فنِّ سخن ہو الٰہی
غریبی میں عیشِ وطن ہو الٰہی
مرا ننگ اگر تفرقہ زن ہو الٰہی
نہ پھر یاد رنج و محن ہو الٰہی
مرے سینے میں شعلہ زن ہو الٰہی

دعا کرو وہ مداح کے حق میں ہو لے
کہ **حافظ** ہو فنِ سخن ہو الٰہی

تیرے گدا چلے ترے در سے چلے چلے
چلنے کو ہم چلے تو برے یا بھلے چلے
روضے سے لے کے حسرت و اندوہ و درد و یاس
آتے ہی عشق کے ہوئیں ہوش و داع
دوزخ کی آگ سہا کے جلے کو جلائیگی
لیتا ہیں جذبِ شوقِ عرب کے قدم ضرور
ہیں ضعف سے بہت رہِ طیبہ میں گو قدم
دیکھا کرو یہی ہے مرے ضبطِ درد سے
بیگانوں سے برتنی پڑی ہے یگانگی
اللہ رے بیخودی کا ہے یہ کہ میرے گھر
ہمکو لے چلیگی کہ طیبہ کو اے اجل
دنیا میں آکے عیش کہ غم رنج یا خوشی
ضعف اس کا غلط ہی شوق کی طرف حرم لئے

روضے کا نقشہ آئینہ دل میں لیے چلے
کیا بس چلے جو روضے سے تقدیر لے چلے
جب ہم چلے تو ساتھ کئی قافلے چلے
جب دل چلا تو ساتھ ہی سب حوصلے چلے
بیخوف ہوکے حشر ترے دل جلے چلے
ہم دو قدم چلے تو کئی مرحلے چلے
ہم دو قدم چلے تو کئی مرحلے چلے
ہلچل پڑی ہوئی ہے مرے بے ملے چلے
چلتے نہیں جو ملکے ہم اون سے ملے چلے
ملنے کو آپ آئے مگر بے ملے چلے
چلنے کے روز روز تقاضے لیے چلے
جس جس کا جو نصیب تھا حصہ ہی لے چلے
زائر ترے گئے تو گرے جب چلے چلے

مرنے سے ہمکو کام ہی ڈوبیں کہ قتل ہوں
پانی گلے گلے رہے خنجر گلے چلے

پوری غزل اوٹھا کے قلم ضعف میں لکھی
حافظ تم اس عصا کے سہارے بھلے چلے

رکتا ہی اوبھرتا ہی دم جینے کی سختی سے
جو مرتے ہیں جلتے جی جیتے ہیں بے جی سے

شرتی ہو کہ ہو عربی تجھیں ہی کچھ بیت کی
کیوں خاکِ عرب نسبت اک بندۂ ہندی سے

جب کوئی نصیحت کی عاشق کو پڑی الٹی
آگ اور بھڑک اوٹھی یاروں کی تسلی سے

ممکن نہیں جنت میں اوس دل کا بہل جانا
جس دل کو تعلق ہو مولے تری بستی سے

مولے کو دکھائینگے لیجا کے تہ بستی
رستے میں الٹائینگے ہم زر کے بھرے کیسے

دندانِ نبی کا عاشق منہ نہ لگائیگا
جنت کا انار اپنے دانتوں کو پڑا ایسے

جینا ہو مدینے کا مرنا ہو مدینے میں
جی کی تو یہ ہی بیتا پھر مانگوں کس جی سے

یادِ رہِ طیبہ کی منزل ہو ابھی پہلی
وہ جان کہ تھی پہلے ہی کم ہوگئی آدھی سے

پہنچیگی ٹھکانے پر بیٹھیگی نشانے پر
اک آہ بھرینگے ہم جب درد جگر جی سے

انگور کی ٹٹی نے کس دھوکے میں رکھا ہی
کیا ملتے ہیں مہ کش اس دھوکے کی ٹٹی سے

جا کر نہ صبا لائی بو روضۂ اطہر کی
دم ناک میں آیا ہی کمبخت کی سستی سے

نہروں کو مدینے کی کب نہرِ جناں پہنچی
تعریفوں کے پل باندھے رضواں تو تعلّی سے

یہ تیری بندہ نوازی ہی ای خدائے قدیر
نبی کا بندہ کیا آدمی بنا کے مجھے

وہی ہوں میں وہی آنکھیں وہی نظر میری
یہ کیا کہ چھپ گئے تم اک جھلک دکھا کے مجھے

طوافِ کعبہ تو کہنے کو ہی غرض ہی کچھ اور
ترے حضور پہنچنا ہی پھیر کھا کے مجھے

کہاں میں اور کہاں بزمِ شعرائے حافظ
عطا نے فخر کیا ہی عطا، بلا کے مجھے

گناہگار ہوں گو کہو گناہگار نہ مجھے
کیا ہی تمنے کرم کا امیدوار مجھے

ادھر تو آج اجل ہی کھڑی ہوئی سر پہ
ادھر ہی وعدۂ فردا کا انتظار مجھے

گنے چنے ہوئے مولاؤں کا وہ مولا ہی
ملا ہی جسکی غلامی کا افتخار مجھے

پرائے بس کی اگر میری بیقراری ہی
تو کاش اپنے ہی دل پہ ہو اختیار مجھے

خطا معاف، بس اک آسرا ہی رحمت کا
فرشتے نے تو لکھا ہی خطا شعار مجھے

بڑھاپے میں ہیں جوانی کی حسرتوں کے داغ
خزاں نے آکے دکھائی نئی بہار مجھے

جیوں، میں خضر نہیں، جو نہ ہو دل کو موت کا دھڑکا
مروں، جو مرنے بھی دے میری جانِ زار مجھے

یہ سچ و راستی دنیا ہی چلتی پھرتی چھاؤں
نہ کچھ قرار ہی اسکو نہ اعتبار مجھے

پہاڑ ٹل نہیں سکتا ہی سخت جانی کا
اجل ہے اور امیدِ کشودِ کار مجھے

میں اور ورطۂ غم ہی، تو اور کشتی مے
بس ایک ہاتھ میں ساقی لگا دے پار مجھے

ہی گل توکل کیے دیتا ہی آج شادیٔ مرگ
کسے یکے وعدۂ فردا کا اعتبار مجھے

نہ ہونگے روضے کے مرجھائے پھول پھر یا رب
نئے شگوفے دکھائے صبا ہزار مجھے

مریضِ ہجر کو ہی بد دعا کہ جیتے رہو
زیادہ مرنے سے جینا ہی ناگوار مجھے

حضور سے ہی اگر التجا تو بس اتنی
کہ آپکے او رہ بلا لیتے ایک بار مجھے

دکھاتے کیوں ہیں تماشا مرا زمانے کو
جو اپنے ہجر میں رکھتا ہی بیقرار مجھے

یہ طفلِ اشک جو گر گر کے ہو رہے ہیں فنا
یہی کبھی نظر آتے تھے ہونہار مجھے

جو بادہ خوار ہیں کہتے ہیں متقی مجھکو
جو متقی ہیں سمجھتے ہیں بادہ خوار مجھے

شکستگی تو ہی ضامن مری درستی کی
وہ آپ ہاتھ دھریں پا کے دلفگار مجھے

میں بندہ اونکا وہ مولیٰ ہیں میرے اے حافظ
وہ بیگناہ کہیں یا گناہگار مجھے

کروں نثار کہ وہ بھی ہی جانِ زار مجھے
نہ اس لیے کہ کہے کوئی جاں نثار مجھے

یہ وہم بھی تو مدینے سے چلتے وقت نہ تھا
کہ چھوڑ دینگے یہیں کر کے دلفگار مجھے

بنی کی راہ میں آنکھوں کے بل بھی چل دیکھا
بہا کے لے تو چلا ای چشمِ اشکبار مجھے

ہرے بھرے، پھلے پھولے ہیں داغ تازہ و تر
پھلا ہی خوب مرا سینۂ فگار مجھے

اوٹھے تو خاکِ مذلت سے اوٹھ نہ پائے غبار
کیا ہی خوار تو اتنا تو کر دو خوار مجھے

چھٹا گناہوں کا توڑا ہی میں نے توبہ سے
کرے نہ ٹوٹ کے توبہ گناہگار مجھے

وہ دور کب ہی وہ ہادی میری شناگر سے قریب
ہی جسکے ہجر میں جینا گلے کا ہار مجھے

ہیں انتظار کے دُکھ درد شوق سے جھیلوں
جو زندہ چھوڑ ہے ترا دردِ انتظار مجھے

کیے گناہ شفاعت کے بخشوا لینے کو
سمجھتی ہی مری توبہ گناہگار مجھے

وصال میں جو ہو مرنا تو دوسرا ہی وصال
فراق میں تو ہی جینا بھی ناگوار مجھے

مدینے ہی میں بسا ہی ملک ہند کی کیا قید
اگر حضور کو رکھنا ہی بیقرار مجھے

رہ خود سراغ بنا میری خاکساری کا
میں چاہتا تھا چھپا لے مرا غبار مجھے

گیا میں روضے کو پلکوں سے چلکے مثلِ نگاہ
کھٹک رہی تھی بہت راہ خاروار مجھے

نمک کی بات بڑی زخم کا ہی منھ چھوٹا
دیا خدا نے چھوٹا دلِ فگار مجھے

ہوائے شوق چلا ہی بلائے ضعف جدا
پہاڑ ہیں رہِ طیبہ میں کوہسار مجھے

قدم قدم رہِ طیبہ میں ضعف سے ہی یہ خوف
کہ چھوڑ جائے نہ پیچھے مرا غبار مجھے

میں پھونک پھونک کے رکھتا ہوں انکی راہ میں پاؤں
کہ کام سر کا دیتا چلے غبار مجھے

فنا ہوئی تو کہیں خاک میں ملا آئی
چلا ہی ڈھونڈنے اٹھکر مرا غبار مجھے

زبان کھو گئے حافظ سخنوروں کے حضور
مشاعرے میں نہ کرنا تھا شرمسار مجھے

جو ہیں دل میں جمال مصطفائی دیکھنے والے
ہیں آئینے میں حسن حق نمائی دیکھنے والے

جو آنکھوں سے ہیں شان مصطفائی دیکھنے والے
وہی ہیں اونکے قبضہ میں خدائی دیکھنے والے

طرہ سر ہو سلامت یا نہ ہو وہ در سلامت ہو
تماشا دیکھتے ہیں جبہہ سائی دیکھنے والے

جو تم مشکلکشا ٹھہرے تو جب تک حل نہ ہو مشکل
یہ مشکل ہی ٹلیں مشکلکشائی دیکھنے والے

یہ تیری بے نیازی ہے کہ ہوں عشاق ہی تیرے
تری شان جلال و کبریائی دیکھنے والے

فراق اونکا خبر لایا کہ اب وقت وصال آیا
چراغ صبح ہیں شام جدائی دیکھنے والے

چھپا دو میرے عیبوں کو کہ رسوائی سے ڈرتا ہو
دکھا دے شان ستاری برائی دیکھنے والے

ترے جلوے ہیں کیا دیکھا ہے جو دیکھا نہیں جاتا
کہ دیتے ہیں دوہائی پر دوہائی دیکھنے والے

سمجھتے ہیں کہ چھپدے منتظر توبہ کی ہے رحمت
برائی لکھ نہیں سکتے برائی دیکھنے والے

دکھلانے کے لیے پہنے ہیں جامہ پارسائی کا
ہماری ظاہری ناپارسائی دیکھنے والے

شجر یا پھول پتے ہوں کہ بشر ہوں یا فرشتے ہوں
ہیں سب تیری ادائے دلربائی دیکھنے والے

میں وہ بیت دیا گھر سے مدینے جا نہیں سکتا
وہ گھر بیٹھے ہیں میری بے نوائی دیکھنے والے

وہ آئینہ جمال مصطفےٰ کا آئینہ ٹھہرا
جس آئینے میں تھے وہ خود نمائی دیکھنے والے

ہمارا ہوگا اور آپ کی الفت کا جھنڈا ہو
وہ ہونگے اور ہی راہ رہائی دیکھنے والے

نکل جائیگا دم جب بھی کھلی رہ جائینگی آنکھیں
تمہی صورت کے ہیں تم سے فدائی دیکھنے والے

ہیں سونے کے نوالے روکھے سوکھے بھیک کے ٹکڑے ٹھٹھک جائیں نہ درباں کی رکھائی دیکھنے والے

اسیرانِ محبت کو حضور آنکھوں میں رکھتے ہیں الٰہی ہم نہ ہوں مشکل رہائی دیکھنے والے

ہیں اونکے بینوائی بھی دکھاتے دل میں ڈرتا ہوں کڑھیں دل میں نہ میری بینوائی دیکھنے والے

مریضِ عشق کی تیمارداری کرنے بیٹھے ہیں طبیب و نبض کا پنجہ کلائی دیکھنے والے

ہی شیوہ حسن کا عشاق سے بے انتہا پردہ لقب عشاق کا ہی ابتدائی، دیکھنے والے

فدا ہی دستِ وحشت! دامنوں پہ، آستینوں پہ ترا منہ تکتے ہیں تیری صفائی دیکھنے والے

نظر لگ جائیگی مجھکو تو ماتھے جائیگی کسکے بڑے کوئی ہیں میری جبہہ سائی دیکھنے والے

ہی کیا حاجت کہ اپنے منہ سے اپنی حاجتیں مانگیں اونھیں آمادہ حاجت روائی دیکھنے والے

رہِ طیبہ میں سر کے بل نہ چلتا میں تو کیا کرتا مرے شاہد ہیں چھالے خستہ پائی دیکھنے والے

مہ نو خور سے کوئی پوچھے کوئی اون سا بھی دیکھا ہے یہ پھیرے لینے والے ہیں ساری خدائی دیکھنے والے

کبھی خالی نہیں پھیرا کبھی خالی نہ پھیریں گے مرا پھیلا ہوا دستِ گدائی دیکھنے والے

یہ نقادوں کی نقادی ہے یہ طبعِ نارسا حافظ
کہینگے کیا طبیعت کی رسائی دیکھنے والے

ہیں وہ ہوں مجھے مصطفےٰ چاہتا ہے
خدا ہیں دل کو آباد فرمانے والے

ہے ... مصطفےٰ کو خدا چاہتا ہے
یہ کعبہ مدینہ ہوا چاہتا ہے

ہوائے عرب دلنوازی کو آئی
نیا اک شگوفہ کھلا چاہتا ہی

خدا کی خدائی میں ہی کون تم سا
خدائی تو کیا۔ خود خدا چاہتا ہی

قیام اور انکار امت کے مُنھ سے
قیامت کا فتنہ اوٹھا چاہتا ہی

میں یہ چاہتا ہوں کہ تم ہاتھ رکھکر
ذرا پوچھ لو دل سے۔ کیا چاہتا ہی

مری خواہشیں پوری ہوتیں نہ ہوتیں
وہ یہ پوچھ لیتے کہ کیا چاہتا ہی

جو اوسکی ہی مرضی وہی میری مرضی
میں کیا چاہتا ہوں۔ وہ کیا چاہتا ہی

ترے دردمندانِ غم میں کوئی کب
دوا چاہتا ہی۔ شفا چاہتا ہی

جواب آپکا عمل ہی اس پوچھنے کا
مرے چاہنے والے! کیا چاہتا ہی

خدا کی وہ مرضی جو اونکی ہی مرضی
خدا اونکا چاہا ہوا چاہتا ہی

شفیع الورے کو یہ ارشاد ہوگا
اوٹھا سر تو سجدے سے کیا چاہتا ہی

ہیں رخصت طلب حضرت جبرئیل سے
جو پردہ ڈھکا ہی کھلا چاہتا ہی

خدا ہی کا چاہا تو وہ چاہتے ہیں
جو وہ چاہتے ہیں خدا چاہتا ہی

اوس امت میں حافظ بھی داخل ہی جسکو
نبی چاہتے ہیں، خدا چاہتا ہی

لیکے پیمانہ جو خالی پھرے میخانے سے
خونِ دل پیتے ہیں وہ ناپ کے پیمانے

کس کی تقدیر کا تھا ہاے وہ غم، عمر دراز
بچ رہا تھا جو مری عمر کے پیمانے سے

ہم تو بے موت ہی مرجائیں خوشی کے مارے
کوئی کہدے کہ وہ مل جاتے ہیں مر جانے سے

آپ سے جاکے مزے میں تھے کہ تھے آپ ہی آپ
آپ سے جاتے رہے آپ میں آجانے سے

خونِ دل! عمر کا پیمانہ بلا سے بھر جاے
تو چھلک کر نہ گرے عمر کے پیمانے سے

کعبہ وہ شمعِ تجلّی ہے کہ لاکھوں جان باز
گرد پھر پھر کے فدا ہوتے ہیں پروانے سے

راہ کترا کے چلی جاتی ہے باہر باہر
ہے خوشی روٹھی ہوئی سی مرے غمخانے سے

سر کے بل جائینگے ہم تھک کے جو رہ جائینگے پاؤں
چلکے طیبہ کو، رہے راہ میں رہ جانے سے

دشتِ طیبہ کی ہوا کھاکے جو پھر آئے ہیں
سر کھلے، برہنہ پا پھرتے ہیں دیوانے سے

ہمسے بیمار اسی کو تو۔ سمجھتے ہیں شفا
نکلیں مر کر بھی نہ ہولے کے شفاخانے سے

دشتِ طیبہ کی ہوا کھاکے پھر آیا حافظ
کیا ملا ہند میں، پوچھے کوئی دیوانے سے

خوف سے جب دل گنہگاروں کے مضطر ہو گئے
درہم و برہم سیہ کاری کے دفتر ہو گئے

دل بھر آیا دونوں آنکھیں ڈبڈبا کر رہ گئیں
ایک ہی شیشے سے دو لبریز ساغر ہو گئے

جنگ ہفتاد و دو ملت ہی ترقی پر ہنوز
بڑھتے بڑھتے ایک فرقے کے تہتر ہو گئے

جسمِ خستہ ہو گیا، ہیں برہم و درہم حواس
کھل گیا شیرازہ، سب اوراق ابتر ہو گئے

صورتیں بدلا کریں، سیرت بدلنے کی نہیں
دل جو ٹوٹا صبر نے دی آہ بھر کر یہ صدا
غم محرم کا بھی تجھ بن ہیں خوشی ہیں عید کی
کب کریں تسکین دل، ہمکو یہی تھا انتظار
حشر میں دلہا بنے ناقص کا کوئی کام نہیں
کشتگانِ عشق کی پیاس آب خنجر سے بجھی
ٹوٹی پٹی ہی شہیدانِ محبت پر بہار
ہیں وہ مجھے لئے جو ہیں مجھے لئے کے غلاموں کے غلام
اونکے دیوانے ہیں بستی سے ویرانے خوش
عشق کی سرکار نے دی مجھ کو آہ دوختا
شانِ دل اور امت ایسی اپنا اس شان کے
دل جگر دونوں نے پائے فرقت میں لئے کر داغ
تنگ آ کر تذرِ آخر کر دیے ہوش و حواس
پڑ گئے جنتوں میں وہ، جو مر گئے اونکے حضور

تیغ جب ٹوٹی تو ٹکڑے اوسکے خنج[illegible]
اب کہاں جا کر رہینگے ہم کہ بگھر مو[illegible]
کپڑے کیا بدلے کہ ہم جامے سے با[illegible]
جب بٹے جا دستِ تسلی، اور مضطر[illegible]
سکہ بائے قلب سب ٹکسال باہر ہو[illegible]
اپنے اپنے خون سے سوکھے گلے تر[illegible]
گل جو کھائے جسم پر پھولوں کے[illegible]
جو ہو قبر کے بچھے، آپ تھیر[illegible]
گھر سے باہر ہو گئے ہی جامے سے با[illegible]
کیا وظیفے، کیسے روزینے مقرر[illegible]
اونکے ہم محبوب یا وہ محبوب داو[illegible]
دونوں کو صبر آ گیا، دونوں ہو[illegible]
ایک سودا، اک جنوں دونوں[illegible]
جیتے جی مر گئے تو ہم مرنے سے بدتر[illegible]

	نعت لکھے جا و حافظ! ایک دن یہ دیکھنا

سب یہ اوراقِ پریشاں ایک دفتر ہو گئے

چھائی رحمت کی گھٹا، آئی پشیمانی مجھے — مشکلیں تر دامنی کی ہو گئیں پانی مجھے

کیا دکھائی ہے ابھی سے چین پیشانی مجھے — ہاں ابھی تو دربدر کی ٹھوکریں کھانی مجھے

آئنہ سکتے میں ہے، دیکھی جو حیرانی مری — آئنے میں دیکھنی ہے اپنی حیرانی مجھے

جان ہے آنکھوں میں آئی، سامنے آنکھوں کے تم — اور ابھی ٹھہرو کہ مرنے میں ہو آسانی مجھے

لاکھ عیبوں کو ہے ڈھانکے اک مری دیوانگی — لاکھ پردوں کا ہے پردہ ایک عریانی مجھے

اونکی صورت سامنے ہو، تن بدن کی سدھ نہ ہو — ہو فشارِ قبر میں لطفِ تن آسانی مجھے

سوزِ غم سے کاش جل بھنکر کلیجا ہو کباب — مفلسی میں، عشق کی کرنی ہے مہمانی مجھے

بند کیں آنکھیں تو پھر اوٹھی وہ تصویرِ خیال — میں ہوں یوسف ہاے کیوں بنایا تو نے زندانی مجھے

عالمِ حیرت سے آگے کوچ میں نے جب کیا — رہ گئی تکتی مری تصویرِ حیرانی مجھے

روح دیوانی تھی، آئی اس خراب آباد میں — حضرتِ مجنوں سے پہنچا فیضِ روحانی مجھے

میں پڑا دم توڑتا ہوں، درد میری ہڈیاں — میں گرانجانی کو تکتا ہوں، گرانجانی مجھے

میں تو سوکھا گھاٹ سمجھا تھا، مجھے کیا تھی خبر — تا گلو ہوگا اوترنا تیغ کا پانی مجھے

کیا پشیمانی بری تھی، کیوں کیا عذرِ گناہ — اب پشیمانی سے ہوتی ہے پشیمانی مجھے

دل مرا خوش ہو کے کہتا ہے کہ عشقِ شاہ میں — زخم قسمت سے ملے سب خندہ پیشانی مجھے

حافظ اس ارمان میں خونِ جگر کھاتا ہوں میں
ہو مدینے میں میسّر فخر مہمانی مجھے

نہاں چشمِ دل سے وہ پیارا نہیں ہے — نظر کو میسّر نظارہ نہیں ہے

کیا کہوں جو پوچھیں عرب کے مسافر — کہ کیا پھر ارادہ سہ بارہ نہیں ہے

دوا خود ہو جس دردِ دل کی وہ پیارا — دل اوس درد سے مجھکو پیارا نہیں ہے

جییں وہ جو مرتے ہیں اس زندگی پہ — مریں ہم کہ جینا گوارا نہیں ہے

صدا دی پکاری جب نئی چوٹ دل پہ — کہ اب مجھمیں طاقت خدارا نہیں ہے

مرے دل میں ہو درد یا ہو وہ پیارا — وہ پیارا ہے جو آشکارا نہیں ہے

خدا کے ہیں پیارے جو پیارے ہیں اوسکے — وہ پیاروں کا پیارا ہے پیارا نہیں ہے

وہ روزِ سیہ کون سا پیش آیا — کہ رو دھو کے ہم نے گزارا نہیں ہے

یوہیں راتوں اوس شمع سے لَو لگائی — یہ کاجل بنا دل نے پارا نہیں ہے

اگر میری آنکھوں کی پھوٹی ہے قسمت — تو دل سے تو پردہ تمھارا نہیں ہے

کسِ بیکساں! ابکیسوں کی خبر لو — کہ یاروں کو یاری کا یارا نہیں ہے

تم اول ہو سب سے تم آخر ہو سب سے — نبی کوئی ثانی تمھارا نہیں ہے

ہے جینوں کو مرکر پھر اک بار جینا — مگر جیکے مرنا دوبارا نہیں ہے

تصور نے کس روز روغنے کا نقشہ
یہیں بیٹھے بیٹھے اوتارا نہیں ہی

یہ ای ضبط صدقہ ہی تیرا کہ اب تک
مراد رودِ دل آشکارا نہیں ہی

نہیں ہاتجر شہ میں کوئی زیست کا دم
جیسے ہم نے مر کر گذارا نہیں ہی

وہ محفل میں بے حافظ ارشاد اونکا
وہی اک مصیبت کا مارا نہیں ہی

ایک تم ہو اور تمہارا رب کا پیارا کون ہی
کون ہی کونین میں جز ذاتِ والا کون ہی

ایک غم ہو لاکھ غم ہوں غم سے ڈرتا کون ہی
میرا والی کون مولے کون آقا کون ہی

رونے والے روتے روتے مر گئے، اچھا ہوا
مرنے والون پہ تمھارے ہار رونے والا کون ہی

شان والوں سے جدا ہی شان والا آپ کی
شان والا سب میں ہی اس شان والا کون ہی

جان و جاناں کی ہیں باتیں بلبل و اوڈھلا ہی دل
جان جانے اور جاناں کوئی ہوتا کون ہی

ہیں تمھارا نام لیوا، تم مرے حاجت روا
آسرا کسکا ہی میں کسکا ہوں میرا کون ہی

ایک سے ایک اچھی صورت والے ہونگے بے شمار
پوچھو صورت آفریں سے، سب میں اچھا کون ہی

عاشقوں کو آپ دیتے ہیں دعا۔ جیتے رہو
مرنے والے مر رہے ہیں، جینے والا کون ہی

جان تھی جسکی امانت اوسکو دیدی ای اجل
اب یہاں مرنے کا ڈر کسکو ہی، جینا کون ہی

حق تعالے ہی رضا جو یا حبیبِ حق ترا
دوسرا ایسا حبیبِ حق تعالے کون ہی

سب سے چھوٹی ہی حجابِ عت، اسکو خوش کر دیجیے — دو ہیں آنکھیں، تیسرا دل، اور چوتھا کون ہی

مین ہوں میری بیکسی، خلوت ہی صورت آپ کی — کون کہتا ہی کہ تنہائی ہی، تنہا کون ہی

کیا خطا اوسکی جو اک جلوے سے بیخود ہو گیا — خود نمائی کون کرتا ہی، خود آرا کون ہی

مین تڑپ کر تھک گیا ہوں، مجھکو تڑپاتے ہیں کیوں — کسکو دعوائے شکیبائی، شکیبا کون ہی

تو خدا کا سایہ، تو بے مثل، تو نورِ خدا — تیرا سایہ تک نہیں ہی، تجھسا یکتا کون ہی

تجھکو دیکھا، کچھ مجھسے کہتی ہی وہ تصویرِ خیال — چپکی میٹھی یہ خموشی، تجھسے کہتا کون ہی

مانتے ہیں ہم مسیحا کو کہ ہی جان بخشِ خلق — جانتے ہیں یہ بھی ہم، جانِ مسیحا کون ہی

جرم سب چھوٹے بڑے، کرتے ہیں سب چھوٹے بڑے — آدمی ہیں ہم بشر ہیں ہم، فرشتہ کون ہی

اونکے حصے میں ہیں طالح، طالحوں میں میں برا — میں اگر ایسا برا ہوں، مجھسے اچھا کون ہی

دل میں کسکا دھیان آیا، کیوں ہی اتنا اضطراب — کیسی ہلچل پڑ گئی، اس گھر میں ٹھہرا کون ہی

میرے دشمن ہونگے بیکس، غم کرے میری بلا
کسکا بندہ ہوں میں **حافظ**، میرا آقا کون ہی

اوس نقشِ کفِ پا کی کیا شان نرالی ہی — جو چرخ سے برتر ہی جو عرش سے اونچی ہی

ایک ایک پتاشے کی وہ طرفہ نکیلی ہی — جو دل میں بھی چبھتی ہی، آنکھوں میں بھی کھبتی ہی

آئے ہو کہاں سے تم، آگے ہی کہاں جانا — ای بیخبرو تمکو کچھ اپنی خبر بھی ہی

ہوتے ہیں ہو روضے کے جو مرتے ہیں جنت پہ
دل نے جو محبت کی ایذا ملی فرقت کی
ہیں درد بھری آہیں خالی کہیں جانے کی
کثرت نہیں بے وحدت - وحدت ہی سے ہی کثرت
دنیا کا نہ ہو جویا - ہی نام سراب اسکا
طیبہ میں پھنسا ہی دل سینے میں رکا ہی دم
بیمار اہی مدینے میں پیارا ہی مدینہ بھی
دیکھا ہی چھپے چوری جو خواب میں اک جلوہ
اک رات بسر کرنا پھر صبح سفر کرنا
مہجور عرب کا جی بہلاتی ہی تڑپا کر
روضہ نہیں جنت ہی دم دیکے جو مل جائے

انا ہوں سے کوئی پوچھے آنکھوں سے بھی دیکھی ہی
تقصیر بھی تھی کوئی تعزیر یہ جسکی ہی
جو دل سے نکلتی ہی وہ دل میں اوترتی ہی
سلجھا یہ معما ہی - بوجھی یہ پہیلی ہی
یہ صید کا ہی پھندا - دھوکے کی یہ ٹٹی ہی
جیتا ہوں نہ مرتا ہوں مولے بری اٹکی ہی
اچھے کی جو بستی ہی بستی وہی اچھی ہی
کہدینے میں ڈر کیا ہی کیا چوری کسیکی ہی
دنیا کی سرا ہی یا جاگیر کسیکی ہی
تو چین ہی بیچینی ! تو دل کی تسلی ہی
جنت کے خریدارو جنت بڑی سستی ہی

حافظ مرے، مولے ہیں محفوظ ہوں میں حافظ
خاطر مری خطروں کو کب خطرے میں لاتی ہی

رخصت ہی آج خیر سے ماہِ صیام کی
ساقی اگر ہی قید حلال و حرام کی

ساقی ہو خیر تیرے سبو - تیرے جام کی
کیونکر بجھے گی پیاس ترے تشنہ کام کی

ملتی ہی بھیک سب کو ترے فیضِ عام کی
داتا بھلا ہو مجھکو بھی مولے کے نام کی

یہ بھی بڑی صفت ہی خدا کے کلام کی
سرتاپا ہی نعت رسولِ انام کی

جاری ہی احتساب تو مسئول ہے کیا حساب
جن کو نہیں تمیز حلال و حرام کی

رندوں کی عقل خاک مین ہرگز ملی نہیں
چھڑکی زمین پر بھی تو زاہد کے نام کی

آگے قدم بڑھاتے ہیں سر کو بنا کے پاوں
چوکھٹ ادب سے چوم کے باب السلام کی

اونگلی کے ایک اشارے کی بھی لا سکا نہ تاب
ترکی تمام ہو گئی ماہِ تمام کی

پہنچی جو بانگِ صورِ قیامت کے کان میں
اوٹھی بلائیں لینے کو اونکے خرام کی

دربانی اپنے روضے کی دیدو تو میں کہوں
کنجی عطا ہوئی مجھے دار السلام کی

دیوانوں کے گلے سے ہی کب کی ہلی ملی
زنجیر بابِ رحمت و بابِ سلام کی

چلتے تھے جس میں جام کہاں ہیں کہاں وہ بزم
آنکھوں میں شکل پھرتی ہی ایک ایک جام کی

ای جذبِ شوق تو ہی تو کیوں ہو مری بلا
منت پذیر خضر علیہ السلام کی

خاکی ہی جسم کیجیے اسیرِ غرور خاک
بنیاد ہی تو ہو کوئی اس قصرِ خام کی

یہ آخری کلام ہی کیا خوب یادگار
کیا بات حافظ آپ کے قائم مقام کی

خوشا وہ درد بنایا جو میرے سر کے لیے
یہ سر وہ سر ہی جو ہی اونکے سنگِ در کے لیے

میں روز شام سے روتا ہوں اس سحر کے لیے
اثر دعا کے لیے ہو، دعا اثر کے لیے

غم نبی میں اوٹھا شور کس قیامت کا
کہ صور نے بھی قدم نالۂ سحر کے لیے

اثر نے کھینچ لیا ہاتھ جب دعاؤں سے
دعائیں ہاتھ بڑھائے رہیں اثر کے لیے

تلاشِ ستِ دو میں گم ہوگیا تو ہوش مرے
کہاں کہاں پھرے اوڑتے مری خبر کے لیے

نہ پوچھو دل کی مسرت، ہوا تھا جب رخصت
خدا کے گھر سے حبیبِ خدا کے گھر کے لیے

پھرا کے شمس و قمر کو حوالیِ روضہ
فلک نے صدقے اوتارے نظر گزر کے لیے

خدا کی شان۔ ہوا دل میں دخلِ زلفِ نبی
اس آئینے میں جگہ تھی نہ بال بھر کے لیے

لہو کی بوند بھی پائی نہ بھوکے پیاسوں نے
جگر ہی دل کے لیے خون، دل جگر کے لیے

مریضِ غم کو تو اکسیر کا ہی ڈھیر بھی خاک
وہ دیں تو خاک کی چٹکی بہت اثر کے لیے

دمِ طوافِ حرم کیا کمی تھی بوسوں کی
کبھی غلافِ کعبہ کے۔ کبھی حجر کے لیے

شبِ فراقِ نبی میں پیا یہ خونِ جگر
کہ کوئی بوند نہ باقی رہی سحر کے لیے

نہ تھی امید کہ جیتے بچینگے ہجر کی رات
کہ کوئی نالہ اوٹھا رکھتے ہم سحر کے لیے

بر آئیں دل کی مرادیں خدا خدا کرکے
خدا کے گھر سے چلی ہیں خدا کے گھر کے لیے

ارادہ ملکِ عدم کا تو کر لیا حافظ
ہی زادِ راہ بھی اتنے بڑے سفر کے لیے

یوں بیٹھنے والے نہ ترے در کے اوٹھینگے
بیٹھے ہیں وہ مرنے کے لیے مر کے اوٹھینگے

جب حشر کو مست آپ کے ساغر کے اوٹھینگے
ساغر لیے طالب مئے کوثر کے اوٹھینگے

بیٹھے تھے جو مرنے کو وہ آ بیٹھے ہیں در پر
اب بیٹھ گئے بیٹھ گئے، مر کے اوٹھینگے

جیتے ہیں تو بیٹھے ہی رہینگے ترے در پر
اوٹھنا ہی قضا را جو پڑا مر کے اوٹھینگے

بوسے ہوں کہ سجدے ہوں کہ ہو ناصیہ سائی
اوٹھینگے ہم اوس در سے تو کچھ کر کے اوٹھینگے

عشاق کو ٹھکرا کے ذرا سیر تو دیکھو
ٹھوکر کے گرے ذوق میں ٹھوکر کے اوٹھینگے

لاٹھی کا سہارا ہو تو ہو ضعف میں اوٹھنا
اوٹھے بھی تو ہم آہ کوئی بھر کے اوٹھینگے

بہتر تو یہ تھا گھر کی جگہ قبر بناتے
کیا جانتے تھے ساتھ ہی ہم گھر کے اوٹھینگے

پر دیدے عریضے کو الٰہی کہ خود اوڑ جائے
ہم سے کہیں احسان کبوتر کے اوٹھینگے

دشوار ہے چلمن کی طرف آنکھ اوٹھانا
پلکوں کے پرے پردے میں جھالر کے اوٹھینگے

پیش نظر اوس قُبّے کا پھر جائیگا نقشہ
بُلّے جو تلاطم میں سمندر کے اوٹھینگے

صحرا ہو سلامت مجھے کانٹوں کی کمی کیا
احسان نہ فصّاد کے نشتر کے اوٹھینگے

سایے کی تلاش اونکو قیامت میں نہ ہوگی
مشتاق جو بے سایہ پیمبر کے اوٹھینگے

بستر سے اگر آپ کے بیمار اوٹھے بھی
اوبھر ہوے کچھ نقش سے بستر کے اوٹھینگے

آنکھوں سے گریں اشک نگاہوں سے نہ گر جائیں
گوہر ہی تو ہیں دام تو گوہر کے اوٹھینگے

پردے کی طرح آپ کے در پر جو پڑے ہیں
قنبر کے تو ہمنام ہیں قنبروں میں ہزاروں
مقسوم میں کانٹے کا تُلا زر ہی مگر کب

اوڑھینگے تو پردے کی طرح در کے اوڑھینگے
ہم نام سے اک بندۂ قنبر کے اوڑھینگے
جب پھول ترے بندۂ بے زر کے اوڑھینگے

حافظ نہیں کچھ غم جو ہی ناقص دُرِ مضموں
کچھ دام تو گر جے ہوئے گوہر کے اوڑھینگے

دولتِ فقر تہی پاس جو لے زر ہی علی
نہ فقط بحرِ حقیقت کا شناور ہی علی
نہ ہی نفسِ نبوت - ہی مگر نفسِ نسب
راکبِ دوشِ پیمبر جو ہوا کعبے میں
علم کا شہر بھی حق، شہر کا در بھی حق ہی
دو سگے بھائیوں کے بیٹے ہیں دونوں بھائی
اصل میں ایک ہی دادا کے ہیں دونوں پوتے
جو علی کو کہے بزدل وہ ہی خود ہی بزدل
فاطمہ بنتِ اسد کا ہی پسر شیرِ خدا
مژدہ ای شربتِ دیدارِ علی کے پیاسو

بے زری ہاتھ میں ہی، دل کا تو انگر ہی علی
بلکہ اُس بحر کا غواص ہی، گوہر ہی علی
ہاں پیمبر تو نہیں نفسِ پیمبر ہی علی
وہ علی ہی، وہ علی ہی، وہ مقرر ہی علی
علم کا شہر پیمبر ہی مگر در ہی علی
اک برادر ہی نبی، ایک برادر ہی علی
نسل میں ختمِ رسالت کے برابر ہی علی
شیر دل، شیر فگن، شیرِ دلاور ہی علی
فاطمہ دختِ شہِ فقر کا شوہر ہی علی
ساقیِ تشنہ لباں، قاسمِ کوثر ہی علی

پورے بارہ ہیں امام اور خلیفہ ہیں چار
اور گنتی میں مقدم ہی مو خر ہی علی

اہلِ بیتِ نبوی پر ہی نزولِ تطہیر
اہلِ بیتِ نبوی میں ہی، مطہر ہی علی

اہلِ معنی میں ہیں کیا نامِ علی کے معنی
اہلِ ظاہر تو یہ کہتے ہیں کہ برتر ہی علی

ربط ہو دل کو علی سے تو ہو اللہ سے ربط
صفتِ ذاتِ اللہ کا مظہر ہی علی

منقبت لکھوں تو کس طرح لکھوں ای حافظ
کہ مرے فہم مرے وہم سے باہر ہی علی

خاص بندے تک رسائی ہوگئی
سامنے شانِ خدائی ہوگئی

چل گیا امت کے بیچاروں کا کام
چارہ گر تیری دوہائی ہوگئی

دامنِ تر پر ہی دھبا نہ ہر خشک
ننگِ رندی پارسائی ہوگئی

ہجر میں آرام سے ڈرتا ہی جی
اک پلنگ اک چارپائی ہوگئی

دل سے گھر میں اب نہ عشرت ہی نہ غم
یہ صفایا یا صفائی ہوگئی

بات جب تک دل میں تھی تھی دل کی بات
منھ سے جب نکلی پرائی ہوگئی

آہ! تو دل سے نکل گردوں کو چل
اب نہ کر جو دل میں آئی، ہو گئی

ابتو کاٹے ہی بنیگی قیدِ زیست
قطعِ امید رہائی ہوگئی

بیچ میں دل بیخطا مارا پڑا
آنکھوں آنکھوں میں لڑائی ہوگئی

مسکراہٹ شربت دیدار پر
پستۂ لب کی ہوائی ہوگئی

میکدے میں ایک ہی ساغر کی نذر
عمر بھر کی پارسائی ہوگئی

سکہ ہاے داغ وہ کھوٹے ملے
نقش جن پر ناروائی ہوگئی

تیرگی دل کی بدل کر روشنی
جب خدا سے لو لگائی ہوگئی

دو نہ دو سائل کو جھڑکی تو نہ دو
مانگنے میں کیا بُرائی ہوگئی

ہی یہ کن غزلوں میں ای حافظ غزل
آئے دن کی ہو نئی آئی ہوگئی

جان روضے کی فدائی ہوگئی
یا تھی اپنی، یا پرائی ہوگئی

اونکا جلوہ اونکے پردے میں بھی ہی
پردہ داری خود نمائی ہوگئی

ہم سے کیا خدمت شفاعت کی ہوی
جب ہوی کوئی بُرائی ہوگئی

روضۂ والا کہاں تھا میں کہاں
تھی مقدر میں رسائی ہوگئی

دم ہوا پہلے نظارے میں فنا
جان نذرِ رونمائی ہوگئی

تیرگی میں اس قدر چمکا وہ نور
گمرہوں کو رہنمائی ہوگئی

قطرۂ ناچیز کو رونا ہی یہ
ہاے دریا سے جدائی ہوگئی

بس چلو لی بس۔ خدا کا نام لے
بندگی۔ گویا خدائی ہوگئی

کر دیا عقدوں کو مولا کے سپرد
سہل اب مشکلکشائی ہوگئی

جا پڑی فردِ عمل پر وہ نگاہ
جو برائی تھی بھلائی ہوگئی

آنسوؤں نے ایسی دھوئی فردِ جرم
محو سب لکھی لکھائی ہوگئی

اک بدی کی - ایک ہی لکھی گئی
ایک نیکی اک دہائی ہوگئی

ذاتِ بے ظل ٹھہری ظلِ ذاتِ حق
ختم اوس پر حق نمائی ہوگئی

مصطفائی کیا ملی نامِ خدا
مصطفےٰ! تیری خدائی ہوگئی

تھا یہ حافظ بارشِ رحمت کا فیض
فردِ عصیاں دھوئی دھائی ہوگئی

میری پرساں لب کشائی ہوگئی
لب ہلے، معجز نمائی ہوگئی

رحم کر رحم ابتدا ہی بیٹھا تھی
حدِ طاقت آزمائی ہوگئی

سر جو پھوٹا اونکے در پر، دی صدا
بس مقدر آزمائی ہوگئی

اونچی قسمت خاک افتادوں کی ہے
پہنچے دامن تک رسائی ہوگئی

سبز گنبد تک نہ پہنچی آہ، آہ
چرخِ اخضر تک رسائی ہوگئی

اب تو سب روتے ہیں میرے حال پر
چار دن کی جگ ہنسائی ہوگئی

آفریں، اے بیدست دہائی! آفریں
حسرتوں سے ہاتھا پائی ہوگئی

دیکھتا ہی جو ریاکاروں کے دل
اوسکی طاعت بھی ریائی ہوگئی

آہ کے بدلے فلک تک کیوں اثر
نارسائی کی رسائی ہوگئی

اپنے گھر بیٹھے تصور کے طفیل
قصر مولے میں رسائی ہوگئی

شاہ کہلاتے ہیں اوس در کے گدا
شاہی اوس در کی گدائی ہوگئی

جنکو ہے بے موت مرنا، اونکی موت
ایک سی آئی نہ آئی ہوگئی

ہوگیا دل ہفت نذرِ یک نگاہ
چیز اپنی تھی پرائی ہوگئی

پیشتر بھیجے گئے اور انبیا
پیشوا کی پیشوائی ہوگئی

مل چکا حافظ اب آہوں کا مزاج
گوشِ مولے تک رسائی ہوگئی

سب خدائی مصطفائی ہوگئی
مصطفیٰ کی سب خدائی ہوگئی

چشمِ تر کی مردمک یا مصطفیٰ
مصطفائی روشنائی ہوگئی

سیکڑوں جانیں فدا اوس جان پہ
جو مدینے کی فدائی ہوگئی

دل وہیں ہی میں چلا آیا یہاں
دیکھ لینے کی جدائی ہوگئی

ہوتے ہیں سجدے خدا کے، تب کہاں
کعبے کی، گھر کی فدائی ہوگئی

اونکی چوکھٹ اونکے طاعت کیش کو
سجدہ گاہِ جبہہ سائی ہوگئی

تک رہے ہیں مُنھ گرفتارانِ حشر
کہُ بھی دو جاؤ رہائی ہوگئی

میرے عقدے وا ہوئے اک بات میں
لب کُھلے، مشکلکشائی ہوگئی

کوہِ طیبہ آنکھ اوجھل ہی تو کیا
آنکھ کے تِل میں سمائی ہوگئی

ہوتی ہی معراج ہر سر کو کہیں
اونکی ٹھوکر جس نے کھائی ہوگئی

پوری ہوتی ہی کہیں سب کی مراد
اونکے در پر جبکی آئی، ہوگئی

مَنْ رَاٰنِیْ قَدْ رَاَ الْحق کہدیا
انتہائے حق نمائی ہوگئی

تیرے صدقے، جسکو دیکھا تک نہیں
اوس سے حاصل آشنائی ہوگئی

آنکھ سے پیاری نہ تھی پہلے نگاہ
جب سے روضے تک ہوا آئی، ہوگئی

مدحت مولے کجا، حافظ کجا
نام کی مدحت سرائی ہوگئی

سینے سے آرہی ہی صدا آہ آہ کی
کیا دل کے پار ہوگئی برچھی نگاہ کی

کیونکر نہ لوں بلائیں میں اپنی نگاہ کی
لیکر بلائیں آئی ہی کس بارگاہ کی

رونے سے ہمکو منع جب احباب نے کیا
رو رو کے ہم نے اور بھی حالت تباہ کی

راہِ مدینہ پوچھی تو رستہ بتا دیا
ای خضر! مجھسے بات کرو راہ راہ کی

سمجھا سیاہ مست ہیں رندِ سیاہ مست
دیکھی جو شکل دور سے ابرِ سیاہ کی

مولا کے دل میں رحم ہے، زائر ہے راہ میں
اور اتنے ہی سے دل ہوئے میں راہ کی

وقفہ تھا ایک چشمِ زدن کا حضور میں
رخصت ملی تھی ہمکو فقط اک نگاہ کی

ساتوں فلک کو توڑ کے پہنچی جو عرش تک
اللہ! کچھ بساط بھی تھی ایک آہ کی

دیکھی صفائے گنبدِ روضہ، پھسل پڑی
اہلِ نظر بتاتے ہیں لغزش نگاہ کی

منظور تھا بنایئے شاہد حبیب کو
اللہ کو تو کچھ نہ تھی حاجت گواہ کی

اللہ ہے جمیل اوسے محبوب ہے جمال
خود ہی دیا جمال انھیں، خود ہی چاہ کی

درجِ بیاضِ نامۂ اعمال ہوگئی
جب کوئی مدح لکھی حبیبِ اِلٰہ کی

آنسو ہیں پینے کے لئے کھانے کو ٹھوکریں
زائر کو خاک فکر نہیں زادِ راہ کی

جلوے تمہارے ہیں، جو سمائے ہیں آنکھ میں
پُتلی میں تم کہاں، غلطی ہے نگاہ کی

دل کو کہاں نصیب تھیں یہ بیقراریاں
شوخی سما گئی ہے کسیکی نگاہ کی

میں ہوں ضعیف، بوجھ ہے بھاری، سفر دراز
لیکر چلیگا کون یہ گٹھری گناہ کی

حافظ فراقِ روضہ میں ہے بات ایک ہی
یا شعر کہہ دیا کوئی ، یا کوئی آہ کی

میرے کہنے میں نہیں دل، اور مضطر ہو نہ جائے
ابتو قابو سے گیا، پہلو سے باہر ہو نہ جائے

منتظر ہے خلق، اوٹھو، کر بھی دو محشر بپا
اک نیا محشر بپا روضے کے باہر ہو نہ جائے

دل میں ہیں بیتابیاں بھی درد بھی ارمان بھی
آفتوں سی آفتوں کا اک بھرا گھر ہو نہ جاے

ہم شہیدانِ محبت جان سے بیزار تھے
ڈر ہی مر جانا بھی جینے کے برابر ہو نہ جاے

ہی حضور کی مسرت، ہی خدا کے ہاتھ شرم
اونکا دیوانہ کہیں جامے سے باہر ہو نہ جاے

دل بھی مضطر جان بھی مضطر ہوئے لیں ایک آپ
دیکھکر مضطر کو مضطر اور مضطر ہو نہ جاے

ہیں ہاں ہوں اونکی بزم ہو آنے نہ پاے بیخودی
بزم میں ہونا نہ ہونے کے برابر ہو نہ جاے

جان بھاری ہی ہمیں دے آئینگے جاکر اونھیں
جان پیاری ہو جسے تا مر جانے کا ڈر ہو نہ جاے

جان وہ مہجور جسکو موت بھی آتی نہیں
ایسی جینے والی کیوں مرنے سے بدتر ہو نہ جاے

شرمِ عصیاں سے پسینا آگیا، کیا بات ہے
پونچھنے سے دامنِ تر اور بھی تر ہو نہ جاے

دل کے آئینے کی قسمت جسکی تم تصویر ہو
ورنہ ہر آئینہ قسمت کا سکندر ہو نہ جاے

داغ جو دل کو محبت کا دیا محبوب نے
کیوں مجھے محبوب وہ دل کے برابر ہو نہ جاے

جسکی اک نیچی نظر کا ہی زمانہ پایمال
اوسکی شرمائی نظر نیچے سے اوپر ہو نہ جاے

عشقِ فتنہ میں لیک عالم کی تباہی کیا عجب
آگ لگ کر لاکھ کا گھر خاک کیونکر ہو نہ جاے

روزِ فردا کل نہیں پرسوں نہیں برسوں نہیں
دل کو جلدی آج ہی فردا ے محشر ہو نہ جاے

خاکِ در اکسیر یا حافظ گداے در نہیں
دے نہ دو اک خاک کی چٹکی، تونگر ہو نہ جاے

ہاتھ میں لیکر مرا آئینۂ دل دیکھیے
کون ہی بیٹھا ہوا اسمیں مقابل دیکھیے

حضرتِ دل اب رو کے کا بعدِ منازل دیکھیے
اور اپنی اضطراری سعی باطل دیکھیے

صدمۂ دردِ جدائی ہا صبر کی سل دیکھیے
اور شیشے سے سوا نازک مرا دل دیکھیے

طائرِ نو بوج کیا ہی طائرِ دل دیکھیے
اک وہ بسمل دیکھیے اور اک یہ بسمل دیکھیے

حضرتِ دل اٹھ رو کے تاک ہی منزلوں کا فاصلہ
راستہ دیدار کا منزل بمنزل دیکھیے

دل بھی ہی بیتاب بہا یا سیماب ہی بیتاب ہی
آج اپنے سامنے رکھکر مقابل دیکھیے

ملنے والے ہیں بہت ملتے ہی رہتے ہیں حضور
میں ہوں اک مجبور مجھسے بھی کبھی مل دیکھیے

ایک طالب آپ سے طالب ہی کسکا آپ کا
لاکھوں سائل دیکھے ہونگے اک یہ سائل دیکھیے

منت کچھ تکلیف اوٹھائیگی ترحم کی نگاہ
میں دکھانے کو چلا ٹوٹا ہوا دل دیکھیے

حضرتِ دل ہیں ابھی تک آپ ابجد خوانِ عشق
کچھ کتابیں اسکی پڑھیے کچھ مسائل دیکھیے

لے چلا ہوں رو سیاہی ان ہاتھ سے حشر میں
منھ نہیں میرا دکھانے کے بھی قابل دیکھیے

دل کا آنا دل کا جانا لفظ دو ہیں بات ایک
آتے آتے ہاتھ سے جاتا رہا دل دیکھیے

ٹوٹے دل کو جوڑتی ہی اک نگاہِ دلنواز
ایک اشارے میں ہوا دو ماہِ کامل دیکھیے

اور لکھنی ہی غزل اس قافیے اس بحر میں
حافظ اوسکی کچھ ردیف اس سے ہی مشکل دیکھیے

ناز کس پر کیجیے ٹوٹا سا اک دل ہی تو ہی
چشم بد دور اونکے نذرانے کے قابل ہی تو ہی

لا الٰہ کی صدا جس دم سنی دم بند تھا
ضربِ الا اللہ سے چلا پڑا دل ہی تو ہی

دل کو خالی کر رہا ہوں اونکے رہنے کے لیے
لاکھ بودی ہو مگر تعمیرِ منزل ہی تو ہی

میری مشکل سہل ہو جائے بڑی مشکل ہی بات
سہل جانوں سہل مانوں یہ بھی مشکل ہی تو ہی

درد وہ بھی ہجرِ شہ کا درد کیونکر لائے تاب
دل کوئی لوہا نہیں پتھر نہیں دل ہی تو ہی

کیوں نہ جا اوتریں تھکے ماندے عدم کی راہ کے
قبر کہتے ہیں جسے وہ ایک منزل ہی تو ہی

پھینکدیں پہلو سے ہم دل کو تو ہو ہجرِ دوام
اونکے رہنے بسنے کا جو گھر ہی وہ دل ہی تو ہی

کب ہیں تنہا آپ سے دور آپ کی محفل سے دور
جو ہجومِ درد و غم دل میں ہی محفل ہی تو ہی

کیوں انا الحق کہنے والا دار پر کھینچا نہ جائے
حق تو یہ ہی جو نہیں ہی حق وہ باطل ہی تو ہی

دل مرا ہی آپ ہی کا کشتۂ تیغِ نگاہ
غور سے سرکار دیکھیں یہ وہ بسمل ہی تو ہی

دل ہی مضطر اسکو اپنے سامنے رکھیں حضور
یہ تماشا دیکھتے رہنے کے قابل ہی تو ہی

جس میں الجھا کے آئینے کے سمائے ہیں بہار
میری چشمِ شوق کا مولے وہ اک تل ہی تو ہی

ابتو حسرت میں زیارت کی پھٹا جاتا ہی دل
اب بھی نکلے یا نہ نکلے حسرتِ دل ہی تو ہی

خیر تو یہ ہی نگاہِ رحم سے فرصت نہیں
اک نگاہِ قہر اونکی زہرِ قاتل ہی تو ہی

سنتے ہیں جم ہو گیا جسکو دیا ساقی نے جام
جھوٹ سچ کی کیا خبر رندوں کی محفل ہی تو ہی

حافظِ دیوانہ کو دیکھو نہ چھیڑو عاقلو
مُنھ سے جو کہدے وہی ہوجائے کامل ہی تو ہی

میرا دلِ بیتاب ٹھہرتا نہیں مرجاے
بیتاب جو مرجاے تو سیماب ٹھہرجاے

ہی شورِ تبسم ہی کا بھوکا دہنِ زخم
ناسور میں بھر دو نمک اتنا تو کہ بھر جاے

جو دل کہ مرے پہلو میں ہی قابو میں نہیں ہی
وہ دل کہ مرے پہلو سے بھی جاتا ہی اگر جاے

نالے کی خوشی ہی کہ چلا دل سے نکل کر
جاتا ہی تو دل پر کوئی الزام نہ دھر جاے

نالے کا ہی رُخ سوے فلک ہجر ہی میں
مانا کہ ادھر جاے۔ ادھر جاکے کدھر جاے

ہر روز کوئی ہجر میں مرتا رہے کب تک
کہدیجیے اک روز کہ مرتا ہی تو مرجاے

ہیں جاؤں وہاں ہا میری خبر جائے نہ جائے
لیکن یہ نہو میرے عوض میری خبر جاے

بیوجہ جدائی میں نہیں اشک فشانی
پیمانہ اگر عمر کا خالی ہی تو بھر جاے

وہ سرعت رہوارِ سوارِ شبِ اسرے
کیا لکھیے کہ مرکب نتواں تاخت بھر جاے

یوں گھر سے بلا لو کہ میں پھر گھر کو نہ آؤں
میں گھر سے ادھر جاؤں ادھر ہاتھ سے گھر جاے

ٹھہرا ہی فلک حدِّ نظر فلسفیوں میں
تم پہنچے وہاں تک کہ جہاں تک نظر جاے

بکھراے ہوے مجھکو دکھاتے تو ہو گیسو
دیکھو نہ مرے صبر کا شیرازہ بکھر جاے

محبوب کو میرا ہی سا دل مدِّ نظر تھا
وہ دم بھر میں بگڑ جاے تو دم بھر میں ٹھہر جاے

محبوب خدا کی ہی ادا سب سے نرالی — جتنی ہی بڑھے سادگی اوتنی ہی سنور جاے

طیار جو اوڑنے کے لیے طائر جاں ہی — اوس گنبد اخضر ہی کے صدقے نہ اوتر جاے

جیتا تو ہوں روضے کی تمنا کے سہارے — ڈرتا ہوں مرا جی کہیں جینے سے نہ بھر جاے

عقبے کی نہایت نہیں۔ غایت نہیں حافظ
دنیا گزراں ہی جو گزرتی ہی گزر جاے

ایسا ہو نگہ کو کہ مرے دل سے گزر جاے — جب دل سے گزر جاے کلیجے میں اوتر جاے

بیمار کی ہی موت و حیات اونکے کہے کی — وہ چاہیں تو جیتا رہے وہ چاہیں تو مر جاے

انبوہ تماشا میں ہی دیدار بھی مشکل — رستہ ہو تو دو چار قدم اوٹھکے نظر جاے

ہی دھوپ کڑی حشر میں خشکی ہی بلا کی — مجرم سے کہو ساتھ لیے دامن تر جاے

اشکوں سے کوئی کہدے کہ ذرا دیر کو تھم جائیں — نقشہ تو ذرا روضے کا آنکھوں میں اوتر جاے

مقبول بھی شعر ہی جذبہ ہی اوسی میں — کانوں میں ادھر پہنچے اودھر دل میں اوتر جاے

اس در سے ملا کرتی ہیں منھ مانگی مرادیں — داتا ہو بھلا آج تو جھولی مری بھر جاے

روضے کو میں جاتا ہوں مگر کعبے کے رستے — کعبے سے جو گھر کو پھرے اللہ کے گھر جاے

ہی عشق بھی اک حسن اگر غور سے دیکھو — چہرہ ہو ادھر زرد اودھر رنگ نکھر جاے

اب دیکھ لوں روضے کو تو کچھ اور نہ دیکھوں — صدقے مری یہ آنکھیں ہوں تو قربان نظر جاے

پل بال سے باریک ہی تاریک ہی رستہ
پل پہ نگراں ہیں وہ کہ امت سب اوتر جاے

دفتر ہیں غلاموں کے بھرے جاتے ہیں نقشے
چہرہ جو لکھا جاے تو چہرہ نہ اوتر جاے

روضے ہیں گزر ہو مری آنکھیں پڑی جھپکیں
دروازے ہوں تیغے تو تصور کی نظر جاے

مرنا ہی محبت میں تو پھر موت کا ڈر کیا
مرنے کا نہ لے نام وہ جو موت سے ڈر جاے

کہنا سحر و شام کہ مہمان ہی حافظ
تو ہند سے روضے کو جو ای باد سحر جاے

بدایوں میں مشاعرہ کو جاتے وقت

ہم تو روضے پہ فدا ہونگے کسی تدبیر سے
پھر بھی جیتے بچ رہے تو موت کی تقدیر سے

آہیں کچھ بیکار سی نالے ہیں بے تاثیر سے
دل سے نکلے دل ہی میں اولٹے پھر کے آئے تیر سے

پہنچے پہنچے اونکے دامن اور ہم ہیں خاک راہ
وہ نہیں چلتے ہیں بچکر خاک دامنگیر سے

آہنی زنجیر ہی لو ہمارا مانے ہوے
اپنے دیوانے کو باندھو زلف کی زنجیر سے

وہ مری فریاد ہی میری دعا میری دوا
دور ہی تاثیر جس سے دور وہ جو تاثیر سے

ابتو ضبط آہ کرتے کرتے دم گھٹنے لگا
یہ بلا جائے کہیں باز آئے ہم تاثیر سے

ہم گدا ہیں اوس گلی کے دل ہمارا ہی غنی
ایک چٹکی خاک کو بدلیں نہ ہم اکسیر سے

اونکے مرنے والے مرجانے سے پہلے مرگئے
کوئی جیتا بچ رہا تو موت کی تقدیر سے

تجھکو حسرت ای محبت۔ تجھکو مژدہ ای جنوں
بند کھلنے گیسو کے قیدی لوہے کی زنجیر سے

کیا کریں ہم آہ بھرکر۔ تیر کیا ماریگی آہ
آہ سے تاثیر کو ضد۔ آہ کو تاثیر سے

سامنے آوے۔ تصور سے بھلا ہوتا نہیں
بت پرستوں کو تسلّی ہو تو ہو تصویر سے

آج سب کچھ دل سے وہ چشم سخنگو کہ گئی
خوب کیں باتیں نگاہوں نے زبانِ تیر سے

اوس کے در کے ایک سجدے کے لیے ہم مدتوں
ٹھوکریں کھایا کیے پھوٹی ہوئی تقدیر سے

بات قسمت کی جدا ہی، وہ قدر انداز ہیں
جب چلا تیرِ نگہ۔ بچکر چلا نخچیر سے

ہیں هُوَ الاوّل هُوَ الآخر وہی جن کو ملا
اگلے پچھلوں پر شرف تقدیم سے۔ تاخیر سے

آہ بہتر ہم ضعیفوں کی کہ پہنچی تو وہاں
ہو گیا ثابت عصائے پیر بہتر پیر سے

وقت کم۔ جلدی بہت ہی۔ نالۂ موزوں مدد
ہو نہیں سکتا ہی مقطع **حافظ** دلگیر سے

خبر کب تھی کہ برگشتہ نگاہِ آسماں ہوگی
جدائی دوست سے ہم کو نصیبِ دشمناں ہوگی

تری آمد تو دل کو درد میں راحت رساں ہوگی
مگر تکلیف پھر تکلیف ہی ہونے کو ہاں ہوگی

پڑے ادم توڑتا ہوں میں سرہالیں چلے آؤ
کہ ہر کلفت سی کلفت بھی مجھے آرامِ جاں ہوگی

اگر ڈرتے ہو مرنے سے، فنا ہو جاؤ جیتے جی
حیاتِ چند روزہ میں بقائے جاوداں ہوگی

صبا! سوئے مدینہ مجھکو جیتے جی اوڑا لیچل
کہ پھر برباد کرنے کو مری مٹی کہاں ہوگی

وہ بالیں پر چلے آئیں! ابھی ساماں ہو مشکل
ادائے دلربا اونکی قضائے جانستاں ہوگی

مدینہ ایک منزل ہی، اجل کی آمد آمد ہی
بڑی نامہرباں ہوگی جو مجھپر مہرباں ہوگی

میں افسردہ سا دل مردہ سا دل کی حسرتیں مردہ
مرے غمخانے میں آکر خوشی کیا شادماں ہوگی

ادائیں سب جگہ کی کام آئی ہیں نمازوں کے
جو دل کا کام کریگی وہ کعبے کی اذاں ہوگی

اکیلا دم ہی باقی، بیکسی! تیرا سہارا ہی
جو تو خاطر نشیں ہوگی مری خاطر نشاں ہوگی

الٰہی! مجھسے تو اپنی امانت پہلے ہی لے لے
کہ سنتا ہوں۔ دمِ آخر اجل خواہانِ جاں ہوگی

مجھے جینا ہی بھاری، ایک ہی صدمہ کرے ہلکا
پڑیگی جتنی ہلکی چوٹ، اوتنی ہی گراں ہوگی

جواب آخر ملیگا کچھ نہ کچھ روضے کے قبّے سے
یہ مانا ہی کہ گنبد کی صدا میری فغاں ہوگی

نہ کہدے کوئی وقتِ نزع، لو مژدہ وہ آتے ہیں
بلا کی کشمکش میں ایک جانِ ناتواں ہوگی

دلِ پُر درد پر اللہ جانے کیا گزرتی ہی
خموشی چپ ہی کچھ کہتی نہیں جو رازداں ہوگی

تماشا دیکھنے آتے ہیں وہ بیتابیِ دل کا
وہ آئینگے تو ای بیتابیِ دل تو کہاں ہوگی

یہ سن لوگے کسی دن۔ مرگِ حافظ کی خبر سننا
نصیبِ دشمناں ہو کر نصیبِ دوستاں ہوگی

پیارا پیارا ہی ازل سے انتظامِ عاشقی
ہاتھ معشوقِ ازل کے ہی نظامِ عاشقی

میرے ہی دم کے لیے تھا زہر جام عاشقی
میرے ہی دم سے تو اب زندہ ہے نام عاشقی

آپ ڈالیں عشق کا دکھڑا انہیں رو رو کے ہم
کیا ڈبونے کے لیے آئے ہیں نام عاشقی

ہے سفیدی بھی کفن میت کا، ہے سیاہی بھی ستم
دو بلائیں ہیں نرالی صبح و شام عاشقی

مرنے والے مرتے رہنے کے لیے جیتے رہے
ہو مرے کا پورا نہ شوق ناتمام عاشقی

جس نے چکھا ہی نہ ہو اوسکو بتاؤں کیا مزہ
واہ کیا میٹھا ہے عیش تلخ کام عاشقی

جتنی سرکاریں ہیں سب سے ہے بڑی سرکار عشق
دفتر سرکار میں لکھا ہے نام عاشقی

عاشقوں کے مرتبے ہیں صدقے جس قدر ہیں ٹھوکریں
جتنی ہیں پامالیاں ہیں پائے نام عاشقی

جو چڑھا اوپر اوسے روشن ہوے چودہ طبق
چرخ اطلس سے بھی کچھ اونچا ہے بام عاشقی

ہیں بلائیں اوسکی حوریں نار ہیں اسکے انار
ایک جنت ہے نئی دار السلام عاشقی

عشق کے فن میں کمال ہو گیا عشق کا بندہ ہوں میں
عاشقی آقا ہے میری میں غلام عاشقی

جو فقیر آزاد ہیں اونکی جدا ہے اصطلاح
اونکی یاد اللہ عشق اللہ سلام عاشقی

ہے نبی کے عاشقوں کا بول بالا عرش تک
اونچے رتبوں سے ہے بالاتر مقام عاشقی

عاشق و محبوب معشوق حقیقی کون ہے
مصطفےٰ۔ سرخیل محبوباں۔ امام عاشقی

زور چل سکتا نہیں حافظ کسی کا عشق پر
آ نہیں سکتی ہے قابو میں زمام عاشقی

دل تو دل ہی، عرش پر لکھا ہی نام عاشقی — عرش کا دل جانتا ہی احترام عاشقی

تھا وہ مرکب یا براقِ تیز گامِ عاشقی — گامِ اول جسکا تھا بالاے بامِ عاشقی

دورِ آخر تھا نصیبِ تلخکامِ عاشقی — تلخکامِ عاشقی پھر دُردِ جامِ عاشقی

حسن کا شیوہ ہی پردے سے دکھا دینا جھلک — آپ ہو رسوا۔ کرے بدنام نامِ عاشقی

شوق یہ ہی۔ اونکو ہم دیکھا کریں، سیری نہ ہو — ناتمام اچھا ہی شوقِ ناتمامِ عاشقی

دل کا قبلہ سجدے کی محراب۔ ایمانِ نگاہ — ابروِ مولے ہیں یا بیت الحرامِ عاشقی

مار ڈالا مرنے والے کو گناہِ عشق پہ — رہگیا تھا کیا یہی ایک انتقامِ عاشقی

عاشقوں کے گرد ہی لاکھوں بلاؤں کا ہجوم — حسن کو گھیرے ہوے ہی ازدحامِ عاشقی

کھانے پینے کی قسم ہی، بولنے کی ہی قسم — سال بھر رہنا ہی اک ماہِ صیامِ عاشقی

روے وابروے نبی کو دیکھکر خوش ہی ہلال — چار چاند اوسکو لگے بالاے بامِ عاشقی

ہی وہ مولے کے لیے محمود کتنے ہیں اوسے — نام ہی عشاق میں جسکا مقامِ عاشقی

کھانا پینا۔ پڑکے سونا۔ سب سے ہنسنا بولنا — ہی حلالِ پاکبازان، ہی حرامِ عاشقی

جانور ہیں بلبلیں جو پھول پر دیتی ہیں دم — بوے طیبہ سے مہکتا ہی مشامِ عاشقی

عشق چیزے دیگرست و آں جنوں چیزے دگر — ہوچکی دیوانگی، قائم مقامِ عاشقی

حافظ اسکا لکھنا پڑھنا کہنا سننا ہی ثواب

ہی کلامِ نعت۔ نام اسکا کلامِ عاشقی

چل رہا ہی کیا درستی سے نظامِ عاشقی ۔۔۔ مقتدی سب انبیا ہیں تم امامِ عاشقی

زاہدانِ خشک پر۔ ہی اتہامِ عاشقی ۔۔۔ مفت میں بدنام کرتے ہیں وہ نامِ عاشقی

حسن کا پہلا نظارہ۔ موت کا تھا سامنا ۔۔۔ تھا وہ پیغامِ اجل یا تھا پیامِ عاشقی

ہوش بھی لے عقل بھی لے صبر بھی لے جان بھی ۔۔۔ حسن اگر لیتا ہی پورا انتقامِ عاشقی

رتبۂ معراج دینے کے لیے اللہ نے ۔۔۔ خوب چھانٹا راکبِ گردوں خرامِ عاشقی

ڈھونڈتے پھرتے ہیں انکے سنگِ در کو پختہ مغز ۔۔۔ پھوڑنا سر کا نہیں سودائے خامِ عاشقی

دیکھنے کا ہو کوئی تو دیکھنے والا بھی ہو ۔۔۔ وہ نظامِ حسن ہو۔ یہ انتظامِ عاشقی

مبتلا دونوں ہیں اونکے۔ ایک برتر ایک سے ۔۔۔ شاد کامِ عاشقی، ناشاد کامِ عاشقی

عمر بھر رہتے ہیں عاشق بھوکے پیاسے روزہ دار ۔۔۔ ایک ہیں لیل و نہار و صبح و شامِ عاشقی

عاشقی نے اپنے منہ سے نام اپنا لے لیا ۔۔۔ حسن کا دل کسمسایا سُنکے نامِ عاشقی

بے زبانی کی زبانی سنتے آئے ہیں یہ بات ۔۔۔ کوئی کرسکتا نہیں شرح کلامِ عاشقی

بیکسی نالاں ہی۔ جاتا ہی جنازہ عشق کا ۔۔۔ کیا سنائی دے کسیکو اذنِ عامِ عاشقی

شیشۂ دل زور سے ٹوٹا تو دو ٹکڑے ہوئے ۔۔۔ دونوں ٹکڑوں میں ہی خاصہ ایک جامِ عاشقی

حسن تڑکا نور کا ہی عشق ٹھہرا تیرہ بخت ۔۔۔ صبحگاہِ حسن سے ہی دور شامِ عاشقی

سن تو حافظ! اونکے عاشق بے خریدے ہیں غلام
ہیں غلامِ عاشقاں ہم اُن، ہیں غلامِ عاشقی

حسن ہے معشوق یا روحِ روانِ عاشقی
طائرِ رنگِ پریدہ ہے نشانِ عاشقی
اے خودی! تو کچھ نہ سمجھیگی زبانِ عاشقی
بیدلی جب تاک ہو ملتی نہیں صاحبدلی
دم چرائے بنتی ہے رستم ہو یا اسفندیار
اشک بھی، نالے بھی ہیں، آہیں بھی، فریادیں بھی ہیں
منھ سے کہنے کی نہیں کہدیں تو سننے کی نہیں
لوگ سنتے ہیں کہانی نیند آنے کے لیے
حسن سوتا فتنہ تھا، کیوں سونے سونے جاگ اوٹھا
چپکے چپکے بیٹھے بیٹھے ہم کس طرح رسوا ہو گئے
ہے تماشا۔ آئینے دو۔ ایک صفا۔ اک حیرتی
راہ چلتے لوٹ لینا کیا بڑا سا کام ہے
چلدیے جالی کے باہر حسن کے تیرِ نگاہ

جان و بینا حسن پہ ہے تازہ جہانِ عاشقی
اور ہے ہونٹوں کی خشکی ترجمانِ عاشقی
سن زبانِ بیخودی سے داستانِ عاشقی
یہ پہیلی بوجھتا ہے نکتہ دانِ عاشقی
کوئی کر سکتا نہیں طے ہفتخوانِ عاشقی
سوے طیبہ جا رہا ہے کاروانِ عاشقی
گو مگو میں پڑ گئی ہے داستانِ عاشقی
موت آجاتی ہے سنکر داستانِ عاشقی
خواب میں سن لی ہے شاید داستانِ عاشقی
تھی اکیلی بے زبانی رازدانِ عاشقی
آنِ معشوقی کا منھ تکتی ہے شانِ عاشقی
حسن کے رستے میں رکھی ہے دکانِ عاشقی
اب نہیں بچنے کی جانِ خستگانِ عاشقی

اونکا ولدادہ بھی ہوں شیدا بھی ہوں جانباز بھی
جان لینا ہو تو لے لیں امتحانِ عاشقی

عاشقوں میں حافظ نالاں بھی تھا وہ کیا ہوا
نے جرس کیوں جا رہا ہی کاروانِ عاشقی

حسن ہی در پردہ بیشک رازدانِ عاشقی
ورنہ کیوں شرمائے سنکر داستانِ عاشقی

خیر میں عاشق ہوں یا ہوں قصہ خوانِ عاشقی
جھوٹ سچ قصہ سہی۔ سن لو بیانِ عاشقی

ہر کس و ناکس ہی کیونکر قصہ خوانِ عاشقی
داستانوں سے جدا ہی داستانِ عاشقی

کیا ہوئیں ای حسن اب وہ تیری بے پروائیاں
جان لیکر بن گیا خود نوحہ خوانِ عاشقی

نَے ہی خالی دیکھنے میں نَے کے نالے میں ہی درد
ہو گیا آخر عیاں رازِ نہانِ عاشقی

ہی زمینِ عشق ساتوں آسمانوں سے بلند
لامکاں کے راستے میں ہی مکانِ عاشقی

میرے دل پر ہی وہ کندہ۔ عرشِ اعظم پر ہی نقش
مٹ نہیں سکتا کبھی نام و نشانِ عاشقی

حسن ہی سے جیتے ہیں سب۔ حسن ہی پر مرتے ہیں
حسن مرگِ عاشقاں ہی۔ حسن جانِ عاشقی

کون ہی جو حسن کو سمجھائے مطلب عشق کا
نام ہی جسکا فغاں۔ ہی ترجمانِ عاشقی

دل ہی دل میں گھٹ رہی ہی منھ سے کچھ کہتی نہیں
کاٹ لی ہی کیا ازل کے دن زبانِ عاشقی

حسن کی صورت کیا دونوں نے پردہ اختیار
عشق کھلتا ہی نہ کھلتی ہی زبانِ عاشقی

پہلی سیڑھی آہ۔ پھر نالہ ہی لیکن ہی رسا
لامکاں کے بام تک ہی نردبانِ عاشقی

نیستی کہتے ہیں جسکو ہستیِ بے نیست ہی — زندگی کی جان مرگِ ناگہانِ عاشقی

زندگی دونوں کی ہی اک دوسرے کے نام سے — عاشقی ہی جان میری میں ہوں جانِ عاشقی

عشق کی تعریف ہو سکتی نہیں مجھسے ادا — بے زباں ہوں میں مگر ہوں ہمزبانِ عاشقی

عشق کا جو مرتبہ ہی حسن سے پوچھے کوئی — ہی تو پھر معشوق ہی ہی رتبہ دانِ عاشقی

اک نئی دنیا ہی وہ بستی ہی جو زیرِ زمیں — وہ بھی اک عالم ہی۔ نام اوسکا جہانِ عاشقی

حُسن کے گاہک ہیں لاکھوں عشق کا گاہک ہی کون — حسن ہی تنہا خریدارِ دُکانِ عاشقی

عشق کے پھندے میں دل ہی موت کے پنجے میں ہم — حسن کی مُٹھی میں جانِ عشق۔ جانِ عاشقی

غم کے لقمے۔ خونِ دل کی مے۔ کلیجے کے کباب — کیا تکلف سے سجا رہتا ہی خوانِ عاشقی

بے کہے بنتی نہیں حافظ کہے بنتی نہیں
کیا کروں شرحِ بیاں لا بیانِ عاشقی

دو ہی رہتے ہیں سبق وردِ زبانِ عاشقی — اک کہانی حسن کی۔ اک داستانِ عاشقی

رہنے بسنے کے تو قابل ہی جہانِ عاشقی — کیا زمین عاشقی، کیا آسمانِ عاشقی

دل پھٹا جاتا ہی سن سُن کر فغانِ عاشقی — الاماں۔ صد الاماں۔ اک الامانِ عاشقی

نوکِ مژگاں کا سبق ہی عشق کو نوکِ زباں — رکھتی ہی چبھتے ہوے فقرے زبانِ عاشقی

دیکھیے کرتے ہیں عاقل کیا ہمارا فیصلہ — یا ہی شک دیوانگی کا یا گمانِ عاشقی

عشق ورد ولادہ ہی اور مادر زاد ہی
دی گئی تھی میرے کانوں میں اذان عاشقی

پڑھنے سننے کو شب محشر ہو۔ عمر خضر ہو
الف لیلہ سے بڑی ہی داستان عاشقی

عشق روتا ہی کہ میں مارا ہوا ہوں حسن کا
حسن کہتا ہی کہ صد رحمت بجان عاشقی

عشق عاشق حسن کا ہی حسن ہی مفتون عشق
حسن کے معشوق ٹھہرے عاشقان عاشقی

نامہ اعمال جب ہاتھوں میں ہوں روز حساب
الٰہی سر بکف ہوں کشتگان عاشقی

تیرے ماتھے داغ سجدہ ہے مرے دل میں داغ عشق
ہی نمایش سے بری زاہد! نشان عاشقی

جتنے پردوں میں چھپا ہی جاکے حسن دلنواز
اتنے ہی پردوں میں ہی درد نہان عاشقی

عشق کے غم کا مزہ ہی جو کبھی جاتا نہیں
جنت الماویٰ ہی عیش جاودان عاشقی

اللہ اللہ کرتے ہیں ہم وجد سے یا ورد سے
اللہ اللہ لذت کام و زبان عاشقی

اب تو حافظ عاشقی پر آ گئے عاشق سے تم
بس کرو کب تک رہوگے مدح خوان عاشقی

بنی کے ابرو کے بال ہیں شمشیر کے ٹکڑے
کریگی ایک جنبش عاشق دلگیر کے ٹکڑے

پتا باقی نہ چھوڑا مرغ دل کا ابروئے شہ نے
گلا کٹنا تو کٹتا۔ اوڑ گئے خنجر کے ٹکڑے

تو ای قاصد پھرا ناکام ہا لیکن کیا ہوے آخر
مری تحریر کے پرزے، تری تقریر کے ٹکڑے

نہ ہو قسمت میں تو کوشش سے نعمت مل نہیں سکتی
مری تدبیر نے توڑے۔ وہی تقدیر کے ٹکڑے

اوڑا دے دھجیاں اے جوشِ وحشت پھاڑ کر دامن
گریباں ہاتھ آجائے تو کر دے چیر کے ٹکڑے

جگر کے ٹکڑے کرکے ہیں نے اک جاگیر پیدا کی
جگر پاروں نے میرے کر دیے جاگیر کے ٹکڑے

لکھوں کیونکر یہ مصرع۔ دل قلم کا چاک ہوتا ہی
کہ اک سفاک نے دو کر دیے شبیر کے ٹکڑے

گریباں پھاڑ کر یہ خوش ہی تیرا ناتواں وحشی
کہ گویا کر دیے طوقِ گریباں گیر کے ٹکڑے

میں وہ بے دست و پا ہوں جس نے پائی بھیک تک مانگے
مرے منھ کے نوالے تھے مری تقدیر کے ٹکڑے

نتیجہ کوہ کن کو کچھ نہ ملتا کوہ کندن کا
بناتا چھوٹے چھوٹے کرکے جو شیر کے ٹکڑے

نہ پایا قصرِ تن میں چین جانِ پاک نے دم بھر
اگر بس ہو تو کر ڈالوں میں اس تعمیر کے ٹکڑے

خدا کا نور تو ہی تیرے سوا ہیں انبیا جتنے
تری تنویر کے اجزا ہیں تری تنویر کے ٹکڑے

مریدوں نے لگائے جا بجا پیوند خرقوں میں
تبرک بن گئے ہو کر لباسِ پیر کے ٹکڑے

بناوٹ سے بری رکھا ہی دیوانوں کو قدرت نے
کیے دستِ جنوں نے جامۂ تزویر کے ٹکڑے

یہ رستا ہی مدینے کا شباہت ہی یہ حافظ کی
پڑے ہیں ناہج میں جو یہ کسی رہگیر کے ٹکڑے

زباں نیں کیا چلیں مجھ پر چلے شمشیر کے ٹکڑے
اوٹھیں جو اونگلیاں میری ٹٹ تھے تیر کے ٹکڑے

تصور کا تقاضا۔ کھینچیے تصویر پردے میں
شریعت کا یہ فتوے۔ کیجیے تصویر کے ٹکڑے

تم اپنی زلف کی رسی سے اوسکو باندھ کر دیکھو
جو دیوانہ اوڑا دے آہنی زنجیر کے ٹکڑے

جو پایا ہیں نے بے محنت دیا جو تم نے بے منت
ملے وہ بھیک میں مجھکو جو تھے تقدیر کے ٹکڑے

مزہ جب ہی ملے کلفت کی لذت مجھکو رہ رہ کر
برابر کے کئی کرتے لپیٹے تغریر کے ٹکڑے

ترے وحشی کی قید و بند بڑھتی ہی گئی ہو لے
پڑی اوتنی کڑی جتنے کیے زنجیر کے ٹکڑے

شفاعت کی ہوا کے تھے وہ جھونکے تیز محشر میں
اوڑا لے گئے میرے نامۂ تقصیر کے ٹکڑے

تری تصویر دل میں دیکھکر یہ سوچتا ہوں میں
ہے ٹوٹا آئنہ یا دو ہیں اک تصویر کے ٹکڑے

کسی نو مشق نے گل بوٹے رنگے کے بنائے تھے
لیے پھرتی ہے بلبل کاغذ تصویر کے ٹکڑے

کمی مقدار کی بھی اک نئی تقصیر ٹھہری ملی
کروں گنتی بڑھانے کے لیے تقصیر کے ٹکڑے

مجھے دنیا میں بھی عقبے میں بھی بدنام کرنا تھا
کیے تقدیر نے دو میری اک تشہیر کے ٹکڑے

مری تقصیر اگر پکڑی گئی تو میں یہ کہدونگا
مجھے معذور رکھیے کیجیے تقصیر کے ٹکڑے

یہ تھم تھم کر نگاہیں تھوڑی تھوڑی صید لاغر پر
یہ ڈرتا ہے تیر باراں ہو نہ جائیں تیر کے ٹکڑے

نکالے نوک کے اشعار لیکن ہے خلش باقی
ابھی دل میں کھٹکتے ہیں بہت کچھ تیر کے ٹکڑے

ہیں لوہے کے چنے جوش جنوں سے کہدو ای حافظ
کہ دلنے سے نہ ہونگے دانۂ زنجیر کے ٹکڑے

کریگی کم نگاہی بھی دل دلگیر کے ٹکڑے
ہیں چھوٹی چھوٹی پلکیں چھوٹے چھوٹے تیر کے ٹکڑے

نگاہیں تھوڑی تھوڑی بھی ہیں سینے سے لگانے کی
بنے ہیں دل کے ٹکڑے اونکے اک اک تیر کے ٹکڑے

وہ پلکیں غم کی پھانسیں دل سے اک پل میں نکالینگی
نکیلے سب کے سب ہیں جس قدر ہیں تیر کے ٹکڑے

وہ دیکھیں کم نگاہی سے ادھر گویا نظر بھر کر
مرے دل کو بہت ہیں تیر ہوں یا تیر کے ٹکڑے

نظر کے تیر سے پتھر کے دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں
مرا دل کھا گیا اون کی نظر کے تیر کے ٹکڑے

کہوں کیا۔ دل نہیں کوتاہ بینوں کو دکھانے کا
کوئی دل چیر کر دیکھے تو نکلیں تیر کے ٹکڑے

تری تقریر کی تعریف ہو سکتی نہیں ناصح
ہیں فقرے دلنشیں۔ یا دل میں چبھتے تیر کے ٹکڑے

ہے دل خوش۔ رہگیا تیر نگہ کا ٹوٹ کر پیکاں
وہ ناخوش ہیں کہ دو کیوں کر دیے اک تیر کے ٹکڑے

مرے دل میں ترازو ہو گیا تیر نگہ کس کا
کہ آسانی سے موزوں ہو رہے ہیں تیر کے ٹکڑے

ہوا ہے محو مژگان پیمبر کے تصور میں
نمانو دیکھ لو دل کو چبھو کر تیر کے ٹکڑے

حبیب کبریا کے غم کی پھانسیں ہیں ارے پھانسیں
دل ناداں جنھیں تو جانتا ہے تیر کے ٹکڑے

جدا کر چھوڑے سے دل میں چبھا رکھنے کے ہوتے ہیں
کسی کے تیر سے محبوب تر ہیں تیر کے ٹکڑے

نظر کسکی لگی جو ہو گئے اک تیر کے دو دو
نظر بھر کی بہت ہے۔ کھانہ جا تیر کے ٹکڑے

خطا کس کی تھی کیا جانے۔ مگر ہاں کر دیے آخر
جگر کے تیر نے ٹکڑے۔ جگر نے تیر کے ٹکڑے

مرا ایک ایک مصرع بن گیا دلدوز ہے **حافظ**
کیے موزوں نئے پہلو سے میں نے تیر کے ٹکڑے

جب مدینے کی یاد آتی ہے
عشرت زیست بھول جاتی ہے

مجھکو غش میں پڑا جو پاتی ہی
بوے طیبہ صبا سُنگھاتی ہی

فرش سے تا بعرش جاتی ہی
جب کبھی آہ راہ پاتی ہی

کوئی نکلی نہ جیتے جی حسرت
حسرت آتی ہی جان جاتی ہی

خندۂ زخمِ دل میں کیا ہی کمی
نوکِ مژگاں جو گُدگُداتی ہی

فعل ناگفتہ بہ وہ میں نے کیے
نام لیتے بھی شرم آتی ہی

تیری صورت خدا کی صنعت کا
آشکارا پتا بتاتی ہی

آتی جاتی مدینے تک ای کاش
سانس جو روز آتی جاتی ہی

بنکے رحمت مری سیہ کاری
کالی بدلی سی چھائی جاتی ہی

عالم حشر کا ہی تو دولھا
اور عالم ترا براتی ہی

مال صدقے کیا زیارت کے
نقدِ جاں جو بچا زکاتی ہی

تم نے سینچی ہی آبِ رحمت سے
کھیتی امت کی لہلہاتی ہی

آمد آمد ہی رب کے پیارے کی
رحمت آتی ہی رحمت آتی ہی

ہوش جاتے ہیں بہرِ استقبال
شاہِ دیں کی سواری آتی ہی

کیوں مدینے کو لے نہیں چلتی
کیوں ہنسی ہیں صبا اوڑاتی ہی

کون کھائیگا غم ہمارے بعد
ہم کو یہ فکر کھاے جاتی ہی

ہر عرب کی سُنی سُنائی ہوی — جو سُنائی صبا سُنائی ہی
جیتے جی چھوٹنا نہیں ممکن — قیدِ ہستی مری حیاتی ہی
وہ بھی مخلوق ہی جو روضے تک — جاکے آتی ہی۔ آکے جاتی ہی
کچھ تو کہدے وہاں کا حال صبا — تو تو جالی میں آتی جاتی ہی
آہ تھم جا کہ رو رہا ہی دل — آگ پانی میں کیوں لگاتی ہی
تجھسے فریاد۔ تجھسے ہی فریاد — تیری فرقت مجھے ستاتی ہی
اپنے روضے ہی پر نہ بلوالو — تن سے آخر تو جان جاتی ہی
بیخودی اور کس کو میں جانوں — تو ہی کھوتی ہی تو ہی پاتی ہی

دے محبت! وہ دردِ حافظ کو
جسکو تو لا دوا بتاتی ہی

امید اگر رحم کی ہو قہر کا ڈر بھی — امید نہیں حشر میں ہو کوئی خطر بھی
بیزار تو ہیں میرے گناہوں سے وہ لیکن — رحمت کی نظر بھی ہی شفاعت کی نظر بھی
وہ خواب میں ہشیار ہیں غفلت میں ہوں بیخود — رکھتے ہیں مری بیخبری کی وہ خبر بھی
اتنی تو ہو طاقت کہ اوٹھیں ہاتھ ہلیں لب — لب پہ ہو دعا اور دعا میں ہو اثر بھی
بندوں کے گناہوں میں کمی جتنی ہو کم ہی — بندوں کی اگر شرم ہو اللہ کا ڈر بھی

ہاں تیرِ نگہ پھینکیے، میں سینہ سپر ہوں
سینے میں بڑے منھ کھولے ہے دل بھی جگر بھی

روضے کو چلے چھوڑ دیا گھر کو خدا پر
جب گھر سے چلے ہم تو چلا ہاتھ سے گھر بھی

رستے ہیں برے کچھ تو سمجھ میں پڑا ہوتا
کھنچے ترے دامن بھی ہیں، کھنچی ہے نظر بھی

اک تیرِ نظر پھینکیں وہ کس کس کی طرف کو
جب دل بھی جگر بھی یہ کیے ایک اُدھر بھی

پوچھا یہ صبا سے مری بے بال و پری نے
لائی ہے عرب سے کوئی اوڑتی سی خبر بھی

اک بار نظر آئی تھی جو خواب میں صورت
آنکھیں بھی اوسے ڈھونڈتی پھرتی ہیں نظر بھی

کس کس کو میں باندھوں جو کروں قصدِ زیارت
ہمت کی بھی ٹوٹی ہے کمر، میری کمر بھی

اب جاؤں مدینے کو میں کس طرح خدایا
رفتار کی طاقت بھی نہیں، زور بھی زر بھی

اب درد کا صدمہ نہیں اوٹھتا ہے خبر لے
ای بیخبری! تجھکو ہے کچھ میری خبر بھی

چُپ ہو رہے وہ۔ دیکھکے بیمار کی صورت
نظروں سے تو چھپتا نہیں اندازِ نظر بھی

اک عمر کا دُکھ وہ ہے۔ اگر کہنے کو بیٹھوں
کافی نہ ہو اک عمر تو کیا عمرِ دگر بھی

حافظ کہو جز بارِ گنہ ملکِ عدم کو
جاتے ہو لیے اور کوئی رختِ سفر بھی

بارِ الم تھا گراں۔ پشتِ دوتا ہو گئی
غم نے کیا ناتواں۔ روح فنا ہو گئی

ناخنِ تدبیر سے سہل ہوئیں مشکلیں
دل کی گرہ کھُلتے ہی عقدہ کشا ہو گئی

تھا فقط اتنا کلام روضے کو لیجا سلام
بادِ صبا یہ پیام سُنکے ہوا ہوگئی

نفس کے ادبار سے شامتِ کردار سے
تیرے خطاکار سے اب تو خطا ہوگئی

ڈر ہی نہ کر بیٹھے رب اپنی امانت طلب
روضۂ محبوب پر جان فدا ہوگئی

چال کے کشتے جو تھے ٹھوکروں سے جی اوٹھے
ایک قیامت وہ تھی اک یہ بپا ہوگئی

جن کی طرف دیکھتے ہوش خطا ہوتے تھے
انکی ذرا سی جھلک ہوش ربا ہوگئی

آئیں نگاہیں مری کس کی بلائیں لیے
میرے لیے ہر نگاہ تازہ بلا ہوگئی

آپ کے بیمار کا جینے سے دم تھا خفا
شکر ہے اب زندگی اوس سے خفا ہوگئی

نزع میں کام آگیا نام ہی محبوب کا
سنتے ہی یٰسٓ کو روح فدا ہوگئی

ہجر میں جب ہو وصال پوچھے یہ اونکا خیال
اب تو جدائی مری تجھسے جدا ہوگئی

میں سا ہوں یہاں تفتہ جاں میری خبر ہے وہاں
لو مرے دل لے مری آہ رسا ہوگئی

عاشقوں کے دم کی خیر درد و دوا میں ہے بیر
اوسکی قضا آگئی جس کی دوا ہوگئی

میری فنا و بقا فرض تھیں دو رکعتیں
ایک ادا ہوگئی ایک قضا ہوگئی

درد بھری ہے جو لَے درد کا افسانہ ہے
خامۂ حافظ کی نَے نغمہ سرا ہوگئی

تری حکمت آئے قیاس میں یہ قیاس محض خیال ہے

تری کُنہ آئے خیال میں یہ خیال ہی تو محال ہی
جو زبان قال کی لال ہی تو بیان صورتِ حال ہی

میں کسی کے در کا فقیر ہوں مری صورت آپ سوال ہی
اگر آئے خواب تو خواب میں کچھ امیدِ دیدِ جمال ہی

مگر اب خیال بھی خواب کا مجھے ایک خواب خیال ہی
ترے بینوا ے غریب کا یہ ترے فراق میں حال ہی

کسی روز صومِ سکوت ہی کسی روز صومِ وصال ہی
میں نثار جاؤں جو ہو خوشی تو نثار کر دوں میں جان بھی

مرا مال بھی کوئی چیز ہی مری چیز بھی کوئی مال ہی
مہِ عارض اور مہِ جبیں وہ چمکتے ابروِ دلنشیں

کوئی ناتمام کوئی تمام ہی کوئی اون میں ہلال ہی
مری بیخودی! میں خودی میں تھا وہ خودی گئی تو خدا ملا

مجھے تو نے مجھ سے جدا کیا وہ فراق تھا یہ وصال ہی
عجب انقلاب کا دور ہی عجب انقلاب ہی دور کا

ہی کمال جسکو زوال ہی - ہی زوال جس کو کمال ہی

اگر اعتبارِ عروج ہو مہِ نیم ماہ سے پوچھ لو

سرِ شام جس کو کمال ہی دمِ صبح اوس کو زوال ہی

مجھے مانگنے میں ہی اک مزہ۔ اوسی ڈیوڑھی پہ رہوں مانگتا

کوئی یہ سمجھکے خموش ہو کہ گدا کو خوفِ سوال ہی

جو خدا کے صدرِ امیں ہوے وہ یہاں کے صدر نشیں ہوے

نہ لگے نظر کہ سجی ہوی مرے دل میں بزمِ خیال ہی

وہ بلال بندۂ باوفا ہوے جب عتیق تو یوں کہا

میں غلام اوسکے غلام کا جو رسولِ پاک کی آل ہی

کوئی کچھ کہے میں سمجھ لیا۔ یہ خلاصہ روزِ حساب کا

کہ نعیم آنِ جمال ہی تو جحیم شانِ جلال ہی

نہ وصال میں مجھے چین تھا نہ قرار مجھکو فراق میں

میں وہ بدنصیب ہوں یا نبی مجھے ایک ماضی و حال ہی

نہ خدا کا نور ہی مصطفےٰ کہ فلک ہیں صدقے ملک فدا

ہیں پتنگے اوسکے سب انبیا وہی ایک شمعِ جمال ہی

وہ وحید و فرد ہیں مصطفےٰ کہ کوئی بھی خلق میں دوسرا

نہ شبیہ ہی نہ عدیل ہی نہ نظیر ہی نہ مثال ہی

مرے حال و قال کی فکر کیا۔ مرے قال و حال کا ذکر کیا

مرا قال صورتِ حال ہی مرا حال معنیٔ قال ہی

ترے ایک اشارے کی بھی ادا کہ مہِ کمال کو دو کیا

وہ کمال ماہِ کمال تھا۔ یہ کمال ردِّ کمال ہی

عربی ہو تم عجمی ہوں میں قرشی ہو تم حبشی ہوں میں

کج مج زباں کا کلامِ لغت ہی یا اذانِ بلال ہی

یہ وظیفہ ہی دلِ خستہ کا کہ ڈرے بلا سے مری بلا

جو نبی کے عشق کا داغ ہی وہ بلاؤں کے لیے ڈھال ہی

ہی فضول حافظ شکوہ سنج یہ دعا کی بے اثری کا رنج

نہ میرا اکلِ حلال ہی۔ نہ نصیب صدقِ مقال ہی

آپ دیں داغ الم کا۔ یہ خوشی کیا کم ہی
دارِ فانی میں یہی گو نجتی رہتی ہی صدا
کام کیا میری شبِ گور میں تاریکی کا
دلِ ویراں میں اندھیرے کے سوا کیا ہوتا

زخمِ دل کا یہی پھاہا ہی۔ یہی مرہم ہی
کہ خوشی کی ابھی نوبت تھی۔ ابھی ماتم ہی
دردِ دل کی ہی چمک۔ نور کا اک عالم ہی
غم کے داغوں کی ہی بہتات۔ یہی کیا کم ہی

دے نہ ایسا دلِ دیوانہ کسی کو بھی خدا
عیش ہی تلخ جسے۔ رنج سے جو خرم ہی

بزمِ عشرت کو سمجھتا ہوں میں خوابِ غفلت
ہی یہ وہ بزم کہ پل مارتے ہی برہم ہی

دل کے پردے سے جو دیکھا کہ چلا تیرِ نگاہ
بولی حسرت۔ اسے آنے دو کہ یہ محرم ہی

سینہ کوبی سے دھڑا دھڑ کی صدا ہی دل میں
حسرتِ مردہ کا شاید کہ یہاں ماتم ہی

ایک خم ہو تو ہی ممکن کہ نکل بھی آئے
دل گرفتارِ خمِ گیسوئے خم در خم ہی

ایک دم عشق کے غم سے نہیں جاتا خالی
لاکھ غم عشق میں ہیں۔ ایک ہمارا دم ہی

بے زری کس لیے منہ تکتی ہی زرداروں کا
میری کیا فکر ہی۔ میرا تو اکیلا دم ہی

ہی یہ تشبیہ بھی ناقص۔ میں کہوں کس منہ سے
عارضِ پاک ہیں گل اور عرق شبنم ہی

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر باطن
انبیا کا وہی خاتم ہی۔ وہی خاتم ہی

اب تو خورشیدِ قیامت ہی سوا نیزے پر
اس کڑی دھوپ میں بھی دامنِ تر پرنم ہی

ناطقہ بند ہی۔ کچھ کہہ نہیں سکتا حافظ
سامنے حضرتِ آسی کے غریب ابکم ہی

زخمِ دل! کیوں تجھے بھر جانے کا ڈر ہی۔ غم ہی
ناخنوں میں ہی مرے۔ جو اثرِ مرہم ہی

دمِ پیری۔ خمِ پیری ہی تو ہی میرے لیے
آپ کی تیغِ نگہ میں تو وہی دم خم ہی

دل تو دیدار و زیارت کا ہی بھوکا پیاسا
منہ سے کہتا ہوں کہ شوقِ حرم و زمزم ہی

آنکھ نے کوئی تصور سا نہ دیکھا نقاش
کوئی دم یاد سے تیری نہیں خالی جاتا
مبتدا اکُل جلیل ہی۔ خبر اوسکی لذیذ
جام گل کہ نہیں سکتا ہوں میں جام دل کو
ادھر آئے ہوئے دیکھا جو کوئی تیر نگاہ
خانۂ دل کا تو ہونے سے نہ ہونا اچھا
ہی بڑی بحث فضیلت کی بڑا ہی قصہ
پوچھتے پھرتے ہیں سب کس لیے اسم اعظم
کیوں کہا تھا کہ ترا دھیان رہے جان کے ساتھ
آہ کہتی ہی۔ بھرے جاؤگے مجھکو کب تک
خلوتِ دل میں اکیلے جو چھپے بیٹھے ہیں

آنکھ کے سامنے تصویر تری ہر دم ہی
کیوں نہ سمجھوں کہ غنیمت ہی جو میرا دم ہی
زخمِ نو زخمِ کہن کے لیے اک مرہم ہی
جام دل میں مےِ عشق تو جام جم ہی
دہنِ زخم پکارا کہ یہی مرہم ہی
جس میں ہنسنے سے خوشی غم کو۔ خوشی کو غم ہی
مختصر یہ ہی۔ جو اُتقٰے ہی وہی اکرم ہی
دل میں عظمت ہو تو ہر اسم ترا اعظم ہی
ہائے اب جان میں ہی جان نہ دم میں دم ہی
میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک مرے دم میں دم ہی
وہ تصور کو بھی کہتے ہیں کہ نا محرم ہی

فخرِ آدم کی ثنا خاک لکھیگا حافظ
ابنِ آدم ہی مگر ننگِ بنی آدم ہی

عشق کا اصرار دیکھا چاہیے
شوق کا اصرار دیکھا چاہیے

حسن کا دربار دیکھا چاہیے
جلوۂ دیدار دیکھا چاہیے

نسبت اوس کوچے سے کچھ رکھتا بھی ہی — مصر کا بازار دیکھا چاہیے

پھوٹی آنکھوں سے کہے جاتا ہی دل — انتظارِ یار دیکھا چاہیے

ترسیگا کب تک ترے دیدار کو — طالبِ دیدار دیکھا چاہیے

ہو نہ ہو کلفت نصیبوں کو نصیب — سایۂ دیوار دیکھا چاہیے

کیسی ہی جو حشر پر موقوف ہی — لذّتِ دیدار دیکھا چاہیے

کب بنیگا دیدۂ مشتاقِ دید — روزنِ دیوار دیکھا چاہیے

دل جگر لیکر کہ دم لیکر ٹلے — عشق کا آزار دیکھا چاہیے

صبح ہوتے تک نہ بچے بھی یا نہیں — ہجر کا بیمار دیکھا چاہیے

میں کہاں طیبہ کہاں۔ طاقت کہاں — کام ہی دشوار دیکھا چاہیے

دل مرا کب تک جلائے جائیگی — آہِ آتشبار دیکھا چاہیے

آنکھ کہتی ہی نہیں تابِ جمال — دل کو ہی اصرار دیکھا چاہیے

کون ہی جنسِ گنہ کا مشتری — حشر کا بازار دیکھا چاہیے

موت کا وعدہ تو پورا ہو چکا — وعدۂ دیدار دیکھا چاہیے

کیسے جلوے ہیں۔ دیکھنے والا ہی کون — طاقتِ دیدار دیکھا چاہیے

ہی بہی تیرِ نگہ کو اشتیاق — جا کے دل کے پار دیکھا چاہیے

اور کچھ دیکھو نہ دیکھو دل کا حال
حسرتِ دیدار دیکھا چاہیے

روزنِ دیوار کو تکتا ہوں میں
کب ہوں آنکھیں چار دیکھا چاہیے

محوِ دیدار آپ کا میں ہی نہیں
محو ہی دیدار دیکھا چاہیے

کوئی کہدے اول سے حافظ آپ کا
سخت ہی بیمار دیکھا چاہیے

دے دے کے تقاضے ہیں یہی جود و عطا کے
پھیلے رہیں آقا کی طرف ہاتھ گدا کے

بخشا کیے اک عمر طلبگار بقا کے
دیکھا تو چھپی نکلی وہ پردے میں فنا کے

ان میں ہیں غنی بھی۔ امرا بھی۔ وزرا بھی
جو بھیس میں رہتے ہیں تمھارے فقرا کے

دل سے صفتِ نقشِ قدم اوٹھ نہیں سکتے
بیٹھے ہوئے سکتے ترے نقشِ کفِ پا کے

نعلینِ مبارک کو میں آنکھوں سے لگالوں
بوسے لیے ہیں شوق سے انگلی کفِ پا کے

رحمت یہ پکاریگی کھڑی خلد کے در پر
آجائیں جو محبوب ہیں محبوبِ خدا کے

رحمت ہو تو ایسی ہو۔ عنایت ہو تو ایسی
ہم اہم غربا کے ہیں محب ہیں فقرا کے

ایمان ہمارا ہی خدا والے نبی پر
ہم بندۂ مومن ہیں نبی والے خدا کے

ہم تم کو نہ دیکھیں تو کسے دیکھنے جائیں
اک دیکھنے والے ہو تمھیں ذاتِ خدا کے

نیچے نہ ہوے کرسے کبھی ہاتھ دعا کے
نیچے ہیں عرش معلے سے دعائیں

ہو لیے! وہ ہمیں ہیں کہ بھلے بھی ہیں بُرے بھی
ہیں آپ کی امت میں۔ گنہگار خدا کے

رب ایک ہی، برحق ہی نبی، جاؤ نکیرین
گھیرا ہی عبث قبر میں تنہا مجھے پا کے

بندے جو خدا کے ہیں وہ بندے ہیں تمہارے
بندے جو تمہارے ہیں وہ بندے ہیں خدا کے

لیکر جو اُٹھے رحمتِ عالم کا وسیلہ
بوسے لیے رحمت نے مرے دستِ دعا کے

قبضے میں یداللہ کے صمصامِ خدا ہی
صمصامِ خدا بھیس میں ہی شیرِ خدا کے

دوچار بلاؤں کو کریں روز گرفتار
وہ چار جو ہوں ہمسے گرفتار بلا کے

جذبہ جنھیں کھینچے لیے جاتا ہی عرب کو
سالک وہی مجذوب ہیں راہ خدا کے

سننے کو تو تم دور سے بھی سنتے ہو لیکن
دوری میں جو گزری ہی سنو پاس بلا کے

مکّے میں جو مرتا تو حیاتِ ابدی تھی
جینا جو پھر آیا وہ پھر اُٹھ گھر سے خدا کے

تسلیم کیا کرتے ہیں تیری ہی رضا کو
بندے ترے۔ بندے تری تسلیم و رضا کے

عشاق کے جینے کا سہارا تو بنا دو
دل ہم کو دیا، جان ہی قبضے میں خدا کے

وہ آپ کی ایڑی کا ہی اک نقشِ مبارک
ہیں شمس و قمر جسکے اڑائے ہوئے خاکے

محشر میں یہی ہاتھ ہوں۔ دامانِ نبی ہاتھ
مانگا کرو حافظ یہ دعا ہاتھ اوٹھا کے

نعت کا لطف کسی شعر میں پیدا ہو جائے
مغفرت کے لیے کوئی تو بہانہ ہو جائے

چاکِ دل، چاکِ جگر، کوئی تو پیدا ہو جائے — کہ مرنے کی ہوا کے لیے رستا ہو جائے

تنِ بسمل میں ذرا دیر ٹھہر جا اے روح — کہ تڑپنے کا ذرا حوصلہ پورا ہو جائے

سامنے میری خودی کے وہ نہیں آ سکتے — بیخودی! تو اگر آ جائے تو پردہ ہو جائے

درد کو دل سے سمجھتا ہوں میں ایسا اچھا — دل میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو اچھا ہو جائے

آج کھینچی ہے تصور نے وہ طرفہ تصویر — کہ نظر پڑتے ہی محبوب کا دھوکا ہو جائے

کیا مزیدار ترا درد ہے میٹھا میٹھا — تلخکاموں کو نہ کس طرح گوارا ہو جائے

شبہہ دیدار میں، شک وعدہ فردا میں نہیں — دل ہے بیتاب۔ کہیں آج ہی فردا ہو جائے

ہو سکے کون کہے۔ گر تماشا ہے کوئی — بسملِ خنجرِ تسلیم نہ ٹھنڈا ہو جائے

دامنِ تر کی پلیدی سے میں گھنیاتا ہوں — چار آنسو جو بہیں، پاک یہ قصہ ہو جائے

آپ اگر اپنی نبوت کی شہادت چاہیں — سنگریزہ ہو کہ حیوان ہو گویا ہو جائے

بزمِ کثرت میں نظر آتی ہے شانِ وحدت — قطرہ قطرہ ہو مگر جمع تو دریا ہو جائے

ملکے اپنے سے تو رہیے صفتِ شیر و شکر — اور بیگانے سے یوں ملیے کہ اپنا ہو جائے

بار بھی جس رات ہے، آہ ہے بنی کی دمِ صبح — رات کٹ جائے کہیں، نور کا تڑکا ہو جائے

ضبط کرتا ہوں تو آتا ہے کلیجا منھ کو — آہ کھینچوں تو خدا جانے ابھی کیا ہو جائے

خاکِ در کو بھی تو چھوتے ہوئے ڈرتا ہوں میں — کہیں تیور ترے دربان کا نہ میلا ہو جائے

او نکا قیدی وہی اچھا ہی جو آزاد نہ ہو
او نکا بیمار بُرا وہ ہی جو اچھا ہو جاے

نور تھا میرے ہی سرکار کا پیشانی میں
ورنہ یوں حضرتِ آدم انھیں سجدہ ہو جاے

غضب اوسپر ہو خدا کا جو غضب سے ڈرے
رحمت اوسپر جسے رحمت کا بھروسا ہو جاے

دل میں دیکھا جو محبت کو تو سر نے نہ کہا
میری تقدیر سے ای کاش یہ سودا ہو جاے

خامشی کہتی ہی اب چپ بھی رہو ای **حافظ**
نطق کہتا ہی کہ ایسا نہ ہو چرچا ہو جاے

آپ تک بات کی کس روز رسائی نہ ہوی
سب سی جتنی کہی ناشنوائی نہ ہوی

سر جو اوس در سے رہا دور وہ کس مصرف کا
جان کس کام کی ہی جو اونکی فدائی نہ ہوی

آہ جب تک رہی دل میں نہ کھُلا راز مرا
بات جو منھ سے نہ نکلی وہ پرائی نہ ہوی

رشک سا رشک ہی پروانہ و شمع و گل پر
بزمِ سرکار میں کس کس کی رسائی نہ ہوی

تھی ہمارے لیے دنیا بھی عجب دارِ معاش
کہ معاصی کے سوا کوئی کمائی نہ ہوی

سرِ شوریدہ کو چھوڑینگے کہاں لیجا کر
سنگِ در پر جو ترے ناصیہ سائی نہ ہوی

نہ سعی کوئی رہِ عشق بنی میں ساتھی
ہی خدا ساتھ، نہ ہو ساری خدائی نہ ہوی

آپ کے نور کی تعریف یہی کیا کم ہی
کہ بغیر اوسکے نمودار خدائی نہ ہوی

یدِ بیضا تو ملا حضرتِ موسے کو ضرور
آپ کی طرح تو مٹھی میں خدائی نہ ہوی

منت بھی ایسی فقیری تو ہی بھنگی ہم کو
کہ میسر درِ دولت کی گدائی نہ ہوئی

ہوگیا مجھسے جدا روضہ جدا صبر جدا
نہ ہوئی ایک جدا تیری جدائی نہ ہوئی

سنگریزے بھی ہیں کانٹے بھی رہِ طیبہ میں
وائے حسرت اگر اک آبلہ پائی نہ ہوئی

قصۂ درد سنانے کا مزہ کیا ہی اگر
تلخ کامی نہ ہوئی۔ تلخ نوائی نہ ہوئی

خاکِ در جو مری قسمت کی بھتی میں لے آیا
مفت برباد مری ناصیہ سائی نہ ہوئی

شعر کہنے کو یوہیں بیٹھ گئے تم حافظ
سہل سی بات ہوئی۔ مدح سرائی نہ ہوئی

۲۷ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ سالانہ جلسہ انجمن نعمانیہ لاہور کے موقع پر

ہمارے ٹوٹے دل میں خستہ جانی کی ہی مہمانی
مسلّم ہی تو بے سامانیوں کو میر سامانی

بڑھاپے نے بھلایا، جو پڑھا لکھا تھا بچپن میں
کتابیں یا د تھیں جتنی، ہیں نذرِ طاقِ نسیانی

یہ مانا کھلتی ہیں کلیاں، یہ مانا پھول ہنستے ہیں
مگر کب تک رہینگے آپ محوِ سیرِ بستانی

چمن کی سیر کرلی، اب ہمارے زخمِ دل دیکھو
وہ تھی پھولوں کی کثرت، یہ ہی داغوں کی فراوانی

الٰہی! مجھکو حیرت ہے کہ آخر منھ تکوں کس کا
خدا جانے نکل بھاگی کہاں جمعیتِ خاطر

نظر آتا ہے اب آئینے میں بھی روئے حیرانی
دل مضطر میں خاطر جمع بیٹھی ہے پریشانی

سنا کر ایک مطلع کر دیا مشتاق اے حافظ
سنا دو مطلعِ ثانی مگر مطلع ہو لاثانی

نہ پائیں ہم سے ننگے اور پیاسے بوند بھر پانی
فلک پھرتا رہے بادل کی اوڑھے خشک بارانی

غذا کیسی، نمک بھی ہضم ہم کو ہو نہیں سکتا
نمک بھی وہ نمک، سب جسکو کہتے ہیں سلیمانی

لہو کی بچتیں ہی دو چار بوندیں دل میں دیکر
کہاں سے روزمرّہ کیجیے فاقے کی مہمانی

بدن کے ڈھانکنے کو چیتھڑے بھی اب نہیں ملتے
پھٹے حالوں نظر آتی ہے مفلوکوں کی عریانی

وہ آبادی عدم میں جا بسی گھر چھوڑ کر اپنا
جس آبادی کو گھر گھر ڈھونڈتی ہے خانہ ویرانی

جہاں کا آب و دانہ چھٹتا ہے کوئی جاتا ہے
یہاں کیوں قحط آیا ہے نہ ہے دانہ نہ ہے پانی

ادھر غلّے کی ارزانی گئی ہاتھوں گرانی کے
ادھر تعریف عریانی [illegible] ہے ارزانی

اگر انصاف کی میزان میں تو لو تو کھل جائے
کہ غلّے کی گرانی سے وبا وہ ہے گرانجانی

ادھر تن پیٹ ننگے بھوکے ہیں کپڑا نہ روٹی ہے
ادھر بے مائگی کے ہاتھ ٹھہری بے سامانی

تہیدستی کا پنجہ، تنگدستی کا شکنجہ ہے
ادھر تکلیفِ جسمانی، ادھر ایذائے روحانی

ہوس ہے خشک سالی میں کوئی پوری تو کیونکر ہو
ادھر ذوقِ شکم سیری، ادھر شوقِ تن آسانی

تلاطم میں پڑا ہی ایک عالم خشک سالی سے
تلاطم نے کیا ہی عمر کی کشتی کو طوفانی

بھری محفل ہنسیگی کیا کروں کچھ کہہ نہیں سکتا
کہ دل میں گدگداتا ہی بہت رنگِ غزلخوانی

غزل

جو پیشانی کی قسمت میں لکھی ہیں ٹھوکریں کھانی
وہی در ہو وہیں کی ٹھوکریں ہوں میری پیشانی

کسیکے حسنِ حیرت خیز کا جلوہ ہی کچھ، ورنہ
مرا منھ تھا کہ جو دیکھے مجھے، ہو اوسکو حیرانی

سنا ہوگا۔ کہانی سنتے سنتے نیند آتی ہی
کہانی میری جو سن لے اوسے مشکل ہی نیند آنی

سحر تک شام سے ہی انتظارِ خواب آنکھوں کو
کھلے دروازے ہیں دونو مگر مشکل ہی نیند آنی

کدھر سے خواب آنے پائے، پہرے پہ ہی بیخوابی
مری آنکھوں نے دی ہی اوسکو اپنے گھر کی دربانی

گلی کوچوں میں پھرتے پھرتے چھلنی ہو گئے تلوے
غبارِ راہ مولے کے لیے خاک اسقدر چھانی

دلِ مضطر ادب کا پاس رکھنا، ہوش میں رہنا
بگڑنے کی نہیں ٹھہری، مچلنے کی نہیں ٹھانی

ہمارا امر گریباں سے ہمارے دور بھی کچھ تھا
اگر اپنے کیے پر دل میں آجاتی پشیمانی

کرو کچھ اور باتیں، اپنا دکھڑا چھوڑ کر **حافظ**
نہ کرنا انجمن میں فاش دل کا رازِ پنہانی

ضعیفوں کو مقدر کھینچ کر لاہور میں لایا
یہاں کا دانہ پانی تھا، یہاں کی تھی ہو کھانی

میں اک گمنام ہوں لیکن یہ ہی نام و نشاں میرا / خلیل الدین حسن حافظ تخلص فضلِ رحمانی

پیا ہی میں نے جامِ قادری ہوں قادری مشرب / غلامِ عبد قادر شیخ محی الدین جیلانی

مجھے آیا تو کیا، بدنام کرنا نیک ناموں کا / میں صدیقی نسب ہیں معنی میں اصلاً ہوں صفاہانی

جو میرا فخر جدِ امجد ہی وہ صدیقِ اکبر ہی / وہ جسکی افضلیّت پر ہیں شاہد نصِّ قرآنی

وہ جسکا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ مغا ہی / وہ ثانی جو صحابہ میں ہی اول اور لاثانی

مرا جد عبدِ رحمٰن حضرتِ صدیقہ کا بھائی / وہ عبدِ خاصِ رحمٰن اور میں ہوں عبدِ رحمانی

مرا استاد ممتاز محقق تھا خدا بخشے / کہ جسکا آج ملکِ ہند میں پیدا نہیں ثانی

نہیں یہ فخر عزت، یہ بیانِ نعمتِ رب ہی / بیانِ نعمتِ رب پر ہی ناطق نصِّ قرآنی

کمالِ بیکمالی باکمالوں پر کروں ظاہر / اگر پردہ نہ کھل جائے، نہ آئے شرمِ عریانی

زبانِ ناطقہ ہلتی نہیں یہ رعب چھایا ہی / لگا کر مُہر ہونٹوں پر، ہوئی ہی بند لسّانی

الٰہی ہمسے نااہلوں سے اہلوں کی یہ اہلیت / خدایا ہمسے ناکاروں کو ایسا فخرِ ہمدانی

وطن سے بڑھکے پہنچائی ہی راحت ہم غریبوں کو / کہ ہیں اہلِ کرم اہلِ ہمم اس بزم کے بانی

اونہیں کا گیت گاتا ہوں میں عزت جنکی کھاتا ہوں / غذا کھاتا ہوں جسمانی، کھلاتا ہوں میں روحانی

بہت لی داد، کچھ خدمت بھی دو انجام ای حافظ / کہ آخر انجمن کے بھی تو کام آئے سخندانی

خدا کی حمد لکھنا، ہی محالِ تابِ لسانی

نبی کی مدح کرسکتا، نہیں ممکن کو امکانی

نبی کو جس نے حق مانا، خدا کو اوسنے پہچانا
نہ کی قدر نبی جس نے، خدا کی قدر کیا جانی

خدا نے آپ کی موقوف تصدیقِ رسالت پہ
خدا جوئی، خدا گوئی، خدا دانی، خدا خوانی

رسالت کی عقیدت ہی محبت چار یاروں کی
ہیں چاروں جانشینِ حضرتِ محبوبِ یزدانی

خلافت جسکو کہتے ہیں، نیابت ہی نبوت کی
خلافت کا ہی منکر، منکرِ آیاتِ قرآنی

مودت جنکی ہی مذکورِ قرآں، ہیں ذوی القربےٰ
محبت اہل بیتِ پاک کی ہی جزوِ ایمانی

نبوت حق، خلافت حق، ولایت حق، کرامت حق
یہی ہی جادہ سنت یہی ہی راہِ حقانی

تہتر فرقوں میں ناجی ہی فرقہ اہلِ سنت کا
جو حقانی ہی، یزدانی ہی، ربانی ہی، رحمانی

سمجھ لو اہلِ سنت میں ہیں حق چار ہی مذہب
شوافع، حنبلی ہیں، مالکی ہیں اور نعمانی

مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک، بزمِ نعمانی
کروں کس منھ سے اس بزمِ مبارک کی ثنا خوانی

الگ اسے قیدیوں سے ہی، بری بدمذہبی سے ہی
مسمےٰ انجمن، ہی اسکا سچا نام نعمانی

خبردار، وا خبر بھی ہی، خبر نے جو خبر دی ہی
کہ زنداں ہی یہ دنیا اور ہر مومن ہی زندانی

نہ ہو گئے جمع دونوں، قیدِ مذہب اور بے قیدی
وہ آزادی نہ ڈھونڈو جو اوٹھا دے قیدِ ایمانی

نہ آزادی میں پابندی، نہ پابندی میں آزادی
نہ نادانی میں دانائی، نہ دانائی میں نادانی

بھگت لو قیدِ دنیا کی کہ دنیا چند روزہ ہے
لگی ہے قید یوں کے ساتھ اک قیدِ مشقت بھی
تمہارے ساتھ بھی قیدیں ہیں لیکن بے مشقت ہیں
مشقت ہے تو کس دن کی، مصیبت ہے تو کس دن کی
تمہارا دین سب دینوں سے پاکیزہ ہے، ستھرا ہے
تمہاری طاقتوں کا کر لیا ہے پہلے اندازہ
حرج رکھا نہ اندھے لنگڑے لولے پر اپاہج پر
تسلی امت کو بھی مژدہ ملا الدین یسر کا
علومِ مغربی سے دین کی پڑتال کیا معنی
حیا اوڑھے ہوئے پھرتی ہے چادر بے حیائی کی
وہ احمق ہیں گدھے ہیں موتتے ہیں جو کھڑے ہو کر
جو خالص دین کا ہو کام، ناکامی ہو چندے میں
الٰہی! درد والا دل عطا کر اپنے بندوں کو
اعانت پر کمر بستہ ہیں فضلِ حق تعالیٰ سے
شریکِ بزم کچھ بے مایہ ہیں، قطرے برابر ہیں

پھر اس کی عمر کا چھوٹا سا حصہ عمرِ انسانی
مگر کرنے سے ہو جاتی ہے مشکل کی آسانی
تم اس عالم میں ہو آزاد، اس عالم میں زندانی
یہاں کس دن کو آئے ہو، یہ ہے کس دن کی مہمانی
تمہارے دین میں یکسر ہے آسانی ہی آسانی
تمہارے دین نے جائز نہیں رکھی ہے رہبانی
یہ ہے ارشادِ قرآنی، یہ ہے احسانِ رحمانی
سرے سے ہے تمہارے دین ہی کا نام آسانی
جسے سمجھے ہو دانائی، وہی ہے عین نادانی
مسلمانوں کو اب ہے فخر، وضعِ نامسلمانی
نہیں تہذیبِ انسانی، یہ ہے ترکیبِ حیوانی
رہے کثرت کی قلت اور قلت کی فراوانی
کہ ہمدردی ہو ان میں مذہبی ہو یا ہو انسانی
عنایت کی ہے جن کو حق نے دولت کی فراوانی
کہ ہیں بے مایگی کی شرم سے قطرے صفت پانی

یہ قطرے بے حقیقت ہیں، حقیقت میں یہ ہیں دریا دل
ٹپکتی ہے انھیں قطروں کے منھ سے شانِ عمانی

یہ اک اک بوند بھی دینگے تو اک دریا بہا دینگے
یہ قطرے متفق ہو کر بنینگے بحر کو پانی

ہے نص لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا قطعی
جو شے محبوب ہو، کردو نیازِ بزمِ نعمانی

قلم سے یا قدم سے یا کرم سے یا درم سے ہو
مدد اس انجمن کی ہو جسے جس میں ہو آسانی

نہ مانو مغویوں کی جو بنے ہیں قوم کے ہادی
کرینگے خاک منڈی بھیڑیے گلے کی چوپانی

عبث کی یاوہ گوئی اور خود رسوا ہوئے حافظ
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

خمسہ بر اشعار فارسی طرزی ہاپوڑی

اَیُّهَا الْقَوْمُ قومِ غفلت کار
سُن تو چڑیوں کے زمزمے اک بار

صبح سے کیا پڑی ہے چیخ پکار
باش اے بیخبر دمے ہشیار

مستِ خوابی و عالمے بیدار

بے سر و ساماں، نہ فکرِ زادِ سبیل
ڈال رکھی ہے تونے کیسی ڈھیل

تونے تاخیر، سب نے کی تعجیل
ہمرہاں کو فتند کوس رحیل

رہرواں آمدند در رفتار

اہل محفل کہاں، کہاں محفل ۔ بند ھگئے رخت، کس گئے محمل
تونے کروٹ نہ بدلی او غافل ۔ خیز تا بنگری کزیں منزل

کارواں رفت و کارواں سالار

تو نہتا ہے، تیری گھات میں چور ۔ ہر قدم پر ہے ڈاکوؤں کا زور
جھاڑ جھنکاڑ خاک دھول جھکور ۔ دشت پر ہول و راہ پر شر و شور

پائے بے کفش و جادہ نشتر زار

شکل چھٹ کر تجھے پسند آئی ۔ کس چمک چاندنی چمکو کی
چھوڑ کر حسن شاہد ازلی ۔ بستۂ دل بشاہد گیتی

کہ بود دلفریب و جاں آزار

نہیں آتی اسنے حیا ہرگز ۔ نہیں ممکن کرے حیا ہرگز
نہ لجائے یہ بیحیا ہرگز ۔ نکند از کسے حیا ہرگز

نکند با کسے وفا زنہار

اسکا دنیا ہے نام، ہے یہ دنی ۔ شب کی شب بود و باش ہے تیری
کیا کریگا یہاں لگا کر جی ۔ شب بمہانسرائے، دل چہ نہی

صبح باید گزاشتن ناچار

دیکھتا کیا ہی سبزِ باغِ جہاں
جس میں گل خار ہی، بہارِ خزاں

تجھکو کیا خاک پھل ملیگا یہاں
بر نخورد دست کس ازیں بستاں

گل نچید دست کس ازیں گلزار

تجھکو کیا فکر، تجھکو کیا پروا
کون بھوکا ہی، کون ہی ننگا

کون بے باپ ماں کا ہی بچّہ
بس شکستی دلِ یتیماں را

کہ کند آہ شاں زعرش گزار

نہ گیا سر سے عمر بھر سرِ رقص
لے گیا گھر سے ناچ گھر سرِ رقص

دیکھ سر پہ اجل ہی بر سرِ رقص
عمر کوتاہ وچوں شرر سرِ رقص

مرگ نزدیک و برگنہ اصرار

اب کہاں وہ شراب وجام و سبو
تو جدھر جائے سب کریں تھو تھو

دے رہا ہی خدا کو دھوکا تو
وقتِ آوردہ بمسجد رو

کہ شدی راندہ از درِ خمّار

شرع کے نام سے ہی تجھکو گریز
ناصحوں سے بجائے صلح ستیز

مادہ سرکشی کا اتنا تیز
لذ منا ہی نمیکنی پرہیز

بر معاصی ہمیکنی اصرار

جان لے یہ کہ جان ہی جانی　　مان لے یہ کہ موت ہی آنی
در دلت نگر زد پشیمانی　　سخت غفلت ہی سخت نادانی

از لبت بر نیاید استغفار

ہر کسی دل میں خوفِ روزِ جزا　　ہر کسیکو لحاظ دنیا کا
شرمے اکنوں ز مردمِ دنیا　　تو کہاں کا نڈر ہوا پیدا

خوفے آخر ز ایزدِ قہار

کجروی چھوڑ سیدھے رستے چل　　ہاں نکل، بندِ معصیت سے نکل
نتواں رفت راہِ حسنِ عمل　　سچے دل سے کر اعتقاد اول

جز بتوفیقِ حضرت دادار

کہ حج و روزہ و زکوٰۃ و سجود　　چاہیے وردِ لب سلام و درود
نتواں دید منزلِ مقصود　　بے درودِ شریف ہی بے سود

جز بتائیدِ سیّدِ ابرار

بندہ مولے کا، بندوں کا مولے　　کون سیّد، وہ سیّدِ دوسرا

شانِ رحمت کا جسکے سر سہرا شافعِ عاصیاں بروزِ جزا

ساقیِ کوثر احمدِ مختار

ای سلامی ترے ہیں برگ و شجر تجھسے برگِ شجر میں ہیں گلِ تر

گلِ تر میں ترے کرم سے ثمر اے ز جودت جہاں چو کانِ گہر

دے ز لطفت زمیں چو باغ و بہار

حافظِ بے زر، آپ کا سائلِ در اک دلِ مضطر، ایک دیدہ تر

عرض کرتا ہی، کر کے نذرِ نظر ایں منم دردمندِ خستہ جگر

ایں منم مستمندِ سینہ فگار

کاہشِ مفلسی، نہ خواہشِ گنج ہی تو ردّ و قبول کا شش و پنج

نظم کے پردے میں ہی زمزمہ سنج قسمتم نیست زیں جہاں جز رنج

حاصلم نیست زیں چمن جز خار

کھینچے جاتی ہی طولِ بیماری مجھسے یہ سختی اب نہیں کھنچتی

آس ہی تیری دستگیری کی کارِ مِ امروز انہ بست از دی

حالم امسال بدتر ست از پار

۲۲ - ربیع الاول ۱۳۷۲ھ عرس شریف کے موقع پر

اے دوائے دردِ پنہاں المدد بخیہ سازِ سینہ چاکاں المدد
غوثِ عالم قطبِ دوراں المدد المدد محبوبِ یزداں المدد

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد
المدد ہاں المدد ہاں المدد۔

ہم جو تیرے پاس لیکر آئے ہیں خطرہ و وسواس لیکر آئے ہیں
ٹوٹی پھوٹی آس لیکر آئے ہیں دل میں کچھ کچھ یاس لیکر آئے ہیں

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد
المدد ہاں المدد ہاں المدد

میں ہوں اک محتاج، تم حاجت روا رہ نہ جائے دل میں دل کا مدعا
تم غنی ہو، تم غنی گر، میں گدا جاؤں کس کے پاس لیکر التجا

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

نفس نے ڈالا ہے نیّت میں فساد   داد اس بیداد کی دو، داد داد
کس کے گھر جائے تمھارا خانہ زاد   ہاں اسی در سے بر آئیگی مراد

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

ضعف زوروں پر، قوائے ہیں مضمحل   ہوں خمیرِ آب و گل ہیں پا بگل
میرے کھوٹے دل میں غش ہے اور غلِ   دل سے بھی ہوں تنگ، خود بھی تنگدل

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

اُف مری بیدست وپائی الاماں   اور مجھسے ہاتھاپائی الاماں
فوجِ غم کی یہ چڑھائی الاماں   الاماں تیری دوہائی الاماں

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

تیرے ہوتے حق نخانے کے ولی   تیرے بیکس کو دبائے بیکسی
تنگ کب تک آ گئے جینے سے نجی   المدد یا سیدی یا مرشدی

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

کیوں کہا تھا مٹ بھی جاؤ شر مٹے　　کرلیا کہنا ترا تجھپر مٹے

جیتے جی خود مر گئے مرکے مٹے　　مرتے مرتے مرنے والے مر مٹے

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

اب تو یہ گھونگھٹ تمھارا ہی غضب　　دیکھنے والوں سے چھپنا ہی غضب

اپنے مشتاقوں سے پردہ ہی غضب　　پردہ سا پردہ غضب سا ہی غضب

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

آج اک مجمع ہی خلق اللہ کا　　اپنی اپنی لائے ہیں سب التجا

ان میں اک حافظ گدائے بینوا　　دست بستہ عرض کرتا ہی کھڑا

المدد یا فضلِ رحمٰں المدد

المدد ہاں المدد ہاں المدد

خمسہ مقطع شہیدی با دنٰے تصرف

اک مجھی پر نہیں کرتے وہ توجہ کی نظر
دل یہ کہتا ہی شہیدی سے اجازت لیکر
اوسکے مقطع میں تو ادنٰے سا تصرف یوں کر
عام ہیں اونکے تو الطاف شہیدی سب پر
مجھ سے کیا ضد تھی اگر میں کسی قابل ہوتا

قطعہ

عید ہی عید سعید۔ مبارک
عید میں لطف دید مبارک
اور یہ گفت و شنید مبارک
عید مبارک، عید مبارک

رقعہ تقریب شادی کدخدائی فرزند خواجہ عبدالعزیز خواجہ امرتسری

حمد رب اور مدح خیر انام
صد تحیات و صد درود و سلام
اب ہی عبدالعزیز بے سروپا
نام کا خواجہ، آپ کا بندہ

عرض پرداز خدمتِ مخدوم	گوش زد ساز حضرتِ مخدوم
بندہ زادہ جو ہی امیرالدین	خوش روش خوش خصال خوش آئین
اوسکی تقریبِ کدخدائی ہی	اوسکی شادی کی ساعت آئی ہی
ہلی ذی حجہ کی مقرر ہی	عید کی سی خوشی مرے گھر ہی
التجا ہی کہ کیجیے تکلیف	کرکے تکلیف لائیے تشریف
اور کرکے قبول نان ونمک	رکھیے منت پذیر مدت تک

رد نہ ہو عرضِ خادم الخدام
السلام السلام خیر ختام

قطعہ تاریخ تالیف خصائص خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مولفہ مولوی حسام الدین احمد ڈپٹی کلکٹر بہادر رئیس سہراوہ

حسام الدین احمد بہائی کیا خوب	کیے ہیں جمع حالاتِ خصائص

خصائص کے یہ ہیں ستر مصابیح	لقب زیبا ہی مشکوٰۃِ خصائص
ہوے اُردو زباں میں نور افشاں	حبیبِ حق کے لمعاتِ خصائص
مآخذ مستند ہیں معتمد ہیں	کھُلے کرتے ہیں اثباتِ خصائص
ضعیف ان میں نہیں کوئی روایت	قوی ہیں سب روایاتِ خصائص
عیاں ہی فضلِ رحمٰں ۔ فضلِ باری	ہیں رحمت ریز رشحاتِ خصائص
سکندر لیکے منھ اپنا سا رہجاے	اگر دیکھے یہ مرآتِ خصائص
چلے اوڈھکر۔ اُڑا لے کو فلاک پر	پھریرے اپنے رایاتِ خصائص

خصائص کے اوڑے نفحات حافظ
کہو تاریخ نفحاتِ خصائص
۱۳ ھ ۳۰

تاریخِ وفاتِ میر عبد اللہ رئیس موضع سائر پرگنہ بیسل پور ضلع پیلی بھیت

جب ہوا سید خدا آگاہ	عازمِ باغِ خلد طاب ثراہ
حور و غلماں یہ مانگتے تھے دعا	جَعَلَ اللّٰہُ جَنَّۃً مثوٰاہ

درِ فردوس پر کھڑا رضواں	ہو کے مشتاق دیکھتا تھا راہ
آئی آنکھوں میں خلد کی ٹھنڈک	پڑ گئی روح پاک پر جو نگاہ
کلکِ حافظ نے یوں لکھی تاریخ	قرۂ خلد میر عبد اللہ
	۱۳۳۱ھ

ایضاً

منگل اٹھائیسویں شوال کو	میر صاحب نے کیا جب عزمِ خلد
مصرعِ تاریخ حافظ کو ملا	میر عبد اللہ نورِ بزمِ خلد

تاریخ وفات دختر کلاں قاضی زکی الدین زکی مرحوم

ہاجرہ خاتون کو واحسرتا	آگئی ناگاہ جوانی میں موت
کہدیا حافظ نے سر آہ سے	ہاجرہ خاتونِ جواں سال فوت
	۱۳۳۱ھ

تاریخِ ولادت پسر مولوی غلام احمد اخگر امرتسری

میرے مونس۔ رفیق۔ ہمدم
وہ کون۔ غلامِ احمد اخگر
خالق نے دیا ہی اُن کو فرزند
ماں باپ کے سایے میں وہ پل کر

میرے مخلص۔ مرے مکرم
عالم۔ صوفی۔ مجاہد۔ اکرم
کتنا ہی کروں میں شکر۔ ہی کم
دارین میں ہو سعید و خرم

تاریخی نام سے تجسس
حافظ کو ملا غلامِ اکرم
۱۳ ھ ۳۲

قطعۂ تاریخ

مصلح الدین مبارک ہو تمھیں
خانہ آبادیِ عبدالقاضی

عددِ سال ہی پورا حافظ
عددِ شادیِ عبدالقاضی
۱۳ ھ ۳۳

تقریظ و تاریخ

لکھی نعت سجاد نے واہ خوب
یہ تدبیرِ خوشنودیِ کردگار
کیا خوب اعمالنامہ درست
مضامین اچھے ہیں مطلب نفیس
کہیں وصل ہے ہائے کہیں ہے فراق
محبت بھری نظم سُن لے اگر
فرشتے کہیں سُن کے صلِّ علےٰ
مزے لیکے یوں کہتے ہیں اہلِ دل
کہاں میں کہاں نکتہ فہمی کا حق
سخنداں تو کیا دینگے دادِ سخن

نکالی شفاعت کی یہ راہ خوب
ہے واللہ خوب اور باللہ خوب
لیا ساتھ یہ توشۂ راہ خوب
نظائر ہیں خوب اور اشباہ خوب
کہیں واہ اچھی، کہیں آہ خوب
تو بیساختہ دل کہے واہ خوب
کہیں انس و جن مرحبا واہ خوب
بہت خوب یہ نظم دلخواہ خوب
یہ سمجھیگا مردِ حق آگاہ خوب
صلہ نعت کا دیگا اللہ خوب

لکھا مصرعِ سال حافظ نے یوں
لکھی نعت سجاد نے واہ خوب
۱۳ ھ ۳۳

تواریخ وفات میر محمد حسن قمر اکبر آبادی سنہ ۱۳۰۳ھ

عاشور بود کہ بعاشور کردہ اند — در گور جائے میر محمد حسن قمر
حافظ نوشت بر سر گورش برائے سال — ہجران سرائے میر محمد حسن قمر

ہر کہ در عقد ثریا نگرد — داندش درج گہر درج شرف
حافظ از بہر این گور رسد — خواندش برج قمر برج شرف

مرض دق سے بہت دق تھے قمر — قبر میں جا کے پڑی چین سے کل
کندہ کر دست بجیبے حافظ! تاریخ — قبر یہ قبر قمر سیش محل

تواریخ ولادت فرزند خادم حسین خلف حضرت شاہ جماعت علی صاحب علی پوری ۱۳۲۳ھ

خدا نے کیا ہی عطا نور عین — جماعت علی شاہ کے دل کا چین
یہ ماں کے لیے دل کی تسکین ہی — یہ ہی قوت جان خادم حسین
جو حافظ سے تاریخ پوچھی گئی — کہا قوت جان خادم حسین

عطا چراغ ہوا وہ کہ دیر تک روشن — رہیگا شاہ جماعت علی کا نام بلند
یہ دو ہیں سال ولادت کے یاد دے حافظ — چراغ بزم عطا و چراغ بام بلند

مبارک مرشد کامل کو پوتا — ہی بیٹے سے بھی پیارا دل کو پوتا
ہی تاریخ مبارکباد حافظ — مبارک مرشد کامل کو پوتا

رباعیات

گوہر کو کرے جمع، یہ جوہر ہی تو کیا
جب نفس غنی نہیں، تونگر ہو تو کیا
جب جود نہیں، کرم نہیں، فیض نہیں
مٹھی میں جو غنچے کی طرح زر ہی تو کیا

دنیا کا الم جدا ترا غم ہی جدا
آدم ہی جدا عشق کا آدم ہی جدا
عالم میں رہے اور کرے دعویٰ عشق
عالم ہی جدا عشق کا عالم ہی جدا

جرّاح! زمانے سے مرا غم ہی جدا
ہی کیف مرے غم کا جدا اکثر ہی جدا
دل پر جو پڑی ہی چوٹ تو کیا جانے
یہ زخم جدا ہی اسکا مرہم ہی جدا

مرکر بھی شہید عشق مردہ نہ ہوا
رونق میں تغیر کوئی پیدا نہ ہوا
تربت میں منوں خاک بھری تھی لیکن
رویاں بھی کفن کا کوئی میلا نہ ہوا

تھے وہ۔ تو جام زرگ ہنیا نہ ہوا | پہنچے جو مدینے میں تو جینا نہ ہوا
عشاق کو کیا ہو ایسی جنت کی خوشی | جنت ہوئی جنت میں مدینہ نہ ہوا

———— + ————

غش ہو رہے ہیں مزہ جینے کا | ہر سب سے بڑا مزہ مزہ پینے کا
جو لطف جو تیرے رب جان شیریں | جب زیست ہو تلخ، کیا مزہ جینے کا

———— + ————

رستہ ہر عرب کا نہ کوئی بن ٹیڑھا | ٹیڑھا ہی تو ایک نفس دشمن ٹیڑھا
جانا نہ ہو منظور تو سو حیلے ہیں | خود ناچ نہ جانے اور آنگن ٹیڑھا

———— + ————

دل غیر خدا سے کر صفا بہر خدا | آ باز بتوں سے باز آ بہر خدا
دل کعبہ ہے اور کعبہ اللہ کا گھر | کر در خدا، خدا خدا بہر خدا

———— + ————

آنا ہے تمہیں زیست دوبارہ دینا | لینا ہے مرا کام تمہارا دینا
بانگ ہی ۲ رنگ میں ہوں ادھرا | گرتے ہوئے بندے کو سہارا دینا

———— + ————

اللہ رے دل اور کلیجا میرا
ہی حیرتی حسن سراپا میرا
سب دیکھتے ہیں اونکے تماشائی کو
حیرت نے بنایا ہی تماشا میرا

رتبہ کوئی دیکھے شبِ معراج ترا
ہی فرقِ زمیں سے عرش تک سراج ترا
تارے ترے تاج کے چمکتے موتی
معراج تری، سراج ترا، تاج ترا

ظاہر میں ہی تنگ ہاتھ ہرچند مرا
رہتا نہیں کام کوئی بھی بند مرا
معبود کے عبدِ خاص کا بندہ ہوں
اللہ خدا نبی خداوند مرا

کھٹکا ہو کہ چسکا، ہو بہت یا تھوڑا
تھوڑا ہی بہت، اور بہت سا تھوڑا
اس سوچ میں ہوں وعدہ کروں یا نہ کروں
دل میں نہ کہیں درد ہو تھوڑا تھوڑا

زیور بھاری ملے اگر آہن کا
دیوانہ بن کے رہتا لیے بن کا
چھوٹی ہی بلا سے پاؤں پڑ کر زنجیر
تو ہاتھ آنا ہی طوق نے گردن کا

جو کام نکلنے کا ذریعہ نکلا سب ساختہ پرداختہ تیرا نکلا
بچپن سے ترے فیض نے تو کو یارب رواں رواں دعائیں دیتا نکلا

خاکی بدنوں کو خاک ہونا ٹھہرا مر کر سرِ فرشِ خاک سونا ٹھہرا
یا خاک سے بچ بچ کے چلا کرتے تھے یا خاک کا اوڑھنا بچھونا ٹھہرا

مرنا چاہا سبھی نے بیماروں کا رکھا دل بیکسی نے بیماروں کا
کہنے سے جلادو تو کیا ہی لیتے منہ بھی نہ چھوا کسی نے بیماروں کا

جس دن رہِ سودا میں قدم رکھا تھا سر پھوٹنے کا شگون وہ پہلا تھا
جب کھائی ہمت نے سب سے پہلی ٹھوکر کھٹکا تھا اسی وقت ہمارا ماتھا

ارشاد بجا ہے یہ جگر داروں کا بیجا ہے مذاق جو نہ سرداروں کا
خستہ ہو برہنہ ہو پھٹے ملبوس ہو جامہ نہ پہن لے کوئی زرداروں کا

ٹالے نہ ٹلا غمِ تعلق نہ ٹلا
تھی ایک نہ ایک میرے ہمراہ بلا
جب گھر سے چلا میں طرفِ مہرِ عرب
پیچھے۔ مرے ساتھ سایہ بھی چلا

میں کیا اوٹھوں اب دل ہی مرا بیٹھ گیا
اوٹھا تو گرا اگر کے اوٹھا بیٹھ گیا
اس راہ میں خاک ساہو کے بھی کچھ نہ چلی
اوٹھ اوٹھ کے غبار جا بجا بیٹھ گیا

جو انجمن اتحاد کی ہی برپا
سالانہ ہی جلسہ آج اوسکا چوتھا
اس جلسے کے صدر کا ہی نامِ نامی
عبدالرحمٰن خاں رئیسِ کوکرا

پرساں نہیں کوئی انجمن کا ہو سکے
ہو جاے ادھر نظر توجہ کی ذرا
آئی ہی غریب قوم ٹوٹی پھوٹی
آغوش میں لیکے چار سالہ بچہ

جو آئے ہیں انجمن میں سب کا ہو بھلا
سب کہہ بھلا کوئی برا یا ہو بھلا
آیا ہی فقیر لیکے خالی جھولی
جھولی خالی نہ جاے داتا ہو بھلا

مجبوب خوش اسلوب خدا کا محبوب
خوبوں میں بڑا خوب خدا کا محبوب
جو اوسکا ہی پیارا وہ خدا کا پیارا
محبوب کا محبوب خدا کا محبوب

آپس میں ہو پھوٹ، یہ بُرا ہی اسلوب
لنیا و ملولیے ہی کے اندر کیا خوب
کیوں کرتے ہو نام انجمن کا بدنام
یہ انجمن اتحاد سے ہی منسوب

مرکر بھی ملا ہمکو نہ چین اور نہ تاب
دیوانے ہیں کیا جانیں عذاب اور ثواب
گو خلد ملا، عذاب دوزخ سے بچے
روضے کی جدائی بھی تو ہی ایک عذاب

دوری میں جسے قرب کی دولت ہو نصیب
تنہا رہے اور پھر معیّت ہو نصیب
خلوت میں ہو انجمن۔ ہی اتنا بھی بہت
ہی لطف جو انجمن میں خلوت ہو نصیب

دل میں ہوئی درد کی چمک آخرِ شب
آئی نہیں نیند صبح تک آخرِ شب
صبحِ کاذب گواہِ صادق ہی مری
نالے پہنچے ہیں تا فلک آخرِ شب

تھی کب سے طبیعت مری افسردہ و سست
آتے ہی ترے ہوگئی چست اور درست

بو روضۂ پاک کی، طلب کا مژدہ
اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

نیند آتی نہیں مجھکو۔ یہ میری قسمت
مُردوں سے ہی شرط بد کے سوئی قسمت

بیدار نکرد خفتۂ را خفتہ
سونے نہیں دیتی مجھے سوتی قسمت

سرکار کا ہوں غلام یا حضرتِ غوث
ہوجائے مرا سلام یا حضرتِ غوث

سرکار کو اللہ تعالےٰ نے کیا
فریادرسِ انام یا حضرتِ غوث

مرتا تو میں آج ہوں، خبر لیجیے آج
پروانۂ بخشش مجھے دیدیجیے آج

مالک تو ہو آج بھی تمھیں، کل بھی تمھیں
کل کی کل پر رہے، کرم کیجیے آج

دیتی ہے صبا! تو مجھے دھوکا سچ مچ
جو تو نے کہا جھوٹ وہ نکلا سچ مچ

ہر روز مجھے نیا شگوفہ لانا
روضے ہی سے اک روز نہ لائی سچ مچ

صالح بنو، مصلحِ کل بنو، ہی یہ صلاح
مفسد کبھی پاتے ہیں نہ پائینگے فلاح

اَلدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ ہی قولِ شرعی
ہی مصلحوں کی پکار اصلاح اصلاح

ممدوح کے پیارے کا ہی پیارہ امداح
لینے کو ہی جنت کا اجارہ امداح

تم سے جو نہ مانگوں میں تو کس سے مانگوں
تم ہو ممدوح میں تمھارا مداح

کیا غم اجو عرب کے ہیں بیابان فراخ
قسمت سے ملا سفر کا سامان فراخ

لے وحشتِ دل بعنب اور اگھرتے
رستے میں بہت پڑینگے میدان فراخ

واجب ہی ترا وجود، تو ہی معبود
ممکن کے وجود کا ہی کیا خاک وجود

تو ہست ہی، تیرے ہیں وجود و ہستی
نابود کی ہستی کی ہی کیا ہستی و بود

یہ عید نہیں پہن لی پوشاک جدید
حق یہ ہی کہ اَلْعِیْدُ لِمَنْ خَافَ وَعِیْد

جس عید میں ملحوظ رہے دین ہی دین
وہ عید ہی عید اور ہی عیدِ سعید

روزے ہوئے ختم، آج ہے عیدِ سعید
ہے عیدِ سعید کی خوشی قابلِ دید
ہے عید خوشی سے خوش، خوشی عید سے خوش
عالم میں خوشی کی ہے خوشی، عید کی عید

ــــــــ ÷ ــــــــ

شش دانگ میں یہ نوید ہے عید ہے عید
کیا روزِ خوش و سعید ہے، عید ہے عید
اس عید کا ہے سب کو سبق وردِ زباں
ہاں عید ہے عید، عید ہے عید ہے عید

ــــــــ ÷ ــــــــ

شوالِ مکرم کے لیے تاج ہے عید
رتبے میں جو پوچھیے تو معراج ہے عید
کل تک رمضانِ پاک کے روزے تھے
عید آج ہے عید آج ہے عید آج ہے عید

ــــــــ ÷ ــــــــ

اللہ احد صمد ہے، واحد ہے وحید
افرادِ رُسُل میں مصطفےٰ فردِ فرید
تصدیقِ رسالت نہ ہو جب تک دل سے
آنے کی نہیں کام اکیلی توحید

ــــــــ ÷ ــــــــ

ایذا سے سوا اور مجھے کیا ہے لذیذ
ایذا جسے کہتے ہیں، سراپا ہے لذیذ
لذت کشِ ایذا ہوں، نہ پوچھو مجھ سے
کتنی غمِ محبوب کی ایذا ہے لذیذ

ــــــــ ÷ ــــــــ

ظاہر میں ملا ہوا ہی، اس سے ہی خطر — دشمن ہی، اسے نکالو، پھینکو باہر
باطن میں ہی نفس اس سے ڈرتے رہنا — کُتّا ہوتا ہی شیر اپنے گھر پر

دنیا کا جسے رنج ہی وہ ہی رنجور — عقبےٰ کا جسے غم ہی وہ ہوگا مسرور
اک رات کی منزل ہی یہ ہی آج، وہ کل — دنیا نزدیک تر ہی، عقبےٰ نہیں دور
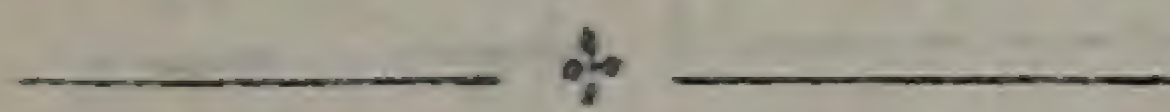
ہی گور شب سیاہ سے بھی بد تر — آہوں کا دھواں ہی آہ سے بھی بد تر
توبہ اچھی ہی، اعتراف اچھا ہی — ہی عذرِ گنہ گناہ سے بھی بد تر

بیڑے کے ہیں یار ایک کشتی کے سوار — طوفان کا جوش، الاماں کی ہی پکار
منھ سوے خدا ہی، ناخدا پر ہی نظر — منجدھار میں ہی ناو، لگا دے کوئی پار

مدّاح نبی کا ہو سخنگو ہو کر — ہو طرزِ بیاں حلال، جادو ہو کر
نکلے بھی اگر نام تو ہو نیک وہ نام — شہرت بھی اگر اوڑے تو خوشبو ہو کر

نازِ عمل اور حُسنِ معمول ہی اور
مردود ہی اور چیز، مقبول ہی اور
سرکار میں تیری یاد کی کیا پروا
بھولا ہی جو یاد پر، تو یہ بھول ہی اور

غفلتیں ہوی ہیں کچھ ایسی نیچے اوپر
الزام ہو صحن پر، تو رکھدیں چھت پر
دنیا میں ہی اب دَورِ غلط فہمی کا
سر گھومے تو سمجھیں ہل رہا ہی چھپّر

یارب ہی بڑا مہیب بحرِ زخّار
جو دھار ہی اس بحر کی وہ ہی منجدھار
ساحل ہی دور کھینے والے کمزور
بیڑا اس انجمن کا تو کر دے پار

جینے سے نہ کیوں تنگ ہوں تیرے بیمار
مُردوں کی سی شکل اور زندوں میں شمار
درد اکہ پنپنے نہیں دیتے جھٹکے
کیا خاک جیے، جیے جو ہو کر مُردار

آئی ہی مدینے سے ابھی بادِ سحر
لائی ہی مرے ڈھب کی بڑی گرم خبر
جو میں نے سُنا وہ کہدیا حضرتِ دل!
ہی راست دروغ گردنِ راوی پر

گو عمر بسر کی سگِ دنیا ہو کر
بیفکر ہی گدیہ خوار تیرا ہو کر
دنیا سے ہی سیر ترے در کا کُتا
بھٹکا نہ مرے پیٹ کا کُتا ہو کر

دنیا سے ضرور کوچ کرنا اک روز
ہی سر حدِ ہستی سے گزرنا اک روز
جینے سے زیادہ قدر مرنے کی کرو
جینا ہی تمام عمر مرنا اک روز

دنیا سے نرالا ہی تمھارا بیکس
بیکس ہی تمھارا نہیں تنہا بیکس
ہی لیک رحیم اور تم سا ہی رحیم
اک بیکس اور وہ بھی مجھسا بیکس

دنیا میں نہیں ترا مقابل شاباش
صدموں کے لیے بنا ہی توسل شاباش
پتھر کا ترا جگر ہی ای مضغہ گوشت
ای دل شاباش تجھکو ای دل شاباش

مجھپر بھی نظر اگرچہ ہوں میں اوباش
مجھکو بھی عطا ہو کچھ سمجھکر قلاش
اوباش نے مضمون چرایا ہی بڑا
حق بر تو بپاشید تو بر خلق بپاش

صدق اور صفا میں آپ ہیں خاص الخاص
تسلیم و رضا میں آپ ہیں خاص الخاص
خاصانِ خدا ہونے کو بے گنتی ہیں
خاصانِ خدا میں آپ ہیں خاص الخاص

دنیا کے حریص کو ہی دنیا سے غرض
عقبے کے طلبگار کو عقبے سے غرض
دونوں ہیں غرض اپنی غرض کے بندے
بندے کو ہے اک رضائے مولے سے غرض

ہر حسنِ عمل میں حسنِ نیّت ہی شرط
نیّت ہی نہیں حُسنِ عقیدت ہی شرط
مشکل نہیں محبوبِ الٰہی ہونا
محبوبِ الٰہی کی محبت ہی شرط

مہمان مسافر سے مروت ہی شرط
ہم مشرب و مسلک سے اخوت ہی شرط
گو خُرد و برادرِ سگِ دنیا ہی سہی
پھر بھی تو اخوتِ طریقت ہی شرط

اب عمر ہی شصت ۶۴ و چار سالہ حافظ
مرنا ہی قریب لامحالہ حافظ
ہاں خیرِ منا اپنے قدح کی اب تو
لبریز ہی عمر کا پیالہ حافظ

کتنا ہی بڑا حشر کے دن کا مجمع
کیسا میدان اور کیسا مجمع
مجمع میں گنہگار کا پردہ رہ جائے
اگلے پچھلے ہیں سب کا یکجا مجمع

اللہ کے گھر ترا ہی جلتا ہی چراغ
روضے میں بھی ترا ہی تجلا ہی چراغ
اک نور ترا اکہ روشنیِ حرمین
اک جلوہ ترا کہ دو گھروں کا ہی چراغ

مسلم جو ہوں جوش سے ملاقی تو ہی لطف
مستی ہو مگر بے مے و ساقی تو ہی لطف
مستی میں بھی جوش ہو تو اک ہوش کے ساتھ
کثرت میں بھی وحدت رہے باقی تو ہی لطف

سب تیری زمینوں کے طبق ہیں برحق
افلاک کے جتنے ہیں ورق، ہیں برحق
حق نام ترا، تیرے نبی کا بھی ہے
حق تو بھی، نبی بھی، دونوں حق ہیں برحق

اسلام میں توحید کی تعلیم ہی ایک
بعد اوسکے رسالت کی بھی تسلیم ہی ایک
بھیجا اوسکو کچھ - مگر - ہی اتنا معلوم
با میم احد ایک - احمد بے میم ہی ایک

سر پہ چھایا ہوا ہی بیطور فلک ڈرتا ہوں کہ مجھ پر نہ کرے جور فلک
ای آہ نکل میرے بچانے کے لیے ہو زیرِ فلک دھوئیں کا ایک اور فلک

اوس واحد تک پہنچنے کی راہ ہی ایک مذہب کہوں یا کہوں گزرگاہ ہی ایک
اللہ کا ثانی نہیں اللہُ اَحَد واللہ باللہ ثم باللہ ہی ایک

ہاں توبہ کہ وا ہی درِ توبہ اب تک ہاں بند کشا ہی درِ توبہ اب تک
ہلتے بھی ہیں کھلتے بھی ہیں لب بند نہیں قسمت سے کھلا ہی درِ توبہ اب تک

معذور سہی جوان ہو یا بالک آلودۂ معصیت میں ہوں پیری تک
پیری میں بدی بھی رو سیا ہی افسوس قسمت نے سفیدی میں لکھی تھی کالک

ہی ابکی بہار میں نئے ڈھنگ کا رنگ ہم غافلوں میں ہی جوشِ مستی کی ترنگ
غفلت میں گزر رہی ہی بے لطف بہار غفلت ہو تو ہو جائے نہ کیوں رنگ میں بھنگ

واعظ سے اب مجھے کچھ نہ ہوگا حاصل
سنو بحثیں کیا غرض بحثیں کیا حاصل
دستار بلند پر جو کی چوٹ تو کیا
گنبد پر گیند پھینکنا حاصل

ہے شکر ماتم کی گھٹا دل بادل
رونا ہی تو منہ پر لیے آنچل بادل
سایہ کر غم حسین میں جوگ لیا
اوڑھے ہوئے کالا سا ہے کمبل بادل

مفلس ہوں مگر ہوں تو ثنا خوان رسول
دو بار تو ہو چکا ہوں مہمان رسول
ننگا ہوں الٰہی مرا پردہ رکھ لے
لیکن ہیں دو دست میں دامان رسول

قسمت ہمیں لے گئی تھی اک بزم میں کل
ساقی تھا کہیں اور گھرا تھا بادل
دو ہاتھ سے دو ہاتھ میں ہم لے آئے
اک ہاتھ میں جام دوسرے میں بوتل

یہ عید کا چاند چاند ہو فرخ فال
یہ عید مبارک ہو ہمیں سال بسال
سرکار ! نگاہ دور برو ہو جائے
کرتے ہیں سلام عید کو جھک کے ہلال

تقدیر ضرور ہی مگر نامعلوم — تدبیر ارادۃً نہ کرنا معلوم
تقدیر کو روئیں آپ کھوئیں تدبیر — حافظ! اوس قوم کا سدھرنا معلوم

گرمی سے بدنسے ہی نہیں سردیٔ قوم — اب جڑ سے ہی اوکھڑی ہوی پامردیٔ قوم
کچھ پاس ہی قوم کا نہ کچھ ہمدردی — اک شور ہی قوم قوم ہمدردیٔ قوم

ہی سب سے مقدّم اتحاد وتعلیم — پھر مفلس بیکسوں کو دینا زر وسیم
کچھ قدر تو ڈبڈبانی آنکھوں کی کرو — یہ دُرِّ یتیم ہیں، نہیں اشکِ یتیم

کلیاں جو نہالِ بزم میں آتی ہیں — کھلنے نہیں پاتی ہیں کہ مُرجھاتی ہیں
کیا کم ہی یہی کہ سال بھر میں اک بار — کچھ صورتیں یکجا نظر آجاتی ہیں

مرہم سے کہیں زخمِ جگر جاتے ہیں — زخموں کے جگر بر بر جاتے ہیں
ہیں ایک تو پھوڑے ہوئے مُنھ آپ سے آپ — پھاہے زخموں کو اور بکھیر جاتے ہیں

اُمڈی ہوئی ہی بہارِ ماہِ رمضاں — انوارِ فلک نثارِ ماہِ رمضاں

جھپکی نہیں آنکھ رات بھر تاروں کی — سب ہیں شب زندہ دارِ ماہِ رمضاں

دو فرحتیں ہیں طفیلِ صومِ رمضاں — اک روز کی روزہ وقتِ افطار و اذاں

جو دوسری فرحت ہی مزہ اوسکا نہ پوچھ — موعود ہی وہ وقتِ لقاے رحماں

کیا خوب ہیں روزہ دارِ ماہِ رمضاں — خالی شکم و خشک لب و تشنہ دہاں

سادھے ہوے چپ شام کو وقتِ افطار — بیٹھے ہوے ہیں گوش بر آوازِ اذاں

ماشاء اللہ ماہِ پاکِ رمضاں — ہر روز تجلّیاتِ رحمت ہیں عیاں

ہر شب ہی عجب شب مگر اک شب شبِ قدر — ذی قدر وہ شب جس میں نزولِ قرآں

سرمایۂ ابتہاجِ عیدِ رمضاں — ایام کے سر کا تاج عیدِ رمضاں

شوال کی پہلی یہ سناتی آئی — عیدِ رمضاں ہی آج عیدِ رمضاں

لختِ جگرِ احمدِ مختار حسین
اللہ کے محبوب کا دلدار حسین
جنّت کے جو مالک ہیں وہ فرماتے ہیں
جنّت کے جوانوں کا ہی سردار حسین

✤

توحید کی چھائی ہی ضیا ہر گھر میں
ڈنکا ہی رسالت کا ہر اک کشور میں
ہی ذاتِ خدا ایک، محمد برحق
سکّہ ہی چلتا ہی خدائی بھر میں

✤

ممکن نہیں جب تک نہ بلائے جائیں
ہی پھیر سمجھ کا کہ مدینے جائیں
رستے میں تو پھیر ہی نہ خم ہی نہ کجی
تقدیر جو سیدھی ہو تو سیدھے جائیں

✤

تا روضہ کہاں کہاں سے راہیں پہنچیں
راہوں سے تو حرم کی نگاہیں پہنچیں
جب ضعف نے مجھکو گھر سے جانے نہ دیا
اون تک مگر بدلے مری آہیں پہنچیں

✤

مرنا ہی تو جی کا غم نہ کرنا سیکھیں
جینا ہی تو جان سے گزرنا سیکھیں
ہم مر گئے جیتے جی تو جیتوں میں پڑے
جیتوں سے کہو کہ ہم سے مرنا سیکھیں

✤

دنیا میں ہو کچھ لطفِ بقا بھی، وہ نہیں
یا دل میں ہو کچھ فکرِ فنا بھی، وہ نہیں
دنیا کا وہ کتا ہو کہ ہو دھوبی کا
گھر کا بھی نہیں وہ، گھاٹ کا بھی وہ نہیں

+

وحشت سے جو سر مارتے تھے مارتے ہیں
سر کو در و دیوار سے دے مارتے ہیں
جنکو نہیں کوچہ ہی میں بھی قرار
لائیں وہ بہشت میں پڑے مارتے ہیں

+

جب نشترِ غم سینے میں دل کو چھیڑیں
چھاتی کے کواڑ خستہ دل کیا بھیڑیں
ان نشتروں نے کی ہی قیامت برپا
فتنوں کی جگا جگا کے سوتی بھیڑیں

+

دشمن ترے دیوانے کے فرزانے ہیں
فرزانے نہیں، عقل سے بیگانے ہیں
ان عقل کے دشمنوں کے منھ کون لگے
دیوانے ہیں، دیوانے ہیں، دیوانے ہیں

+

لالچ کی نگاہیں نار ندا پڑتی ہیں
جو کچھ آجائے ہاتھ کھا پڑتی ہیں
جو پیٹ کے بندے ہیں نہ الجھو اون سے
اولٹی آنتیں گلے میں آپڑتی ہیں

+

رونے سے بھڑاس کچھ نکلنے کی نہیں — بھونڈی سی یہ تدبیر ہے چلنے کی نہیں
شورابہ اشک سے چلیگا کیا کام — کھاری پانی سے دال گلنے کی نہیں

چھالوں نے جگہ کی نوکھاں کی منہ میں — جو بات تھی رہگئی وہ منہ کی منہ میں
چھالوں سے زبان لال ہے، ناطقہ بند — گویا کہ ہے گھنگنیوں کی بھری منہ میں

فریاد پر آسمان دھرتا نہیں کان — تو مان نہ مان میں ہوں تیرا مہمان
نالوں میں تعلّی کے سوا کچھ بھی نہیں — اونچی ہے دکان اور پھیکا پکوان

کچھ خدمت دین کرو کہ ہے واجب عین — بیکار ہے دنیا کی یہ سب زینت و زین
لکھا ہے جلی قلم سے خوشخط، پڑھ لو — وہ فاغتنموا الفرصۃ بین العدمین

عادت جو بری پڑی، بدلنے کی نہیں — اولٹی ہے سمجھ تو سیدھی چلنے کی نہیں
جس قوم میں اصلاح کا ہے نام ہی نام — لیتی ہے سنبھالا وہ سنبھلنے کی نہیں

کچھ بات تو ہے جس سے چہل پہل ہے یہاں
گیا ہے یکیں جمع اس قدر پیرو جواں

سالانہ ہے آج اتحادی جلسہ
جلسے کے ہیں صدر صدر دین احمد خاں

دو بھائیوں میں ربط نہیں میل نہیں
ہموار ہوں کوشش سے کوئی کھیل نہیں

سنتی نہیں قوم چکنی چپڑی باتیں
پہلا کرو ان کو ان تلوں تیل نہیں

جو کھیل ہی لغو کھیلنا کھیل نہیں
ہر لغو گناہ ہے نرا کھیل نہیں

اسکے بھی ہیں احکام اسے بھی سیکھو
استنجا بائیں ہاتھ کا کھیل نہیں

اے قوم بھولنے والے جاگو جاگو
بیدار نہ ہونے والو جاگو جاگو

سن لو وہ پکارتا ہے پہرے والا
جاگو اے سونے والو جاگو جاگو

ملنے کے سوا خیال کچھ اور نہ ہو
مرنے سے بُرا مآل کچھ اور نہ ہو

انجام مریضِ عشق کا یا اللہ
یا وصل ہو یا وصال کچھ اور نہ ہو

جو کچھ ہمیں دینا ہی وہ دو جو کچھ ہو
کچھ بھی ہمیں دینا نہیں تو جو کچھ ہو
یا ہم نہ ہوں یا غم نہ ہو یا کوئی نہ ہو
قسمت میں جو ہونا ہی وہ ہو جو کچھ ہو

خطروں سے بچو راستے سے ٹل کے چلو
تولے ہوے آپ کو چلو تل کے چلو
پنجہ ہی تو پانچ انگلیوں میں پھوٹ نہ ہو
چلتے ہو تو بھائیوں سے مل جل کے چلو

ظاہر کی نمود گو کسی طور سے ہو
باطن کی طرف ذرا نظر غور سے ہو
ہوتی ہوں زبان کی کسی سے باتیں
لو دل کی لگی ہوئی کسی اور سے ہو

ڈاڑھی پہ تیز کیوں چھری ہی پیارو
مونچھوں میں کیا بہادری ہی پیارو
مومن ہو کر بنو نہ کافر صورت
اسلام کی وضع کیا بری ہی پیارو

یکدل جو رہینگے حامیانِ اردو
دن دونی ہوگی اور شانِ اردو
کیا خوف ہی اسکو لشکرِ اعدا کا
اردوے معلّٰے ہی زبانِ اردو

اللہ کو کس جگہ نہیں پاتے ہو
غائب کیوں غیب داں کو ٹھہراتے ہو
گردن تو جھکاؤ، دیکھو تو جی میں شرماؤ
شہ رگ میں تو دیکھو، دور کیوں جاتے ہو

ہو قابلِ دید جو مصفّا دل ہو
آئینے کا آئینہ ہو، دل کا دل ہو
ہر سینے میں اک نہیں ہیں دو دو پہلو
پہلو میں ہو دل تو درد والا دل ہو

بندہ نہیں، جسکا نہیں شیوہ توبہ
جب تک جیے، کرتا رہے بندہ توبہ
توبہ کرو دل سے اور مقبول نہ ہو
توبہ کرو، توبہ کرو، توبہ، توبہ

زندہ ہے، جو ہو جائے ہلاکِ طیبہ
مر کر بھی نہ چھوٹے خاکِ پاکِ طیبہ
ہے قادرِ مطلق، تجھے سب کچھ قدرت
ہو جائے یہ خاکسار خاکِ طیبہ

لوٹی ہے ان آنکھوں نے بہارِ روضہ
دیکھی ہیں تجلیاں نثارِ روضہ
نظروں میں سماتی نہیں جنت کی بہار
ہیں نقش نظر نقش و نگارِ روضہ

ابنائے زماں کو مجھسے نفرت اتنی ہونے کی محبت سے عداوت اتنی
کیوں اس قدر ایک بوترابی سے غبار مٹھی بھر خاک سے کدورت اتنی

صورت جو تصور نے بنا رکھی ہی اک صفحۂ دل پر وہ جما رکھی ہی
تصویر وہ صورت ہی تو دل آئینہ آئینے میں تصویر لگا رکھی ہی

ہیں حاضرِ بارگاہ اگلے پچھلے اعمال کے سب گواہ اگلے پچھلے
محشر میں ہی پرسش کا پس و پیش مجھے تو بخشدے سب گناہ اگلے پچھلے

ساقی! ترے بادہ خوار بھوکے پیاسے دن بھر کے ہیں روزہ دار بھوکے پیاسے
ہو اب تو کرم کہ تیرے نُقل و مے پر کھائے ہوئے ہیں ادھار بھوکے پیاسے

جا اے شبِ انتظار میرے گھر سے چل دور ہو نا بکار میرے گھر سے
چلنے لگی اب صبحِ ولادت کی نسیم ٹھنڈے ٹھنڈے سدھار میرے گھر سے

غیبت نہ کرو، گھناونا ہی یہ گناہ
کرتے ہو غیبت نامۂ اعمال سیاہ
کچھ کام اگر نہیں تو چپ بیٹھے رہو
تسبیح اگر پڑھو تو سُبحان اللہ

سرمایۂ نازِ خواجگانِ ذی جاہ
قیّومِ زماں مجددِ حق آگاہ
مرشد مرشد کے مرشدوں کے مرشد
فانی فی اللہ خواجہ باقی باللہ

سم ہی مرضِ گناہ کا شمّہ بھی
نسخہ ہی عجیب، توبہ کا نسخہ بھی
سَو بار جو شامت سے گنہ سرزد ہو
اک بار ندامت سے کرو توبہ بھی

بچپن میں نگہبان بنو عترت کے
ہوتے ہیں بُرے طور بُری عادت کے
پڑ جائے نہ جھوٹ بولنے کا چسکا
چکھ چکھ کے مزے گناہِ بے لذت کے

کتنے ہیں غنی، کرنے گئے حج کتنے
لکھ پڑھ کے ہوئے ہیں جج و سب جج کتنے
خالق نے جنہیں ہاتھ دیے، پاؤں دیے
ان میں تو گنو کہ ہیں اپاہج کتنے

اگلے تھے اکابر بڑی عزّت والے پچھلے ہیں کہ ہیں ذلّت و نکبت والے
پامال ہوئی جاتی ہی چھوٹی امّت فریاد ہی تجھسے بڑی امّت والے

جرّاح! اگر تجھکو دوا آتی ہی میرے لیے وہ بھی اک بلا آتی ہی
للّٰہ مرے سینے کے روزن کو نہ چھیڑ روزن سے مدینے کی ہوا آتی ہی

غافل! تجھے غفلت کی ہوا آتی ہی یا پردۂ غفلت میں قضا آتی ہی
سنتے چلے آئے ہیں بزرگوں سے یہی کہکر نہیں آتی جو بلا آتی ہی

دیدارِ خدا ملا، خدائی پائی جو بات کسی نے بھی نہ پائی پائی
پہنچے ہوے پہنچے نہ جہاں تک مولے حقّا کہ وہاں ہم نے رسائی پائی

محبوبِ خدا ہیں آپ اِن محبوبی ہی محبوب خدا کا جانِ محبوبی ہی
محبوب کی ہر ادا ہی محبوبِ خدا محبوب خدا کی شانِ محبوبی ہی

سب جلوے ہیں اللہ کے پیارے تیرے
انوار ہیں سب صدقے اوتارے تیرے
آفاق میں روشنی ہی تیری دن رات
سورج تیرا ہی، چاند تارے تیرے

+

اک عشق کے دو مزے ہیں دونوں پیارے
دونوں ہیں کسے نہ روکے، کس کو روکے
ہیں دیدۂ تر ہیں شربتِ اشک بھرے
دونوں میٹھے ہیں میرے دونوں میٹھے

+

ایذا ہونے سے آنکھ میلی نہ کرے
رونے رونے سے آنکھ میلی نہ کرے
سمجھے کہ یوہیں بدا ہی رونا دھونا
رونے دھونے سے آنکھ میلی نہ کرے

+

آوارہ پھری خانہ بدوشی میری
رسوا ہوئی مفت خود فروشی میری
کچھ کہنے کو آمادہ ہیں دل کے نالے
تو کیا کہتی ہے اے خموشی میری

+

مرقد میں بھی دل کی بیقراری نہ گئی
آنکھیں ہوئیں بند، اشکباری نہ گئی
ہم خاک ہوئے، خاک کی مٹی ہے خراب
مٹ کر بھی ہماری خاکساری نہ گئی

+

دیوانہ جو اونکا ہی وہ فرزانہ ہی
فرزانہ جو ہی، عقل سے بیگانہ ہی
دیکھو تو سمجھ، سنو تو دیوانے کی
جو عقل کا پتلا ہی وہ دیوانہ ہی

بیکس غمِ طیبہ میں پڑا روتا ہی
کھاتا ہی نہ پیتا ہی نہ کچھ سوتا ہی
توبہ، شبِ تاریکِ جدائی توبہ
سایہ بھی تو ساتھ سے جدا ہوتا ہی

اللہ کا گھر ہی اور میرا دل ہی
گھر کا گھر ہی وہ اور دل کا دل ہی
وہ گھر جو بولتا ہی اللہ اللہ
اللہ اللہ وہ گھر ہی گھر یا دل ہی

جو ضبط کے صدمے تھے وہ سب ہم نے سہے
منھ سے نہ کہے، ادب سے خاموش رہے
کرتے نہیں وہ تو پوچھنے میں بھی کمی
کہنا ہی بہت کچھ ہمیں یہ کون کہے

وہ خواب میں آئیں آنکھ اگر سو جائے
دکھ روز کے انتظار کا تو جائے
فردا ہو وہ، یا وعدۂ فردا کی وفا
جو کل ہونا ہی آج ہی ہو جائے

اوس دم کے رہے یا نگنے والے خلعت | ٹکڑے جو ملے وہ تھے نوالے غم کے

پہننے میں بھی بن پڑی تہیدستوں کی | چلّو کے بنا لیے پیالے غم کے

پڑھکر نہ کہیں بات لڑائی ہو جائے | بھائی کا نہ دشمن کہیں بھائی ہو جائے

ہر بات پرائی تو پرائی آخر | اپنی کہو منھ سے تو پرائی ہو جائے

وہ پند ہی نرم جو کڑی ہوتی ہے | شیریں سخنی میٹھی چھری ہوتی ہے

سچی کہو منھ سے تو لگے کڑوی زہر | اچھی کہو بات تو بُری ہوتی ہے

اشکِ گلگوں پلک پہ کب ٹھہرے | گر گر گئے جب کبھی ابھر کے چڑھے

سرکار میں بھی نہ آئے قسمت سے پسند | یہ پھول کھلے مگر میسر نہ چڑھے

جو مرد خلیق ہے کھرا رہتا ہے | بد خو ہے تو غصے میں بھرا رہتا ہے

آتی نہیں بو کبھی خوش اخلاقی کی | غصہ ہے کہ ناک پر دھرا رہتا ہے

بدرا ہمت پیر کہن چلتا ہی   پیری میں جوانوں کے چلن چلتا ہی
قابو جو چلے تو کیا نہ کچھ کر گزرے   ٹٹّو نہیں چلتا ہی جو من چلتا ہی

پیدا و نہاں سے آشکارا تو ہی   جو جلوہ ہی پیدا وہی جلوہ تو ہی
کسکا جلوہ ہی اور کیسا پردہ   جس پردے میں تو ہی وہی پردہ تو ہی

یہ شمس ہی کسکا یہ قمر کسکا ہی   یہ جلوہ جو ہی ادھر اودھر کسکا ہی
آئینے کو ناز ہی کچھ اپنے گھر پر   آئینے میں تو دیکھیے گھر کسکا ہی

صفائی ہوں صفا ہی خاندانی میری   دنیا میں عیاں ہی خوش زبانی میری
شمشیر برہنہ ہوں، زبان آور ہوں   حافظ ہی اصل اصفہانی میری

کیوں روز وہ دن نہ یاد ہمکو آئے   جب گھر سے اوٹھے مدینے تک ہو آئے
پھر ہم ہوں وہ آستانہ ہو بوسے ہوں   قسمت سے کسی روز وہ دن تو آئے

گرمی میں بڑا مزہ ہے رکھیں روزہ — خشکی میں اوڑ لے خوب جو ہیں روزہ
ہو شب کو تراویح و تہجد و سحری — دن بھر خالی ہو پیٹ اور منہ میں روزہ

+

ہے عرش اگر خلد و ارم کا صدقہ — ہے خلد و ارم تیرے کرم کا صدقہ
آدم کا قدم ہو وہ کہ عیسیٰ کا ہو دم — سب کچھ ہے ترے ہی دم قدم کا صدقہ

+

سب ڈھونڈھ رہے ہیں روز محشر سایہ — ملتا نہیں ذرے کے برابر سایہ
رحمٰن کا سایہ فضل رحمٰن پہ ہو — فضل رحمٰن کا میرے سر پر سایہ

+

وہ جلوۂ حق تبارک اللہ اللہ — دل بول اٹھا کہ اب اللہ اللہ
ہر سانس نے دیکھا ہی آتے جاتے — سینے میں ہے دل سے لب تک اللہ اللہ

+

اک بات ہے جھوٹ بولنا شام و پگاہ — اور اس پہ طرہ یہ ہے کہ اللہ گواہ
اللہ سے بھی شرم نہیں آتی ہے — جھوٹے وعدے کے ساتھ ان شاء اللہ

+

کچھ کھیل نہیں، ہنسی نہیں، دل کی لگی — رونے بھی مگر، بجھی نہیں دل کی لگی

چارہ آنسوؤں سے کہیں بجھی جاتی ہے — ایسی کوئی دل لگی نہیں دل کی لگی

جتنے ہیں نبی، کب سے ہیں، تم ہو کب سے — پایا شرفِ ختمِ نبوت رب سے

آخر کسے اول کسے آخر کہیے — تم سب سے ہو اول اور آخر سب سے

مخلوق ہے خوش گھڑی گلے ملتی ہے — یہ رسم ہے عید کی، گلے ملتی ہے

احباب جو خوش ہو کے گلے ملتے ہیں — پہلے اون سے خوشی گلے ملتی ہے

دوری کو حضوری سے ہے کوسوں دوری — جو جسکو ملی، یہ قسمت اپنی اپنی

اک ہم کہ جلا کیے کسی بزم سے دور — اک شمع کہ اوس بزم میں جل جل کے بجھی

ایذا سے فلک نے مجھے لذت ہی نہ دی — لذت نہ ہو جس میں، وہ اذیت ہی نہ دی

ساتوں فلک ایک آہ کے بھی تو نہ تھے — کیا کیجیے، ضبط نے اجازت ہی نہ دی

کچھ وہ ہیں کہ چل پھر کے غذا کھا کے جیے — کچھ وہ کہ اوڑے اوڑ کے ہوا کھا کے جیے
داغوں کا اگر وجود باقی نہ رہا — ای حضرتِ دل پھر آپ کیا کھا کے جیے

ویرانی کا پیش خیمہ آبادی ہی — آبادی ابھی تک تھی ابھی وادی ہی
آبادی گھر کی، پھرتی ہی خانہ بدوش — گھر میں آبادِ خانہ بربادی ہی

یہ ہاتھ ہیں زندگی سے دھونے کے لیے — یہ زندگی ہاتھوں سے ہی کھونے کے لیے
جینا ہی تو جینا ہی اجل کی خاطر — ہونا ہی تو ہونا ہی نہ ہونے کے لیے

جب ضعف قویٰ میں راہ پا جاتا ہی — نسیاں مزاج میں سما جاتا ہی
نسیاں کی ابتدا میں مرے بھولے لگے سب — اک دودھ چھٹی کا یاد آ جاتا ہی

تھا رنگِ حیات کا بدلنے کے لیے — ہی وقت وفات کا نہ ٹلنے کے لیے
اک دم ہی کہ چلن سا ہی الٹا سیدھا — باقی ہی یہ ایک پل نکلنے کے لیے

ٹلتی نہیں، جو بلا ہے آنے والی
تدبیر نہیں کوئی بچانے والی
اوترے گی زمیں پر فلک سے چلکر
بالا بالا نہیں وہ جانے والی

سب آفتیں آچکیں، اجل باقی ہے
دم میں جب تک ہے دم، اجل باقی ہے
کیا سوختہ بخت ہے طناب امّید
رسّی سب جل گئی ہے بل باقی ہے

وہ پاس رہے، ہم اون سے مہجور رہے
غافل رہے غافل اور بھرپور رہے
اپنی رگِ گردن بھی ٹٹولی نہ کبھی
نزدیک وہ ہم، اون سے ہم دور رہے

کچھ لوگ ہیں بسنے والے آبادی کے
کچھ وہ ہیں کہ دل بستہ رہے وادی کے
آزاد جو پابندیوں سے رہتے ہیں
پابند ہیں وہ بھی آخر آزادی کے

دنیا تری قدرت کی تماشائی ہے
چھائی ہوی سب پر تری یکتائی ہے
جلوہ ہے دوئی میں بھی تری وحدت کا
دو آنکھیں ہیں اور ایک بینائی ہے

جب ہاتھ سے ایام جوانی کے چلے — افسوس سے ہاتھ ہم نے رہ رہ کے ملے
افسوس کہ اب مُنھ میں کوئی دانت نہیں — اونگلی کیونکر دبائیں دانتوں کے تلے

لاہور میں ہے انجمنِ نعمانی — پکّے سُنّی ہیں انجمن کے بانی
لاحولِ شریف کا وظیفہ ہے یہاں — آنے کا نہیں وسوسۂ شیطانی

داغوں کی بدن پر مرے گلکاری ہے — داغوں کی سدا بہار پھُلواری ہے
داغوں کی بہار سے مری جلدِ بدن — پھولام ہے، گلبدن ہے، پھُلکاری ہے

دنیا ہے پری بنکے نکلتی پھرتی — ہر دن ہے نیا جامہ بدلتی پھرتی
سایہ سی نہ آئے یہ بلا میری طرف — سنتا ہوں کہ یہ چھانوں ہے چلتی پھرتی

کرتے ہیں مزے فراخ دستی والے — جینے سے ہیں تنگ تھوڑی ہستی والے
پامال ہوئے ہیں گردشِ دوراں سے — تکتے ہیں پڑے فلک کو پستی والے

مجھپر تو جنوں میں جو پڑی سہنی تھی ۔۔۔ زنجیر کو اُٹھانا بڑی سہنی تھی

لوہے سے بھی تھے سخت مرے پاے جنوں ۔۔۔ زنجیر کی قسمت میں کڑی سہنی تھی

ہی شور کہ حافظِ حقیر آیا ہی ۔۔۔ گرتا پڑتا ضعیف و پیر آیا ہی

نوبت کی صدا یہ ہی درِ دولت پر ۔۔۔ دربار میں شاہ کے فقیر آیا ہی

دولت ہی گدائے درِ امجد کے لیے ۔۔۔ اس در کے گدا دولت سرمد کے لیے

محفوظ ہی دم نذرِ خدا کرنے کو ۔۔۔ مخصوص ہی دل نیازِ احمد کو

بر وفات اخوی قاضی عزیز الدین صاحب تخلص عزیز

باقی نہ رہے عزیز بھی یا باقی ۔۔۔ استاد کا نشین یہی تھا باقی

اب حضرتِ ممتاز کے شاگردوں میں ۔۔۔ ہی حافظِ بیکس تن تنہا باقی

تقدیر میں عیش اور غم رکھا ہی ۔۔۔ تقدیر نے عیش غم سے کم رکھا ہی

غم کھا کھا کر گزارے ہیں پچپن سال ۔۔۔ چھپنویں سال میں قدم رکھا ہی

کیوں عاقلو! شمع عقل کیوں گُل کی ہے — اُردو کسی ایک کی نہیں، کُل کی ہے
یہ ہندوؤں کی ہے، یہ مسلمانوں کی — اے اہلِ وطن زبان یہ مُلکی ہے

سناٹا ابھی بہار اور ہی لائی ہے — غفلت متوالوں پہ نئی چھائی ہے
آتی ہے گُلوں سے بھینی بھینی خوشبو — خوشبو سے گلوں کی مست، نیند آئی ہے

غفلت کی ہے (الاماں) بُری بیماری — کرتے ہو پڑے جاگنے کی طیاری
تم دیکھتے ہو خواب ہی بیداری کے — آنکھوں سے بھی دیکھی ہے کبھی بیداری

چندے کا اگر سلسلہ پیدا ہو جاے — ہر مقصد انجمن کا پورا ہو جاے
ذرّہ ذرّہ بہم ہو تو صحرا ہو — قطرہ قطرہ جُڑے تو دریا ہو جاے

ہم پہ یہ فضل بار آلٰہا ہو جاے — کچھ سیرِ کتب کا شوق پیدا ہو جاے
تنگ آ گئے ہیں کرایہ دیتے دیتے — اک دارِ مطالعہ تو اپنا ہو جاے

نبیوں کا نبی تو ہی نبوت تیری — نبیوں میں وجیہ تو۔ وجاہت تیری
خاکی فلکی سب ہیں ترے سایے میں — افلاک سے خاک تک ہی رحمت تیری

کیا موت کے پنجے میں ہیں ٹھیلے ہوئے — کیا سیر ہیں جینے سے۔ ہوا کھائے ہوئے
اس عشرۂ قتالہ میں ہم بھی **حافظ** — ہیں آج چھٹا برس کہ ہیں آئے ہوئے

صحت نامہ بیاض نعت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۱	ہے اور کانَ	ہے کانَ
۱[illegible]	۱	نہ چار	ناچار
۵[illegible]	۷	نقشِ جب	نقشِ حُب
۶[illegible]	۴	ردیف (ر)	ردیف (ز)
[illegible]	۹	علی ولاے	علیؑ و ولاے
[illegible]	۵	ھتی ن	ھتی ہاں
[illegible]	۱۵	گھرے	گھر سے
۱۱	۷	راحت ہو	راحت
۱۲	۱۳	غرب	غریب
۱۲	۷	گل پرہنی	گل پیرہنی
۱۳	۱۵	تیرے	تیرے
۱۳	۷	رنگ	آگ
۱۳	۴	مرلے ہیں	مرتے ہیں
۱۴	۴	کیا کہوں	کہوں کیا
۱۵	۱	مسکراہت	مسکراہٹ
۱۵	۱۴	تب	بت
〃	〃	فدائی	خدائی
۱۵	۲	چشم	چشم
〃	۷	بیاض	بیاضِ
〃	۸	لیے	سیلے
۱۷[illegible]	۶	کچھ نہ ملتا	کچھ تو ملتا
۱۷[illegible]	۱۰	خبھا	چھپا
۱۷[illegible]	۵	گاتی ہے	رنگاتی ہے
۱۸[illegible]	۱۱	نہ میرا	نہ بیتر
۱۹۱	۳	نہ ڈر	نہ ڈرے
۱۹۱	۴	دہر کہا	یہ و کہار
۱۹۵	۵	اِذ ھما	اَذ ھما
〃	۱۰	کسّائی	لسّانی
۱۹۶	۱	کرسکتا	کرسکنا
۱۹۷	۱۱	موتنے ہیں	موتیے ہیں
۱۹۸	۸	ہاپوڑی	ہاپوری
۲۰۰	۱	گزاشتن	گزاشتن
〃	۲	بہار	بہار
۲۱۲	۵	از بر سر	از بر سر
۲۲۶	۳	ترا	تیرا
۲۲۷	۱	سر یہ	سر پر
〃	۹	تنگ	ترنگ
۲۲۸	۲	حاصل	لاحاصل
۲۲۹	۶	ڈبڈبانی	ڈبڈباتی
۲۳۰	۴	ددوسری	جو دوسری
۲۳۴	۷	نِرَم	نرم
۲۴۴	۱۰	اللہ سے	اللہ سے
۲۴۶	۷ و ۸	لنیاں	لنیان
〃	۱۰	بِل	بل

نوٹ) پانچ رباعیاں ردیف (ہ) کی ردیف (ی) کے سلسلہ میں درج ہوگئی ہیں۔